منارۂ ہدایت

صدیقۂ کبریٰ

حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام

مؤلفین:

سید منذر حکیم اور عدی غریباوی

مترجم:

سید کمیل اصغر زیدی

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام
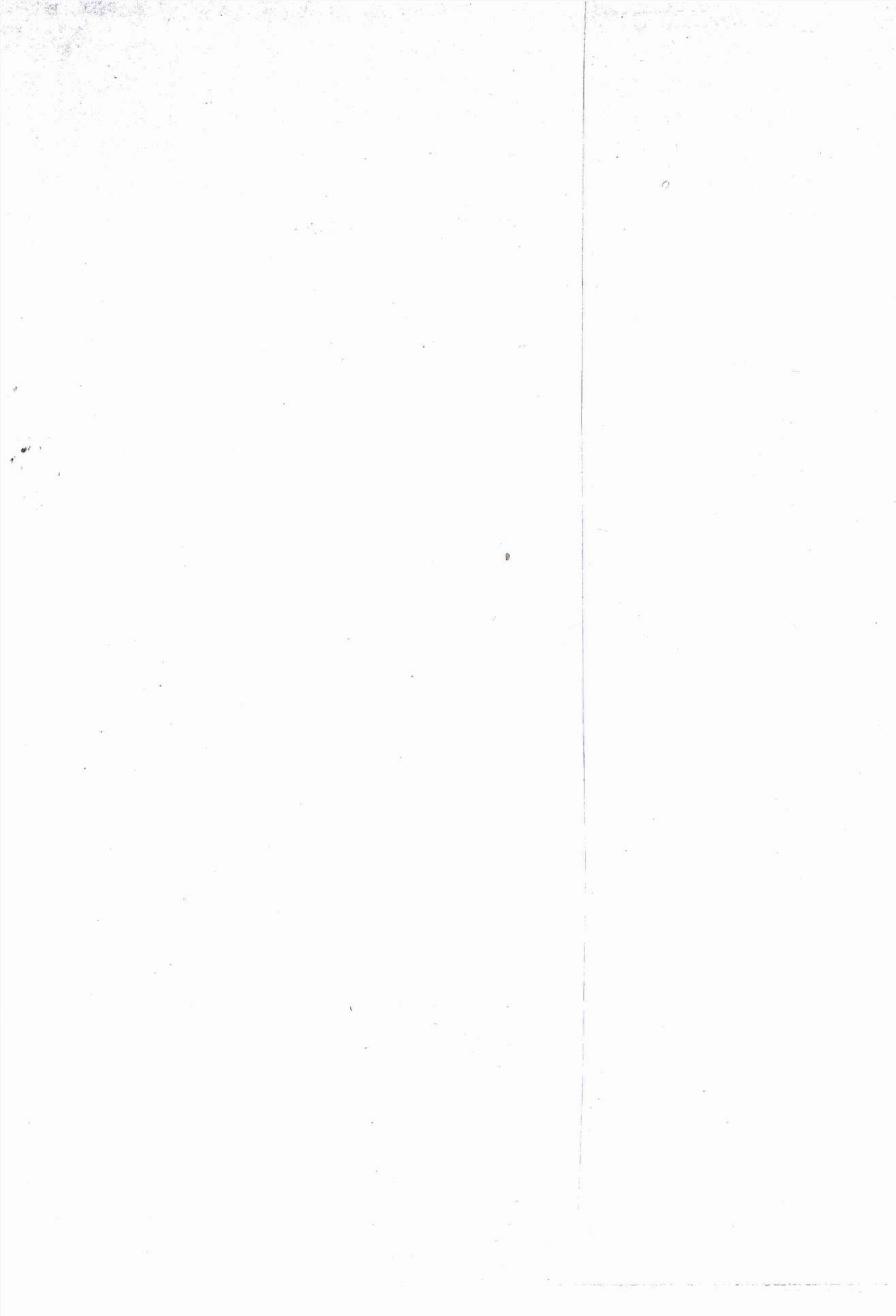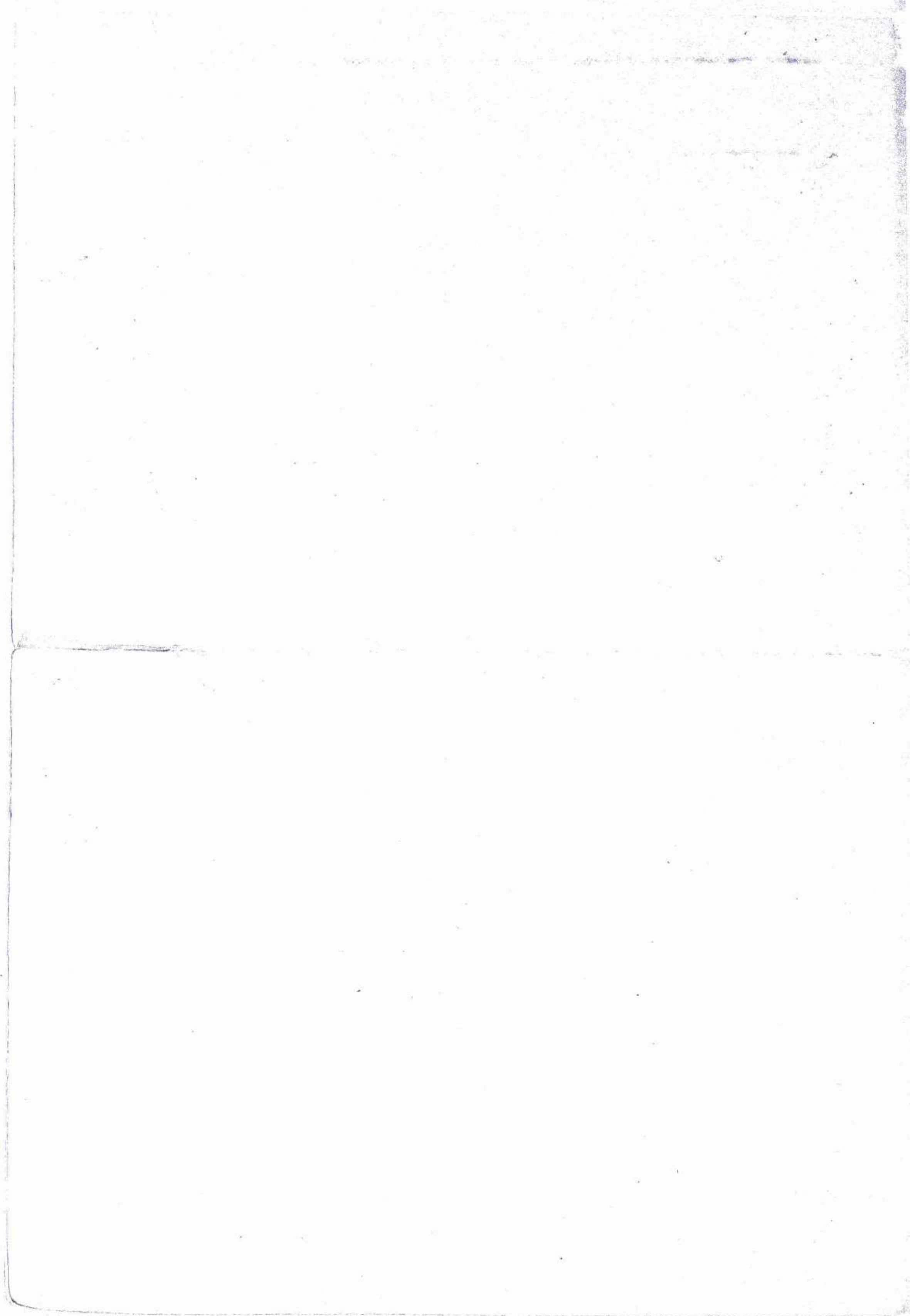
مؤسسۂ آل البیت علیہم السلام

''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا رحم کرنے والا اور مہربان ہے''

پروردگار عالم کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیراً﴾

(سورۂ احزاب: آیت ۳۳)

اے اہلبیتؑ اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ تم سے رجس اور گندگی کو دور رکھے اور تمہیں اسی طرح پاک رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

شیعہ اور اہل سنت کی کتابوں میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ آیۂ مبارکہ پنجتن پاک کی شان میں نازل ہوئی ہے اور ''اہل بیت'' سے مراد یہی اصحاب کساء ہیں اور وہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم، علی، فاطمہؑ، حسن و حسین علیہم السلام ہیں۔ نمونہ کے طور پر ان کتابوں کی طرف رجوع کریں: مسند احمد بن حنبل (وفات ۲۴۱ھ): ج۱، ص۳۳۱، ج۴، ص۱۰۷، ج۶، ص۲۹۲ و ۴؛ *صحیح مسلم* (وفات ۲۶۱ھ) ج۷، ص۱۳۰؛ *سنن ترمذی* (وفات ۲۷۹ھ): ج۵، ص۳۶۱ و...؛ *الذریۃ الطاہرۃ النبویۃ* دولابی (وفات: ۳۱۰ھ) ص۱۰۸؛ *السنن الکبریٰ* نسائی (وفات ۳۰۳ھ): ج۵، ص۱۰۸ و ۱۱۳؛ **المستدرک علی الصحیحین** حاکم نیشاپوری (وفات: ۴۰۵ھ): ج۲، ص۴۱۶، ج۳، ص۱۳۳ و ۱۴۷ و ۱۱۳؛ *البرہان* زرکشی (وفات ۷۹۴ھ) ص۱۹۷؛ *فتح الباری شرح صحیح البخاری* ابن حجر عسقلانی (وفات ۸۵۲ھ): ج۷، ص۱۰۴؛ *اصول الکافی* کلینی (وفات ۳۲۸ھ): ج۱، ص۲۸۷؛ *الامامۃ والتبصرۃ* ابن بابویہ (وفات ۳۲۹ھ): ص۴۷، ح۲۹؛ *دعائم الاسلام* مغربی (وفات ۳۶۳ھ): ص۳۵ و ۳۷؛ *الخصال* شیخ صدوق (وفات ۳۸۱ھ): ص۴۰۳ و ۵۵۰؛ *الامالی* شیخ طوسی (وفات ۴۶۰ھ): ح۴۳۸، ۴۸۲، ۴۸۳ و ۷

نیز مندرجہ ذیل کتابوں میں اس آیت کی تفسیر کی طرف مراجعہ کریں: *جامع البیان* طبری (وفات ۳۱۰ھ)؛ *احکام القرآن* جصاص (وفات ۳۷۰ھ)؛ *اسباب النزول* واحدی (وفات ۴۶۸ھ)؛ *زاد المسیر* ابن جوزی (وفات ۵۹۷ھ)؛ *الجامع لاحکام القرآن* قرطبی (وفات ۶۷۱ھ)؛ *تفسیر ابن کثیر* (وفات ۷۷۴ھ)؛ تفسیر ثعالبی (وفات ۸۲۵ھ)؛ *الدر المنثور* سیوطی (وفات ۹۱۱ھ)؛ *فتح القدیر* شوکانی (وفات ۱۲۵۰ھ)؛ تفسیر عیاشی (وفات ۳۲۰ھ)؛ تفسیر قمی (وفات: ۳۲۹ھ)؛ تفسیر فرات کوفی (وفات ۳۵۲ھ) آیۂ اولوا الامر کے ذیل میں؛ *مجمع البیان* طبرسی (وفات ۵۶۰ھ) ان کے علاوہ اور بھی بہت سی دوسری کتابیں ہیں۔

منارۂ ہدایت جلد ۳

(سیرت حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا)

قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم :

''انی تارک فیکم الثقلین، کتاب اللہ، وعترتی اھل بیتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلّوا ابدا وانھما لن یفترقا حتّیٰ یردا علیّ الحوض''.

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں: (ایک) کتاب خدا اور (دوسری) میری عترت اہل بیت (علیہم السلام)، اگر تم انھیں اختیار کئے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہو گے، یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں''۔

اس حدیث شریف کو متواتر اور اس سے مشابہ دوسری حدیثوں کو مختلف تعبیروں کے ساتھ شیعہ اور اہل سنت کے مختلف کتابوں میں ذکر کی گئی ہیں۔

(صحیح مسلم: ۱۲۲/۷، سنن دارمی: ۴۳۲/۲، مسند احمد: ج ۳، ۱۴، ۱۷، ۲۶، ۳۶۶/۴، ۳۷۱ و ۱۸۲/۵ اور ۱۸۹، مستدرک حاکم: ۱۰۹/۳، ۱۴۸، ۵۳۳، وغیرہ۔)

منارۂ ہدایت

جلد ۳

(سیرت حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا)

مؤلف:

سید منذر حکیم اور عدی غریباوی

مترجم:

سید کمیل اصغر زیدی

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

نام کتاب: منارۂ ہدایت جلد۳ (سیرت حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا)

تالیف: سید منذر حکیم اور عدی غریباوی (گروہ تالیف مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام)

ترجمہ: سید کمیل اصغر زیدی

تصحیح و تطبیق: سید مختار حسین جعفری

نظر ثانی: سید محمد باقر جوراسی

پیشکش: معاونت فرہنگی، ادارۂ ترجمہ، مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

ناشر: مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

اور مؤسسہ آل البیت علیہم السلام تبلیغ اور نشر و اشاعت اور امور خیریہ۔ کراچی پاکستان

طبع اول: قیمت: ۲۷۵ روپے ء

طبع دوم: ۱۴۳۲ھ ۲۰۱۱ء

تعداد: ۵۰۰۰

مطبع: مئوسسہ آل البیت پبلکیشنز

Office Karachi
Contact No:+92,21,32220676
+92-21-300-2429783,+92-21-321-2429783
00989196669674, +92-21-303-2108986
+92-21-306-2709047

P.ISBN:978-964-529-372-5
ISBN:978-964-529-373-2
WWW.ahl-ul-bayt.org
info@ahl-ul-bayt.org

حرف اول

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت وظرفیت کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے حتی ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے اور غنچہ وکلیاں رنگ ونکھار پیدا کرلیتی ہیں تاریکیاں کافور اور کوچہ وراہ اجالوں سے پرنور ہوجاتے ہیں، چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے قوت وقابلیت کے اعتبار سے فیض اٹھایا۔

اسلام کے مبلغ وموسس سرور کائنات حضرت محمد مصطفیؐ غار حراء سے مشعل حق لے کر آئے اور علم وآگہی کی پیاسی اس دنیا کو چشمۂ حق وحقیقت سے سیراب کردیا، آپ کے تمام الٰہی پیغامات ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقائے بشریت کی ضرورت تھا، اس لئے ۲۳ برس کے مختصر عرصے میں ہی اسلام کی عالمتاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمراں ایران وروم کی قدیم تہذیبیں اسلامی قدروں کے سامنے ماند پڑگئیں، وہ تہذیبی اصنام جو صرف دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں اگر حرکت وعمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا حوصلہ، ولولہ اور شعور نہ رکھتے ہوں تو مذہبِ عقل وآگہی سے روبرو ہونے کی توانائی کھودیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان ومذاہب اور تہذیب وروایات پر غلبہ حاصل کرلیا۔ اگرچہ رسولؐ اسلام کی یہ گرانبہا میراث کہ جس کی اہل بیتؑ اور ان کے پیرووں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر حفاظت و پاسبانی کی ہے، وقت کے ہاتھوں خود فرزندان اسلام کی بے توجہی اور ناقدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوں کا شکار ہوکر اپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے محروم کردی گئی تھی، پھر بھی حکومت و سیاست کے عتاب کی پرواکئے بغیر مکتب اہل بیتؑ نے اپنا چشمۂ فیض جاری رکھا اور چودہ سو سال کے عرصے میں بہت سے ایسے جلیل القدر علماء ودانشور دنیائے اسلام کے سامنے پیش کئے جنھوں نے بیرونی افکار ونظریات سے متاثر اسلام وقرآن مخالف فکری ونظری موجوں کی زد پر اپنی حق آگین تحریروں اور تقریروں سے مکتب اسلام کی پشت پناہی کی ہے اور ہر دور اور ہر زمانے میں ہر قسم کے شکوک وشبہات کا ازالہ کیا ہے، خاص طور پر عصر حاضر میں

اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام و قرآن اور مکتب اہل بیتؑ پر ٹکی ہوئی ہیں، دشمنان اسلام اس فکری و معنوی قوت واقتدار کو توڑنے کے لئے اور دوستداران اسلام اس مذہبی اور ثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب و کامراں زندگی حاصل کرنے کے لئے بے چین و بے تاب ہیں، یہ زمانہ علمی اور فکری مقابلے کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھا کر انسانی عقل و شعور کو جذب کرنے والے افکار و نظریات دنیا تک پہنچائے گا، وہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا۔

(عالمی اہل بیتؑ کونسل) مجمع جہانی اہل بیتؑ نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہل بیتؑ عصمت وطہارت کے پیروؤں کے درمیان ہم فکری و یکجہتی کو فروغ دینے کو وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایا ہے کہ اس نورانی تحریک میں حصہ لے کر بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے، تاکہ موجودہ دنیائے بشریت جو قرآن و عترت کے صاف و شفاف معارف کی پیاسی ہے زیادہ سے زیادہ عشق و معنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان و ولایت سے سیراب ہوسکے، ہمیں یقین ہے عقل و خرد پر استوار ماہرانہ انداز میں اگر اہل بیتؑ عصمت وطہارت کی ثقافت کو عام کیا جائے اور حریت و بیداری کے علمبردار خاندان نبوتؐ و رسالت کی جاوداں میراث اپنے صحیح خدو خال میں دنیا تک پہنچادی جائے تو اخلاق و انسانیت کے دشمن، انانیت کے شکار، سامراجی خوں خواروں کی نام نہاد تہذیب و ثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی آدمیت کو امن و نجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر (عج) کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے تیار کیا جاسکتا ہے۔

ہم اس راہ میں تمام علمی و تحقیقی کوششوں کے لئے محققین و مصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو مؤلفین و مترجمین کا ادنیٰ خدمتگار تصور کرتے ہیں، زیر نظر کتاب، مکتب اہل بیتؑ کی ترویج و اشاعت کے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، جس کو فاضل جلیل مولانا سید کمیل اصغر زیدی صاحب نے اردو زبان میں اپنے ترجمہ سے آراستہ کیا ہے جس کے لئے ہم شکر گزار ہیں اور مزید توفیقات کے آرزومند ہیں، اسی منزل میں ہم اپنے تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنھوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے، خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے۔

والسلام مع الاکرام

مدیر امور ثقافت، مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

پہلا باب

اس باب میں چند فصلیں ہیں:

پہلی فصل

حضرت فاطمہ زہرا = کا مختصر تعارف

دوسری فصل

حضرت فاطمہ زہرا = کی شخصیت کی تجلّیاں

تیسری فصل

آپؑ کی شخصیت کے چند نمایاں نقوش

پہلی فصل

حضرت فاطمہ زہرا = کا مختصر تعارف

شہزادی کائنات حضرت فاطمہ زہرا =حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور جناب خدیجہؑ بنت خویلد کی بیٹی ہیں۔
آپ نے تاریخ بشریت کے سب سے زیادہ عظیم المرتبت والدین کی آغوش میں آنکھ کھولی نیز جس طرح آپ کے والد گرامی نے تاریخ کا رخ موڑا ہے اور چند سال کے اندر ہی جس طرح انسانیت کو جس برق رفتاری سے راہ ترقی پر گامزن فرما دیا اسکی مثال دنیائے بشریت میں کہیں نظر نہیں آتی ہے اسی طرح اہل تاریخ نے آپ کی والدۂ گرامی جیسی جری دل اور بے لوث کسی دوسری خاتون کا تذکرہ بھی نہیں کیا جنھوں نے نور ہدایت کے بدلہ اپنے عظیم الشان شوہر نامدار کے قدموں پر اپنی ساری دولت نچھاور کر دی۔

ایسے عظیم المرتبت والدین کی شفقت و محبت کے زیر سایہ جناب فاطمہ زہرا =نے سفر زندگی کے زینے طے کرنا شروع کئے اور انھیں کی آغوش میں پروان چڑھیں اور ایسے گھر میں پرورش پائی جو آپ کے والد گرامی کی شفقتوں اور مہربانیوں سے معمور تھا جبکہ ان کے کاندھوں پر نبوت کا ایسا بار گراں تھا جس کو برداشت کر لینا پہاڑوں کے بس کی بات بھی نہ تھی، آپ جہاں کہیں تشریف لے جاتے قریش اور ان کے بچے یا نوکر چاکر ہر جگہ آپ کی گھات لگائے ہوئے دکھائی دیتے، جناب فاطمہ زہرا =نے اپنی کمسنی کے باوجود تمام باتوں کا مشاہدہ فرماتی تھیں، نیز آپ نے ان کمرشکن مصائب و آلام کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے اپنی والدۂ گرامی کا ہاتھ بٹاتی رہیں اور آپ کے اوپر جو سنگین مصیبت بھی پڑی آپ اس کا مقابلہ کرتی رہیں اس کے ساتھ آپ کو اذیت و آزار اور ظلم و بربریت کی اس وادی پُر خار سے گذرنا پڑا جس نے ابتدائی مسلمانوں کا جینا دوبھر کر رکھا تھا۔

شہزادی کائناتؑ نے اپنی کمسنی سے ہی تبلیغ رسالت کی آزمایشوں میں زندگی کا آغاز کیا حتی کہ اپنے والد اور والدۂ گرامی نیز دوسرے بنی ہاشم کے ساتھ شعب ابو طالب میں اقتصادی اور سماجی محاصرہ کو بھی دیکھا جب کہ محاصرہ کی شروعات میں آپ کی عمر دو سال سے زیادہ نہیں تھی۔

تین سال تک جاری رہنے والا یہ تلخ محاصرہ اٹھا ہی تھا کہ آپ کی شفیق والدۂ گرامی اور آپ کے بابا کے مہربان چچا جناب ابو طالبؑ کی وفات ہو گئی۔ اس وقت آپ کی عمر چھ سال بھی نہیں ہوئی تھی آپ ان مشکلات اور آلام و مصائب میں اپنے والد گرامی کو تسلی دیتی تھیں اور ان کی تنہائی میں ایک مونس غم ہونے کے ساتھ ساتھ قریش کی ایذا رسانیوں کو برداشت کرنے میں ہر طرح سے رسالت کی شریک کار تھیں۔

آٹھ سال کی عمر میں حضرت علیؑ اور (فاطمہ نام کی) بنی ہاشم کی محترم خواتین (جنہیں فواطم کہا جاتا ہے) کے ساتھ مدینۂ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور جب تک حضرت علیؑ کے ساتھ آپ کی شادی نہ ہو گئی آپ اپنے والد گرامی کے ساتھ رہیں اور شادی کے بعد اس گھر کی بنیاد رکھی جو پیغمبر اسلامؐ کے گھر کے بعد عالم اسلام کا سب سے بلند و بالا اور عظیم گھر تھا اور بعد میں یہی گھر رسول اللہ کی پاک و پاکیزہ اور طیب و طاہر ذریت اور خداوند عالم کی طرف سے عترت پیغمبرؐ کو عطا ہونے والے کوثر (نسل) کے لئے ایک صدف پُر گہر میں تبدیل ہو گیا۔

شہزادی دو عالم = نے تاریخ اسلام کے مشکل ترین دور میں ایک نمونۂ عمل بیوی اور ایک عالی مرتبت ماں کا بہترین کردار پیش کیا جس میں اسلامی تاریخ قدیم اور بوسیدہ رسم و رواج اور جاہلیت زدہ انسانیت کے در میان مستقبل کے لئے اعلیٰ اور دائمی منصوبے تیار کر رہی تھی ایسی جاہلیت جس میں عورت کی انسانیت ہی زیر سوال تھی اور جس میں بیٹی کی اوقات ذلت و خواری کے بدنما داغ سے زیادہ کچھ نہ تھی اس میں شہزادی کائناتؑ جو رسالت محمدیہؐ کی لخت جگر اور دین الٰہی کی اکلوتی بیٹی تھیں کے کاندھوں پر یہ ذمہ داری تھی کہ آپ اپنے انفرادی، سماجی اور گھریلو کردار سے ایک ایسا مجسم نمونۂ عمل پیش کر دیں جسمیں رسالت کی تمام قدریں ایک ہی جگہ سمٹی ہوئی ہوں۔

چنانچہ آپ نے عالم انسانیت کے سامنے یہ ثابت کر دکھایا کہ ایک خاتون ہونے کے باوجود ہر لحاظ سے ایک

کامل شخصیت ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور اس کے کرشمۂ قدرت کی آیت کبریٰ بھی ہیں کیونکہ اسی نے جناب فاطمہ زہرا = کو بے حد عظمت وجلالت اور نورانیت سے نوازا ہے۔

آپ حضرت علیؑ کی زوجہ اور اہل جنت کے سید و سردار فرزندان رسول مختار یعنی دو عظیم المنزلت ائمہ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ نیز جناب زینب وام کلثوم جیسی مجاہدہ وصابرہ بیٹیوں کی والدۂ گرامی بھی ہیں جب کہ آپ کے والد گرامی کی وفات کے بعد آپ کے گھر اور بیت وحی ورسالت کی حرمت کی پامالی کے وقت آپ کے آخری فرزند جناب محسنؑ نے آپ کے شکم میں ہی شہادت پائی اور اسی طرح اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد اس مجاہدہ وشہیدہ ماں نے رسالت الٰہیہ کی حفاظت اور امامت کو انحراف وگمراہی سے بچانے کے لئے راہ خدا میں سب سے پہلے قربانی پیش فرمائی ہے۔

شہزادی کائناتؑ نے سخت ترین حالات میں قدم قدم پر اپنے والد گرامی اور شوہر نامدار کا ہاتھ بٹایا اور حد درجہ سعی وکوشش اور جہد مسلسل اور زبان وبیان کے ذریعہ اسلام کی نصرت وامداد فرمائی خاص طور سے اہلبیت رسالتؑ کی تربیت میں ایک مثالی کردار پیش کیا جنہیں پیغمبر اسلامؐ نے اپنے بعد اسلام کی نصرت وحمایت کا فریضہ سپرد فرمایا تھا۔ بالآخر اس تلخ ترین جہاد کے بعد آپ ہی سب سے پہلے آنحضرتؐ سے ملحق ہوئیں مگر اس عرصہ میں مشرکین اور منافقین کی خودسری اور بربریت کے خلاف مختلف مورچوں پر جہاد کی صفوں کو منظّم کردیا اور ان کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئیں اور جس طرح منحرفین کا مقابلہ کرنے میں آپ کا منفرد مقام ہے اسی طرح عورتوں کی تہذیب وتمدن کی بنیاد ڈالنے میں بھی آپ کا اپنا ایک نمایاں مقام ومرتبہ ہے اور سچ تو یہی ہے کہ آپ جہاد وشجاعت، صبر وشہادت اور ایثار وقربانی کی حقیقی علمبردار ہیں کیونکہ اپنی مختصر سی عمر میں ہی آپ نے ان تمام میدانوں میں بڑے بڑے ناموراور مایہ ناز لوگوں کو بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے۔

لہٰذا آپ کی مقدس ومطہر بارگاہ میں ہدیۂ اسلام پیش ہے اس دن، جب آپ دنیا میں تشریف لائیں، جب جام شہادت نوش فرمایا اور جس دن زندہ اٹھائی جائیں گی اور عظمت وجلالت، شرف ومنزلت اور کرامت و بزرگی کا ہر جامہ آپ کے زیب تن ہوگا۔

دوسری فصل

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی شخصیت کی تجلّیاں

شہزادی کائناتؑ، اللہ تعالی کے سب سے عظیم الشان پیغمبر کی بیٹی، پہلے امام امیر المومنینؑ کی شریکۂ حیات، سلسلہ امامت کی دو درخشندہ ترین شخصیتوں کی مادر گرامی ہیں بیشک آپ ہی آخری رسالت الٰہیہ کا روشن ومنور آئینہ ہیں نیز عالمین کی عورتوں کی سیدہ وسردار اور رسول اطہر کی پاک وپاکیزہ ذریت کا صدف اوران کی طیب وطاہر نسل کا سرچشمہ آپ ہی کی ذات ہے۔

آپ کی تاریخ، رسالت کی تاریخ سے جڑی ہوئی ہے کیونکہ آپ ہجرت سے آٹھ سال پہلے پیدا ہوئیں اور آنحضرتؐ کی وفات کے چند مہینے بعد ہی اس دنیا سے تشریف لے گئیں۔

آپ کی عظمت ومنزلت نیز مقصد شریعت کے بارے میں آپ کی دوڑ دھوپ کی بنا پر نبی اکرمؐ نے زبان وحی ورسالت سے اسکا بار بار اسی طرح اعلان کیا ہے جس طرح قرآن مجید نے صراحت کے ساتھ اہلبیتؑ کے فضائل وکرامات کا تذکرہ کرنے کے علاوہ شہزادی کائنات کی عظمت ومنزلت کا خصوصی تذکرہ بھی فرمایا ہے۔

شہزادیؑ کائنات قرآن مجید کی روشنی میں

جن لوگوں نے حق کی راہ میں قربانی دی ہے قرآن مجید کی آیتوں میں ان کی تجلیل وتعظیم کے ساتھ ساتھ ان کی مدح وثنا بھی ہوئی ہے چنانچہ ان آیتوں کی تلاوت کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

قرآن مجید نے جن لوگوں کا خصوصی تذکرہ کیا ہے اور ان کے کردار اور فضائل و کمالات کی نمایاں طور سے تعریف کی ہے ان میں اہلبیتؑ پیغمبر ہر مقام پر سرفہرست نظر آتے ہیں مورخین اور مفسرین نے نقل کیا ہے کہ ان حضرات کی مدح و ثنا میں کثرت کے ساتھ قرآن مجید کی آیتیں نازل ہوئی ہیں بلکہ قرآن مجید کے متعدد سورے تو ان کے بتائے ہوئے جادۂ حق اور ان کے حسن عمل کی تائید اور مدح سرائی کے ساتھ ان کی پیروی کی دعوت سے مخصوص ہیں۔

ا۔کوثر رسالت

کوثر یعنی خیر کثیر اور اگر چہ بظاہر اس میں وہ تمام نعمتیں شامل ہیں جن سے اللہ تعالی نے اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفیؐ کو نوازا تھا لیکن سورۂ کوثر کی آخری آیت کی شان نزول کے بارے میں جو تفصیلات ذکر ہوئے ہیں ان سے یہ بالکل واضح ہے کہ اس خیر کثیر کا تعلق کثرت نسل اور اولاد سے ہے جیسا کہ آج پوری دنیا جانتی ہے کہ رسول اسلامؐ کی نسل طیبہ آپ کی اکلوتی بیٹی حضرت فاطمہ زہرا = سے ہی چلی ہے جسکا تذکرہ حضور اکرمؐ کے بعض احادیث میں بھی موجود ہے۔

مفسرین نے اس سلسلہ میں یہ نقل کیا ہے کہ عاص بن وائل نے ایک دن قریش کے بڑے بڑے لوگوں سے یہ کہا: محمد تو لاولد، ہیں اور ان کا کوئی بیٹا نہیں ہے (۱) جو ان کا جانشین بن سکے لہذا جس دن یہ دنیا سے چلے جائیں گے اس دن ان کا کوئی نام لینے والا بھی نہ رہے گا۔

یہی شان نزول جناب ابن عباس اور اکثر اہل تفسیر نے ذکر کی ہے (۲) اور مشہور مفسر، فخر رازی نے کوثر کے معنی کے بارے میں اگر چہ مفسرین کے اختلاف کا تذکرہ کیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے واضح الفاظ میں یہ بھی تحریر کیا ہے کہ ''اور تیسرا نظریہ، یہ ہے کہ کوثر سے مراد آپؐ کی اولاد ہے...... کیونکہ یہ سورہ اس

ا۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب پیغمبرؐ کے فرزند عبداللہ کہ جو خدیجہ کے بطن سے تھے ان کا انتقال ہو گیا تھا اور پیغمبرؐ کی اولاد ذکور میں سے کوئی باقی نہیں بچا تھا۔

۲۔ تفسیر کبیر، ج ۳۲، ص ۱۳۲۔

شخص کے جواب میں نازل ہوا ہے جس نے آپؐ کو بے اولاد ہونے کا طعنہ دیا تھا لہذا اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو ایسی نسل عطا گئی ہے جو ہمیشہ باقی رہے گی (اسکے بعد کہتے ہیں) چنانچہ آپ خود دیکھ سکتے ہیں کہ اہلبیتؑ کا کس طرح قتل عام کیا گیا ہے؟ پھر بھی دنیا ان سے بھری ہوئی ہے جب کہ بنی امیہ کا کوئی نام لینے والا بھی نہیں ہے نیز آپ یہ بھی دیکھئے کہ ان کے درمیان کتنے بڑے بڑے اور اکابر علماء گذرے ہیں جیسے (امام محمد) باقر (امام جعفر) صادق (امام موسیٰ) کاظم (امام علی) رضا ؑ اور نفس زکیہ وغیرہ۔

جس طرح آیۂ مباہلہ دلیل ہے (۱) کہ امام حسن و حسینؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں اسی طرح اس بارے میں آنحضرتؐ کی متعدد حدیثیں بھی موجود ہیں کہ خداوند عالم نے ہر نبی کی ذریت اسکے صلب میں رکھی ہے اور ختمی مرتبتؐ کی نسل کو حضرت علیؑ کے صلب میں قرار دیا ہے نیز صحاح میں پیغمبر اکرمؐ کی یہ حدیث نقل کی گئی ہے کہ آپ نے امام حسنؑ کے بارے میں یہ فرمایا تھا: میرا یہ بیٹا سید و سردار ہے اور اللہ عنقریب اس کے ذریعہ دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے۔ (۲)

۲۔ فاطمہ زہراؑ سورۂ دہر میں

ایک روز امام حسنؑ اور امام حسینؑ مریض ہوئے اور رسول اسلامؐ کچھ لوگوں کے ساتھ ان کی عیادت کرنے گئے تو آپؐ نے فرمایا: اے علیؑ تم اپنے ان دونوں بیٹوں کی شفا کے لئے کچھ نذر کرلو! چنانچہ حضرت علیؑ و فاطمہؑ اور آپؑ کی کنیز فضہ نے یہ نذر کی کہ اگر یہ دونوں شفایاب ہوگئے تو ہم تین روزے رکھیں گے چنانچہ دونوں شہزادے بالکل شفایاب ہوگئے گھر میں کچھ نہیں تھا حضرت علیؑ، شمعون یہودی سے تین صاع (سیر) جو ادھار لیکر آئے جن میں سے شہزادی کائناتؑ نے ایک سیر جو کا آٹا پیس کر اسی کی پانچ روٹیاں بنالیں اور سب لوگ انھیں اپنے سامنے رکھ کر افطار کرنے بیٹھ گئے کہ اسی وقت ایک سائل نے آکر سوال کیا: اے

۱۔ تاریخ بغداد: ج۱، ص۳۱۶، ریاض النضرہ: ج۲، ص۱۶۸، کنز العمال: ج۱۱ ح۳۲۸۹۲۔

۲۔ صحیح بخاری: کتاب صلح، صحیح ترمذی: ج۵، ح۳۷۷۳، ط احیاء تراث، مسند احمد: ج۵، ص۴۴ تاریخ بغداد: ج۳، ص۲۱۵ کنز العمال: ج۱۲، ۱۱۳ احادیث ۳۴۳۰۴، ۳۴۳۰۱، ۳۷۶۵۴۔

حضرت محمدؐ کے اہلبیتؑ آپ حضرات کی خدمت میں سلام عرض ہے، میں مسلمان مسکینوں میں سے ایک مسکین ہوں مجھے کھانا عطا فرما دیجئے اللہ تعالی آپ کو جنت کے کھانوں سے سیر و سیراب فرمائے: سب نے ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی تمام روٹیاں سائل کو دے دیں اور پانی کے علاوہ کچھ نہیں چکھا اور صبح کو پھر روزہ رکھ لیا شام کو جب روزہ کھولنے کے لئے بیٹھے تو ایک یتیم نے آ کر سوال کر لیا اور انھوں نے اس یتیم کو اپنا کھانا دیدیا تیسرے دن ایک اسیر آ گیا اور اس دن بھی گذشتہ واقعہ پیش آیا صبح کو حضرت علیؑ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا ہاتھ پکڑ کر رسول اکرمؐ کی خدمت میں لے گئے جب ان پر آنحضرتؐ کی نظر پڑی تو دیکھا کہ وہ بھوک کی شدت سے لرز رہے ہیں آپؐ نے فرمایا میرے لئے یہ کتنی تکلیف دہ بات ہے یہ تمہاری کیا حالت ہے؟ پھر آپؐ ان کے ساتھ جناب فاطمہؐ کے گھر تشریف لے گئے تو کیا دیکھا کہ شہزادیؑ کائنات محراب میں مشغول عبادت ہیں اور ان کا پیٹ کمر سے ملا ہوا ہے اور آنکھیں اندر دھنس چکی تھیں یہ دیکھ کر آپ کو مزید تکلیف ہوئی تب جناب جبرئیل آپ کی خدمت میں نازل ہوئے اور کہا: اے محمدؐ آپ کو مبارک ہو یہ لیجئے خداوند عالم نے آپ کو آپ کے اہل بیتؑ کے بارے میں مبارکباد پیش کی ہے، پھر انھوں نے اس سورہ کی تلاوت فرمائی۔(۱)

مختصر یہ کہ شہزادی کائناتؐ ان لوگوں میں شامل ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالی نے یہ گواہی دی ہے کہ آپ ان نیک لوگوں میں سے ہیں جو اس جام شربت سے سیراب ہوں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی یہی وہ حضرات ہیں جو اپنی نذر کو پورا کرتے ہیں اور اس دن کے شر سے خائف رہتے ہیں جس کا شر ہر ایک کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا اور یہی وہ حضرات ہیں جو کھانے کی ضرورت ہونے کے باوجود اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں چاہے اسکی وجہ سے انھیں دشواریوں کا سامنا ہی کیوں نہ کرنا پڑے اور وہ صرف خدا کی مرضی اور خوشی کے لئے کھانا کھلاتے ہیں اور ان سے کسی قسم کے شکریہ اور بدلہ کے خواہشمند نہیں رہتے یہی وہ حضرات ہیں جنھوں نے خدا کے لئے صبر و تحمل سے کام لیا ہے......اور انہی کو خداوند عالم اس بدترین

۱۔ سورۂ دہر یا ھل اتی یا انسان۔

دن کے شر سے محفوظ رکھا ہے...... اور ان کے صبر و تحمل کے انعام میں انہیں جنت و حریر سے نوازا ہے۔(۱)

۳۔ فاطمہ زہراؑ آیت تطہیر میں

آیۂ تطہیر رسول خداؐ پر اس وقت نازل ہوئی جب آپ جناب ام سلمہ ؓ کے گھر میں تشریف فرما تھے اور آپ نے اپنے دونوں نواسوں حسنؑ و حسینؑ اور ان کے والد اور والدۂ گرامی کو اپنے پاس بٹھا کر اپنے اور ان کے اوپر ایک چادر ڈال دی تا کہ آپ کی ازواج اور دوسرے لوگ ان سے بالکل علیحدہ ہو جائیں تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا﴾(۲)

اے اہلبیتؑ اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ تم سے رجس اور گندگی کو دور رکھے اور تمہیں اسی طرح پاک رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

یہ حضرات ابھی اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے کہ پیغمبرؐ نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ چادر سے اپنے ہاتھ باہر نکال کر آسمان کی طرف بلند کئے اور یہ دعا فرمائی:

"اللھم ھولاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس و طھرھم تطھیراً"۔

بارالٰہا! یہ میرے اہلبیت ہیں لہٰذا تو ان سے رجس کو دور رکھنا اور انھیں پاک و پاکیزہ رکھنا۔

آپ بار بار یہی دہرا رہے تھے اور جناب ام سلمہ یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھیں اور آنحضرتؐ کی آواز بھی سن رہی تھیں اسی لئے وہ بھی یہ کہتی ہوئی چادر کی طرف بڑھیں: اے اللہ کے رسول میں بھی آپ حضرات کے ساتھ ہوں؟ تو آپ نے ان کے ہاتھ سے چادر کا گوشہ اپنی طرف کھینچتے ہوئے فرمایا: نہیں تم خیر پر ہو؟(۳)

۱۔ ملاحظہ فرمائیے: کشاف مولفہ زمخشری، تفسیر کبیر مولفہ ثعلبی، اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۳۰ اور تفسیر فخر رازی۔

۲۔ سورۂ احزاب ۳۳۔

۳۔ صحیح مسلم: کتاب فضائل صحابہ و مستدرک صحیحین، ۳/۱۴۷، الدر المنثور، ذیل تفسیر آیۂ تطہیر، تفسیر طبری ۲۲/۵، صحیح ترمذی ۵ حدیث ۳۷۸۷، مسند احمد ۶/۲۹۲ و ۳۰۴، اسد الغابہ ۴/۲۹، تہذیب التہذیب ۲/۲۵۸۔

آیت نازل ہونے کے بعد رسول اسلامؐ کا مسلسل یہ دستور تھا کہ آپ جب بھی صبح کی نماز پڑھنے کے لئے اپنے گھر سے نکلتے تھے تو شہزادیؑ کائنات کے دروازہ پر آ کر یہ فرماتے تھے:

''الصلاۃ یا اھل البیت انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس ویطھرکم تطھیراً''

نماز! اے اہلبیت بیشک اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ تم سے ہر رجس اور برائی کو دور رکھے اور تمہیں پاک و پاکیزہ رکھے۔

آپ کی یہ سیرت چھ یا آٹھ مہینے تک جاری رہی۔(۱)

یہ آیت گناہوں سے اہلبیتؑ کے معصوم ہونے کی بھی دلیل ہے کیونکہ رجس گناہ کو کہا جاتا ہے اور آیت کے شروع میں کلمہ'' انّما '' آیا ہے جو حصر پر دلالت کرتا ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ ان کے بارے میں اللہ کا بس یہ ارادہ ہے کہ ان سے گناہوں کو دور رکھے اور انہیں پاک و پاکیزہ رکھے اور یہی حقیقی اور واقعی عصمت ہے جیسا کہ نبھانی نے تفسیر طبری سے آیت کے یہی معنی وضاحت کے ساتھ بیان کئے ہیں۔(۲)

۴۔ مودت زہراؑ اجر رسالت

جناب جابر نے روایت کی ہے کہ ایک دیہاتی عرب رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا اے محمدؐ مجھے مسلمان بنا دیجئے آپ نے فرمایا: یہ گواہی دو:

''لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ وان محمداً عبدہ ورسولہ''۔

''اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے، وہ لاشریک ہے اور محمد اس کے بندہ اور رسول ہیں''۔

اس نے کہا آپ مجھ سے کوئی اجرت طلب کریں گے؟

۱۔ الکلمۃ الغراء فی تفضیل الزہرا ص ۲۰۰، علامہ سید عبدالحسین شرف الدین فرماتے ہیں: اسے امام احمد نے اپنی صحیح کی ج ۳ ص ۲۵۹ ، پر اور حاکم نے بھی نقل کیا ہے نیز اسے ترمذی نے صحیح اور ابن ابی شیبہ، ابن حریر، ابن منذر، ابن مردویہ اور طبرانی وغیرہ نے ((حسن)) قرار دیا ہے۔

۲۔ الکلمۃ الغراء فی تفضیل الزہرا ص ۱۰۰۔

فرمایا: نہیں صرف قرابتداروں کی محبت، اس نے کہا میرے قرابتداروں یا آپ کے قرابتداروں کی؟ فرمایا میرے قرابتداروں کی وہ بولا میں آپ کی بیعت کرتا ہوں لہذا جو شخص بھی آپ اور آپ کے قرابتداروں سے محبت نہ کرے اس پر خدا کی لعنت ہو، آپ نے فرمایا آمین۔(۱)

مجاہد نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ اس مودت سے آپ کی پیروی آپ کی رسالت کی تصدیق اور آپ کے اعزاء سے صلۂ رحم کرنا مراد ہے جب کہ ابن عباس نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ: آپ کی قرابتداری کا خیال رکھ کر اس کی حفاظت کی جائے۔(۲)

زمخشری نے ذکر کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اسی وقت رسول اللہؐ سے یہ سوال کیا گیا: اے اللہ کے رسول آپ کے وہ قرابت دار کون ہیں جن کی محبت ہمارے اوپر واجب کی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: علیؑ فاطمہ = اور ان کے دونوں بیٹے۔(۳)

۵۔ فاطمہ زہراؑ آیۂ مباہلہ میں

تمام اہل قبلہ حتی کہ خوارج کا بھی اس بات پر اجماع واتفاق ہے کہ نبی اکرمؐ نے مباہلہ کے لئے عورتوں کی جگہ صرف اپنی پارۂ جگر جناب فاطمہ زہراؑ کو اور بیٹوں میں اپنے دونوں نواسوں امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو اور نفسوں میں صرف حضرت علی علیہ السلام کو ساتھ لیا جو آپ کے لئے ویسے ہی تھے جیسے موسیٰ کے لئے ہارون اور عیسائیوں سے مباہلہ کرنے کے لئے تشریف لے گئے اور صرف یہی حضرات اس آیت کے مصداق ہیں اور یہ ایک ایسی واضح وآشکار چیز ہے جس کا انکار کسی کے لئے ممکن نہیں ہے اور اس فضیلت میں کوئی بھی آپ حضرات کا شریک نہیں ہے اور جو شخص بھی تاریخ مسلمین کی ورق گردانی کرے گا اسے روز روشن کی طرح

۱۔ حلیۃ الاولیاء: ج ۳، ص ۲۰۱، تفسیر الطبری: ج ۲۵، ص ۲۵۔۱۶۔۱۷، تفسیر المنثور سورۂ شوریٰ کی تیسری آیۃ کی تفسیر، الصوائق المحرقۃ: ۲۶۱ واسد الغابۃ: ج ۵، ص ۳۶۷۔

۲۔ فضائل الخمسہ بن الصحاح الستہ ج ۱ ص ۳۰۷۔

۳۔ الکشاف فی تفسیر الآیہ، وتفسیر الکبیر: فخر رازی، اور الدر المنثور: اور ذخائر العقبی: ۲۵ الغدیر: ج ۳۔ علامہ امینی نے اس آیت کے شان نزول کے بارے میں کہ یہ اہل بیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے ۴۵ ماخذ ذکر کئے ہیں۔

یہی نظر آئے گا کہ یہ آیت ان ہی سے مخصوص ہے اور ان کے علاوہ کسی اور کے لئے نازل نہیں ہوئی ہے۔(۱)

نبی اکرمؐ ان حضرات کو اپنے ساتھ لے کر عیسائیوں سے مباہلہ کرنے کے لئے تشریف لے گئے اور آپ نے ان پر فتح حاصل کی، اس وقت امہات المومنین (ازواج نبیؐ) سب کی سب اپنے گھروں پر موجود تھیں مگر آپ نے ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں بلایا اور نہ ہی اپنی پھوپھی جناب صفیہ اور اپنی چچازاد بہن جناب ام ہانی کو ساتھ لیا اور نہ ہی خلفائے ثلاثہ کی ازواج یا انصار ومھاجرین کی عورتوں میں سے کسی کو اپنے ساتھ لے گئے۔

اسی طرح آپ نے جوانان جنت کے دونوں سرداروں یعنی (امام حسن اور امام حسینؑ) کے ساتھ بنی ہاشم یا صحابہ کے کسی بچہ اور جوان کو نہیں بلایا اور نہ ہی حضرت علیؑ کے علاوہ اپنے اعزاء واقرباء اور ابتدائی اور قدیم مسلمانوں اور اصحاب میں سے کسی کو دعوت دی اور جب ان چاروں حضرات کو لے کر آپ باہر نکلے تو آپ کالے بالوں والی چادر اوڑھے ہوئے تھے جیسا کہ امام فخر رازی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ امام حسینؑ آپ کی آغوش میں اور امام حسنؑ آپ کی انگلی پکڑے ہوئے تھے جناب فاطمہؐ آپ کے پیچھے اور ان کے بعد حضرت علیؑ چلے آرہے تھے اور آنحضرتؐ ان سے یہ فرمارہے تھے: جب میں دعا کروں تو تم لوگ آمین کہنا، اُدھر اسقف نجران نے کہا: اے میرے عیسائی بھائیو!: میں ان چہروں کو دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ خدا سے پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹانے کی دعا کردیں تو وہ اسے وہاں سے، ہٹا دے گا لہذا ان سے مباہلہ نہ کرنا ورنہ مارے جاؤ گے اور قیامت تک روئے زمین پر کسی عیسائی کا نام ونشان باقی نہیں رہ جائے گا۔(۲)

فخر رازی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: یہ آیت دلیل ہے کہ حسنؑ اور حسینؑ رسول اللہؐ کے فرزند ہیں کیونکہ آپ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنے بیٹوں کو لے کر آئیں گے اور آپ حسن وحسینؑ کو ساتھ لائے تھے لہذا ان دونوں کا فرزند رسولؐ ہونا بالکل طے شدہ بات ہے۔(۳)

۱۔الکلمۃ الغراء فی تفضیل الزہرا:۱۸۱۔

۲۔علامہ سید عبد الحسین شرف الدین کہتے ہیں: اس واقعہ کو تمام محدثین اور مورخین نے دسویں ہجری کے واقعات کی تفسیر کے ذیل میں تحریر کیا ہے اور یہی مباہلہ کا سال ہے اسی طرح ملاحظہ کیجئے صحیح مسلم کتاب فضائل صحابہ، کشاف زمخشری سورۂ آل عمران کی ۶۱ ویں آیت۔

۳۔تفسیر الکبیر: آیۃ کی تفسیر کے ذیل میں، الصواعق المحرقہ:۲۳۸۔

شہزادیٔ کائنات سلام اللہ علیہا سید المرسلینؐ کی نگاہ میں!

رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے:

﴿أن الله ليغضب لغضب فاطمة ، و يرضى لرضاها﴾

بیشک اللہ تعالیٰ فاطمہؑ کی ناراضگی سے ناراض اوران کے خوش ہو جانے سے راضی ہو جاتا ہے۔(۱)

﴿فاطمة بضعة مني ؛ من آذاها فقد آذاني ، و من أحبها فقد أحبني﴾

فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف دی ہے اور جس نے اس سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی ہے۔(۲)

﴿فاطمة قلبي و روحي التي بين جنبي﴾ فاطمہ میرا دل اور میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان موجود میری روح ہے۔(۳)

﴿فاطمه سيده نساء العالمين﴾ فاطمہ عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں۔(۴)

اس قسم کی شہادتیں کتب حدیث وسیرت میں رسول اکرمؐ سے کثرت کے ساتھ مروی ہیں اور جو اپنی خواہش سے کوئی کلام ہی نہیں کرتے تھے نیز رشتہ داری یا دوسرے وجوہات سے بالکل متاثر نہیں ہوتے تھے اور خدا کی راہ میں آپ کو کسی بھی ملامت کرنے والے کی ملامت کی کوئی پروا نہیں تھی۔

رسول اکرمؐ نے اپنے کو اسلام کی تبلیغ کے لئے بالکل وقف کر رکھا تھا اور آپ کی سیرت تمام لوگوں کے لئے

۱۔ کنز العمال: ج ۱۲، ص ۱۱۱، مستدرک صحیحین: ج ۳، ص ۱۵۴، میزان الاعتدال: ج ۱، ص ۵۳۵۔

۲۔ صواعق المحرقۃ: ۲۸۹، الامامۃ والسیاسۃ: ص ۳۱، کنز العمال: ج ۱۲، ص ۱۱۱، خصائص النسائی: ۳۵، صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابۃ۔

۳۔ فرائد السمطین: ج ۲، ص ۶۶۔

۴۔ المستدرک صحیحین: ج ۳، ص ۱۷۰، وابونعیم فی حلیۃ الاولیاء: ج ۲، ص ۳۹، والطحاوی فی مشکل الآثار: ج ۱، ص ۴۸، وشرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید: ج ۹، ص ۱۹۳، والعوالم: ج ۱۱، ص ۱۴۱۔۱۴۶۔

نمونہ عمل تھی، مختصر یہ کہ آپ کے دل کی دھڑکن، آنکھوں کی جنبش، ہاتھ پیر کی نقل وحرکت اور آپ کے افکار کی شعاعیں قول، فعل اور تقریر (یعنی آپ کی سنت) بلکہ آپ کا پورا وجود ہی دین کی علامت، شریعت کا سرچشمہ، ہدایت کا چراغ اور نجات کا وسیلہ بن گیا۔

جتنا زمانہ گذرتا جارہا ہے اور اسلامی سماج جتنی ترقی کررہا ہے اتنا ہی ان سے ہماری محبتوں میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے یا جب بھی ہم آنحضرت کے کلام میں اسلام کے اس بنیادی نکتہ کو دیکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ان سے یہ فرمایا تھا: "**یا فاطمة اعملی لنفسک فانّی لا اغنی عنک من اللّٰه شیئاً**" اے فاطمہؑ اپنے لئے عمل کرو کیونکہ میں خدا کی طرف سے تمہارے لئے کسی چیز کا ذمہ دار نہیں بن سکتا ہوں (۱) (یعنی ہر شخص اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے)۔

آپؐ نے فرمایا: ﴿**کمل من الرجال کثیر ، و لم یکمل من النساء إلا مریم بنت عمران ، و آسیة بنت مزاحم امرأة فرعون ، و خدیجة بنت خویلد و فاطمة بنت محمد** صلی اللہ علیہ و آلہ﴾

کامل مرد تو بہت سارے ہیں مگر کامل عورتیں مریم بنت عمران، فرعون کی زوجہ آسیہ بنت مزاحم، خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمدؐ کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ (۲)

نیز آپؐ نے فرمایا:

﴿**إنما فاطمة شجنة منی ، یقبضنی ما یقبضها ، و یبسطنی ما یبسطها . و إن الأنساب یوم القیامة تنقطع غیر نسبی و سببی و صهری ...**﴾

فاطمہ میری ایک شاخ ہے اور جو چیز اسے خوش کرتی ہے اسی سے مجھے بھی خوشی ہوتی ہے (۳) اور قیامت

۱۔ فاطمه الزهراء وتر فی غمد: مقدمہ از قلم سید موسیٰ صدر۔

۲۔ رواہ صاحب الفصول المہمہ ۲۷، تفسیر الوصول: ج ۲، ص ۱۵۹، شرح ثلاثیات مسند احمد: ج ۲، ص ۵۱۱۔

۳۔ الشجنۃ: اشعبة من کل شیء اشجنهه کالغصن یکون من الشجرة مستدرک الحاکم: ج ۳، ص ۱۵۴، کنز العمال: ج ۱۲، ص ۱۱۱ ح ۳۴۲۴۰۔

کے دن میرے نسب وسبب اور دامادی کے علاوہ تمام نسب ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں گے۔(۱)

ایک دن پیغمبر اسلامؐ جناب فاطمہؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے نکلے اور آپؐ نے فرمایا:﴿من عرف هذه فقد عرفها ، و من لم يعرفها فهي فاطمة بنت محمد ، و هي بضعة مني ، و هي قلبي الذي بين جنبي ؛ فمن آذاها فقد آذاني ، و من آذاني فقد آذى الله﴾

جو اسے جانتا ہے وہ تو اسے جانتا ہی ہے اور جو نہیں جانتا وہ اسے پہچان لے کہ یہ فاطمہ بنت محمد ہے اور یہ میرا ٹکڑا ہے اور یہ میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان دھڑکنے والا میرا دل ہے لہذا جس نے اسے ستایا اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ کو تکلیف دی ہے۔(۲)

نیز فرمایا: ﴿فاطمة أعز البريّة عليّ﴾
فاطمہؑ تمام مخلوقات میں مجھے سب سے زیادہ عزیز ہیں۔(۳)

آپ کی عصمت کی طرف موجود ان اشاروں کے بعد ہمارے لئے ان احادیث کی تفسیر کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے بلکہ یہ احادیث تو آپؑ کی عصمت کے ساتھ اس بات کی شاہد ہیں کہ آپ صرف خدا کے لئے ناراض ہوتی ہیں اور خدا کے لئے راضی اور خوش ہوتی ہیں۔

فاطمہ زہراؑ ائمہ، صحابہ اور مورخین کے اقوال کی روشنی میں

امام زین العابدینؑ نے فرمایا ہے:''لم يولد لرسول اللهؐ من خديجة على فطرة الاسلام الا فاطمة ''اعلان اسلام کے بعد جناب فاطمہؑ کے علاوہ جناب خدیجہؑ سے رسول اکرم کی کوئی اور اولاد نہیں ہوئی۔(۴)

۱۔مسند احمد: ج۴،ص۳۲۳۔۳۳۲،والمستدرک: ج۳،ص۱۵۴۔۱۵۹۔

۲۔فصول المہمہ:۱۴۴، و رواه في كتاب المختصر عن تفسير الثعلبي:۱۲۳۔

۳۔امالی الطوسی: مجلس ا ح ۳۰ ،والمختصر:۱۳۶۔

۴۔روضۃ الکافی: ح۵۳۶۔

امام محمد باقر سے منقول ہے:

﴿و اللہ لقد فطمها اللّٰه تبارک و تعالی بالعلم﴾ (۱)

خدا کی قسم اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو علم سے سیر و سیراب فرمایا ہے۔

امام جعفر صادق سے منقول ہے:

﴿انّها سُمِّيَتْ فاطمة لانّ الخلق فَطَمُوْا عَنْ مَعرِفَتِها﴾ (۲)

آپ کا نام فاطمہ اس لئے رکھا گیا ہے کیونکہ مخلوقات کو آپ کی معرفت سے عاجز رکھا گیا ہے۔

ابن عباس سے منقول ہے ایک دن رسول اکرمؐ تشریف فرما تھے اور آپ کے پاس علیؑ، فاطمہ اور حسنؑ و حسینؑ بھی موجود تھے، تو آپ نے ارشاد فرمایا:

﴿اللّٰهم إنک تعلم أن هؤلاء أهل بيتی و أكرم الناس علی ؛ فأحبب من أحبهم و أبغض من أبغضهم ، و وال من والاهم و عاد من عاداهم ، و أعن من أعانهم ، واجعلهم مطهرين من كل رجس ، معصومين من كل ذنب و أيدهم بروح القدس منک﴾ (۳)

پروردگارا تو بہتر جانتا ہے یہ میرے اہلبیت ہیں اور میرے اوپر ہر ایک سے زیادہ کریم و مہربان ہیں لہذا جو ان سے محبت رکھے اس سے محبت رکھنا اور جو ان سے بغض رکھے اس سے بغض رکھنا جو ان کا چاہنے والا ہو اس سے دوستی رکھنا اور جو ان کا دشمن ہو اس سے دشمنی رکھنا جو ان کی نصرت کرے اس کی مدد فرمانا اور انھیں ہر برائی اور گندگی سے طیب و طاہر اور ہر گناہ سے محفوظ رکھنا اور روح القدس کے ذریعہ ان کی تائید فرمانا۔

جناب ام سلمہ سے یہ روایت ہے: کہ انھوں نے کہا فاطمہؑ بنت رسول اللہ، آپؐ سے شکل و صورت میں سب سے زیادہ مشابہ تھیں۔ (۴)

۱۔ کشف الغمہ: ج۱، ص۴۶۳۔
۲۔ بحار الانوار: ج۴۳، ص۱۹۔
۳۔ بحار الانوار: ج۴۳، ص۶۵ ۔ ۶۴۔
۴۔ کشف الغمہ: ج۱، ص۴۷۱۔

ام المومنین عائشہ نے کہا ہے: میں نے فاطمہ (س) کے بابا کے علاوہ کسی کو ان سے زیادہ زبان کا سچا نہیں پایا سوائے ان کی اولاد کے! (۱) اور جب وہ رسول خداؐ کی خدمت میں پہونچتی تھیں تو آپ ان کے احترام میں کھڑے ہو جاتے تھے ان کو بوسہ دیتے خوش آمدید کہتے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر انھیں اپنی جگہ بٹھاتے تھے اسی طرح جب نبی کریمؐ ان کے پاس تشریف لاتے تھے تو وہ اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر ان کو بوسہ دیتی تھیں اور ان کا کاندھا پکڑ کر اپنی جگہ بٹھاتی تھیں اور پیغمبر اکرمؐ مسلسل انھیں اپنے اسرار (راز) بتاتے رہتے تھے اور اپنے کاموں میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ (۲)

حسن بصری سے منقول ہے: اس امت میں فاطمہؑ سے بڑا کوئی عابد نہیں آپ اتنی نمازیں پڑھتی تھیں کہ آپ کے دونوں پیروں پر ورم آجاتا۔ (۳)

ایک روز عبداللہ بن حسن، اموی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے پاس گئے اس وقت اگر چہ وہ بالکل نوعمر تھے مگر اتنے پر وقار تھے کہ عمر بن عبدالعزیز اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور اس نے آگے بڑھ کر آپ کا استقبال کیا اور آپ کی ضروریات پوری کرنے کے بعد آپ کے پیٹ پر اتنی زور سے چٹکی لی کہ وہ درد سے چیخ پڑے پھر ان سے کہا: اسے شفاعت کے وقت یاد رکھنا (۴) جب وہ واپس چلے گئے تو اس کے حوالی موالیوں نے اس کی مذمت کرتے ہوئے کہا ایک نوعمر بچہ کا اتنا احترام کیوں؟ تو اس نے جواب دیا: مجھ سے ایسے قابل اعتماد اور ثقہ شخص نے نقل کیا ہے جیسے میں نے خود اپنے کانوں سے رسول کی بابرکت زبان سے یہ جملے سنے ہوں کہ آپ نے فرمایا: فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس سے وہ خوشی ہوتی ہے اسی سے مجھے بھی خوش ہوتی ہیں اور مجھے یقین ہے کہ اگر جناب فاطمہؑ زندہ ہوتیں تو ان کے بیٹے کے ساتھ میں نے جو یہ نیک برتاؤ کیا ہے وہ اس سے ضرور خوش ہوتیں پھر انہوں نے پوچھا کہ مگر یہ چٹکی لینے اور یہ سب کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس نے کہا:

۱۔ اہل البیت: ۱۴۴ التوفیق ابو علم۔

۲۔ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۸۴۔

۳۔ وقرة: رزاتة و حلم، العِ نة الطی الذی فی البطن من السمن (المختار، باب عکن)۔

۴۔ الاغانی: ج ۸، ص ۳۰۷، ومقاتل الطالبیین: ۱۲۴۔

بنی ہاشم میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کو حق شفاعت حاصل نہ ہو لہذا میری یہ آرزو ہے کہ مجھے ان کی شفاعت نصیب ہو جائے۔(۱)

ابن صباغ مالکی نے کہا ہے: یہ اس شخصیت کی بیٹی ہیں جن پر ''سبحان الذی اسریٰ'' (پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا)، نازل ہوئی سورج اور چاند کی نظیر خیر البشر کی بیٹی، دنیا میں پاک و پاکیزہ پیدا ہونے والی، اور محکم و استوار اہل نظر کے اجماع کے مطابق سیدہ و سردار ہیں۔

حافظ ابونعیم اصفہانی نے آپ کے بارے میں یہ کہا ہے: چنندہ عابدوں اور زاہدوں میں سے ایک، متقین کے درمیان منتخب شدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، سیدہ، بتول، رسول سے مشابہ اور ان کا ٹکڑا...آپ دنیا اور اسکی رنگینوں سے کنارہ کش اور دنیا کی برائیوں کی پستیوں اور اس کی آفتوں سے اچھی طرح واقف تھیں۔(۲)

ابوالحدید معتزلی یوں رقمطراز ہیں: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب فاطمہ زہرا = کا اتنا زیادہ احترام کیا ہے جس کے بارے میں لوگ گمان بھی نہیں کر سکتے ہیں، حتی کہ آپ اس کی بنا پر باپ اور اولاد کی محبت سے بھی بلند تر مرتبہ پر پہونچ گئے اسی وجہ سے آپ نے نجی نشستوں اور عام محفلوں میں ایک دو بار نہیں بلکہ بار بار فرمایا اور ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد جگہوں پر یہ ارشاد فرمایا: ﴿إنها سيدة نساء العالمين ، و إنها عديلة مريم بنت عمران ، و إنها إذا مرت في الموقف نادى مناد من جهة العرش : يا أهل الموقف ! غضوا أبصاركم ؛ لتعبر فاطمة بنت محمد﴾ یہ عالمین کی عورتوں کی سیدہ و سردار ہے یہ مریم بنت عمران کی ہم پلہ ہے اور جب روز قیامت میدان محشر سے ان کا گذر ہوگا تو عرش کی طرف سے ایک منادی یہ آواز دے گا: اہل محشر اپنی نظریں جھکا لو تا کہ فاطمہؑ بنت محمد گذر جائیں، یہ صحیح احادیث میں سے ہے اور ضعیف حدیثوں میں نہیں ہے اور ایک دو بار نہیں بلکہ آپؐ نے نہ جانے کتنی بار یہ ارشاد فرمایا: ﴿يؤذيني ما يؤذيها ، يغضبني ما يغضبها ،و إنها بضعة مني ؛ يريبني ما رابها﴾(۳) جس

۱۔ الفصول المہمۃ: ۱۴۱، ط بیروت۔ ۲۔ حلیۃ الاولیاء: ج۲، ص۳۹، ط بیروت۔

۳۔ شرح نہج البلاغہ: ج۹، ص۱۹۳۔

بات سے اسے تکلیف پہنچتی ہے اس سے مجھے بھی تکلیف پہنچتی ہے اور جس بات سے اسے غصہ آتا ہے اسی سے میں بھی غصہ (ناراض) ہو جاتا ہوں اور وہ تو میرا ٹکڑا ہے۔

موجودہ دور کے مورخ ڈاکٹر علی حسن ابراہیم نے لکھا ہے: جناب فاطمہ کی زندگی، تاریخ کا وہ نمایاں ورق ہے جسمیں عظمت کے مختلف رنگ بھرے ہوئے ہیں اور آپ بلقیس یا کلوپطرہ کی طرح نہیں تھیں جن کی عظمت و منزلت کا کل دار مدار ان کے بڑے تخت (بے پناہ دولت و ثروت اور لاجواب حسن و جمال پر تھا اور نہ ہی آپ عائشہ کی طرح تھیں جنہوں نے لشکر کشی اور مردوں کی قیادت کی وجہ سے شہرت حاصل کی بلکہ ہم ایک ایسی شخصیت کی بارگاہ میں حاضر ہیں جن کی حکمت و جلالت کی چھاپ پوری دنیا میں ہر جگہ دکھائی دیتی ہے ایسی حکمت جسکا سرچشمہ اور ماخذ علماء اور فلاسفہ کی کتابیں نہیں ہیں بلکہ یہ وہ تجربات روزگار ہیں جو زمانہ کی الٹ پھیر اور حادثات سے بھرے پڑے ہیں نیز آپ کی جلالت ایسی ہے جسکی پشت پر کسی طرح کی ثروت و دولت اور حکومت کا ہاتھ نہیں ہے بلکہ یہ آپ کے نفس کی پختگی کا کرشمہ ہے۔(۱)

۱۔ فاطمۃ الزہراء بہجۃ قلب المصطفیٰ: ۲۱۔

تیسری فصل

حضرت فاطمہ زہرا = کی شخصیت کے چند نمایاں نقوش

شہزادی کائناتؑ کے تذکروں کا دائرہ کائنات میں نور کی پہلی کرن پھوٹنے سے لیکر آپ کی فانوس حیات کی روشنی کے گل ہونے والے لمحہ کے درمیان موجود وسعتوں سے کہیں زیادہ ہے۔

آپ اس عظیم نبی کی بیٹی ہیں جنہوں نے انسانیت کی فکروں کو ترقی سے سرفراز کر کے منزل معراج پر پہنچادیا نیز آپ ایسے مرد الٰہی کی زوجہ ہیں جو حق کا ایک اہم رکن اور تاریخ بشریت کے سب سے عظیم نبیؐ کے وجود کا استمرار تھے۔

آپ کمال عقل، جمال روح، پاکیزہ صفات اور اصل کرم کی آخری منزلوں پر فائز تھیں آپ نے جس معاشرہ میں زندگی بسر کی اسے اپنی ضوفشانیوں سے منور کر دیا اور یہی نہیں بلکہ اپنے افکار وخیالات کے نتیجہ میں آپ اس سے کہیں آگے نظر آئیں، آپ نے رسالت الٰہیہ کے برپا کردہ انقلاب میں ایسا مقام ومرتبہ حاصل کرلیا اور اس کا اتنا اہم رکن (حصہ) بن گئیں کہ جس کو سمجھے بغیر تاریخ رسالت کو سمجھنا قطعاً ناممکن ہے۔

ایک عورت کے لئے جتنے فضائل وکمالات ضروری ہیں جیسے انسانیت، عفت، پاکدامنی، کرامت قداست وغیرہ کو شہزادی کائناتؑ نے اپنے کردار وعمل کی شکل میں بالکل مجسم کر کے پیش کر دیا اس کے علاوہ آپ کی روشن وتابناک ذکاوت وذہانت، منفرد زیرکی (فطانت) اور وسیع علم اپنی جگہ پر ہے اور آپ کے افتخار کے لئے یہی کافی ہے کہ آپ نے مدرسۂ نبوت اور بیت رسالت میں تربیت پائی اور اپنے والد گرامی سے وہ سب کچھ حاصل کرلیا جو ان پر رب العالمین کی جانب سے نازل کیا گیا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ اپنے والد گرامی کے گھر میں اس علمی دولت سے آراستہ ومزین ہوئیں جو مکہ کی کسی عورت کو نصیب نہ

ہو سکی۔(۱)

آپؑ نے حضرت محمد مصطفیؐ اور حضرت علی مرتضیٰؑ کی شیریں زبانوں سے قرآن کی آیتیں سنیں اور اس کے احکام و فرائض اور سنتوں کو اس طرح ذہن نشین کر لیا کہ بڑے بڑے صاحبان شرف و منزلت بھی اس کی گرد راہ تک نہیں پہونچ سکے۔

آپ نے ایمان و یقین کے ساتھ نشو و نما پائی، وفا و اخلاص اور زہد کے ساتھ پروان چڑھیں اور چند سال کے اندر ہی یہ روشن ہو گیا کہ آپ وہ دختر شرف و منزلت ہیں جس کی نظیر جناب حواء کی بیٹیوں میں کہیں نظر نہیں آسکتی۔

آپ نے ہر کمال میں اپنے بابا کے نقش قدم پر چلتے ہوئے زندگی کے مختلف مراحل طے کئے یہاں تک کہ آپ کے بارے میں ام المومنین عائشہ کو یہ کہنا پڑا: میں نے مخلوقات خدا میں کسی کو فاطمہؑ سے زیادہ لب ولہجہ اور انداز گفتگو میں رسول اکرمؐ سے مشابہ نہیں دیکھا اور جب وہ اپنے والد کی خدمت میں جاتی تھیں تو وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر چومتے تھے بہترین انداز سے انھیں خوش آمدید کہتے تھے اور اپنی جگہ بٹھاتے تھے اور جب آنحضرتؐ اُن کے پاس جاتے تھے تو وہ بھی کھڑے ہو کر آپ کا استقبال کرتی تھیں اور ان کے ہاتھ پکڑ کر ان کو بوسہ دیتی تھیں۔(۲)

یہیں سے ہمیں وہ راز بھی معلوم ہو جاتا ہے جس کی بنا پر حضرت عائشہ نے بالکل واضح الفاظ میں اعلان کیا کہ میں نے زمین کی تمام عورتوں میں جناب فاطمہؑ سے زیادہ رسول خداؐ کی سب سے زیادہ چہیتی کسی کو نہیں پایا اپنے الفاظ میں انھوں نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے: میں نے فاطمہؑ کے بابا کے علاوہ ان سے زیادہ زبان کا سچا کوئی نہیں دیکھا۔(۳)

اس طرح شہزادیٔ کائنات، عالم نسوانیت کی ایک ایسی مکمل اور مجسم علامت بن گئیں جس کے سامنے تمام مومنین کے سر نہایت خلوص کے ساتھ بالکل خم نظر آتے ہیں۔

۱،۲،۳۔اہل البیت: ۱۱۶ مؤلفہ: توفیق ابوعلم۔

ا۔ علم و معرفت

جناب فاطمہ زہراؑ کے لئے وحی و نبوت کے گھر میں جن علوم و معارف کا انتظام موجود تھا آپ نے صرف ان ہی پر اکتفا نہیں کی اور علم و معرفت کے آفتاب کی جو کرنیں آپ کے اوپر مسلسل پڑتی رہتی تھیں آپ نے انھیں کو کافی نہیں سمجھا بلکہ اپنی توانائیوں کے مطابق اپنے والد گرامی اور اپنے شوہر نامدار (جو علم نبی کے شہر کا دروازہ تھے) سے مسلسل علوم حاصل کرتی رہیں آپ اپنے دونوں بیٹوں یعنی امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو پابندی سے بزم پیغمبرؐ میں بھیجا کرتی تھیں اور واپسی پر ان سے سب کچھ دریافت بھی فرماتی تھیں جس سے ایک طرف تو تعلیم سے آپ کی دلچسپی اور دوسری جانب اپنے بچوں کی اعلیٰ تربیت کا انداز معلوم ہوتا ہے نیز یہ کہ اپنے گھر کی تمام مصروفیتوں کے باوجود بھی آپ مسلمان عورتوں کو مسلسل تعلیم دیا کرتی تھیں۔

طلب و نشر علم کی راہ میں آپ کی جہد مسلسل نے آپ کو بزرگ ترین راویات حدیث اور سنت مطہرہ کی حاملات میں سرفہرست لا کھڑا کیا ہے۔ انہی کوششوں کے نتیجہ میں ایک ضخیم کتاب وجود میں آئی جس کی آپ بہت قدر کیا کرتی تھیں "مصحف فاطمہ" نام کی یہ کتاب آپ کی میراث کے طور پر آپ کے فرزندوں آئمہ معصومین علیہم السلام تک یکے بعد دیگرے منتقل ہوتی رہی ہے۔ جس کی تفصیل آپ حضرات آپ کی میراث کے باب میں ملاحظہ کریں گے۔

آپ کی بلندی فکر اور وسعت علم کا اندازہ آپ کے ان ہی دو خطبوں سے لگایا جا سکتا ہے جو آپ نے رسول خداؐ کی وفات کے بعد بالکل برجستہ ارشاد فرمائے تھے جن میں سے ایک خطبہ تو مسجد نبویؐ میں بڑے بڑے صحابہ کے درمیان دیا تھا اور دوسرا خطبہ اپنے گھر میں ارشاد فرمایا تھا اور یہ دونوں ہی خطبے (۱) آج تک آپ کی فکر کی گہرائی، اصالت، نیز آپ کی ثقافتی وسعت نظر، منطقی قوت استدلال اور نااہل ہاتھوں میں امت کی باگ ڈور پہونچ جانے کے بعد رونما ہونے والے واقعات کی پیشین گوئیوں کے بہترین شاہکار ہیں، اسکے علاوہ بارگاہ خدا میں آپ کا بے مثال ادب، خدا اور حق کی راہ میں آپ کے جہاد کا اپنا الگ مقام ہے۔

ا۔ یہ دونوں خطبے، اس کتاب میں آگے چل کر آئیں گے۔

بیشک شہزادیؑ، ان اہل بیتؑ کی ایک فرد تھیں جنھوں نے تقوائے الٰہی کو اپنے گلے لگایا تو اللہ نے انھیں دولت علم سے مالا مال کر دیا (جسکی طرف قرآن میں واضح اشارہ موجو ہے) اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم سے آراستہ و پیراستہ فرمایا۔ (اور گویا آپ کی گھٹی میں علم الٰہی شامل تھا) لہٰذا آپ کو ''فاطمہؑ'' کہا جانے لگا اور چونکہ آپ کی کوئی مثل ونظیر نہیں ہے لہٰذا آپ کو ''بتولؑ'' کہا گیا۔

۲۔اخلاق کریمہ

جناب سیدہ کونینؑ نیک سیرت، پاک باطن، شریف النفس، جلیل القدر، زود فہم، خوش صفات، جری، نڈر، بہادر، غیر تمند خود پسندی سے بیزار اور غرور وتکبر سے دور تھیں۔ (۱)

آپؑ حوصلہ مند، بے حد بردبار، صاحب وقار وسکون، مہربان، پختہ رائے کی مالک اور پاکدامن تھیں۔

اپنے والد نبی رحمت کی وفات سے پہلے آپ کی زندگی پر وقار، مقصد زیست سے سرشار اور خندہ روئی اور تبسّم کے ساتھ بسر ہوئی۔ لیکن اپنے والد کی وفات کے بعد وہ تبسّم نہ جانے کہاں غائب ہو گیا۔

آپ نے حق کے علاوہ کبھی زبان نہیں کھولی سچائی کے علاوہ کوئی گفتگو نہ کی، کسی کا غلط انداز سے کبھی تذکرہ نہیں کیا، آپ غیبت، تہمت، چغلخوری، اشارہ وکنائے نیز کسی کی تضحیک سے کوسوں دور رہیں اسرار کی حفاظت، وعدہ وفائی، نصیحت کی تصدیق، معذرت قبول کرنا برائیوں سے چشم پوشی، گستاخیوں اور جسارتوں کو حلم وبردباری کے ساتھ نظر انداز کر دینا آپ کی عام عادت تھی۔

آپ برائیوں سے دور، خیر وخیرات کی طرف مائل، امانتدار، دل اور زبان کی سچی، عفت وپاکدامنی کی آخری چوٹی (بلندی) پر فائز، پاکدامن اور ایسی پاکیزہ نظر خاتون تھیں جس پر خواہشات نفسانی کا ذرہ برابر اثر نہ ہوتا تھا اور ایسا کیوں نہ ہو؟ آپ تو نبی کریمؐ کے ان اہلبیت میں شامل ہیں جن کو خداوند عالم نے ہر برائی اور گندگی سے دور رکھا ہے۔ (۱)

۱۔اہل بیت: ۱۳۲۔۱۳۴۔

آپ کسی بھی نامحرم مرد سے بات کرتی تھیں تو آپ کے اور اس کے درمیان کوئی نہ کوئی پردہ ضرور حائل رہتا تھا، جو آپ کی عفت و پاکدامنی کی علامت ہے۔

بلکہ اس سلسلہ میں آپ کے احتیاط کا یہ عالم تھا کہ آپ کو یہ بات بھی بری محسوس ہوئی کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے جنازہ کی اسی طرح ایک چادر ڈال کر اس کی تشییع کی جائے جس طرح دوسری عورتوں کا جنازہ اٹھایا جاتا ہے۔(۱)

آپ بے حد زاہدہ اور قناعت پسند تھیں اور آپ کو یہ معلوم تھا کہ لالچ سے دل مردہ ہوتا ہے نیز کام بگڑ جاتے ہیں اسی لئے آپ اپنے والد گرامی کی اس حدیث پر شدت سے عمل پیرا تھیں ”فاطمة اصبری علی مرارة الدنیا لتفوزی بنعیم الابد“ (۲) ”اے فاطمہ دنیا کی تلخیوں پر صبر کرو تا کہ ابدی نعمتوں کی مالک بن جاؤ“ اس لئے آپ معمولی سے معمولی وسائل زندگی اور سادہ زیستی پر خوش وخرم، مشکلاتِ زندگی پر صابر، تھوڑے سے حلال پر قانع نیز راضی وخشنود، دوسروں کے اموال سے بے پروا، ناحق چیز یا غیر خدا سے حاصل شدہ کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھنے کی پابند، مختصر یہ کہ آپ استغناء نفس کا راز ہیں، جیسا کہ آپ کے والد گرامی نے فرمایا ہے: ”انما الغنی غنی النفس“، مالداری (استغناء) صرف نفس کی مالداری ہے۔

آپ وہ سیدۂ بتول ہیں جو دنیا سے کنارہ کش ہو کر، خدا سے بالکل نزدیک، کائنات کی رنگینوں سے متنفر اس کی بلاؤں سے اچھی طرح واقف صبر وتحمل کے ساتھ اپنا فریضہ کو ادا کرنے والی اور بے شمار مشکلات زندگی کے باوجود ہمیشہ اپنے پروردگار کے ذکر میں مصروف دکھائی دیتی ہیں۔

شہزادی دو عالم کو صرف آخرت کی فکر لاحق تھی اسی لئے آپ کو دنیاوی مسرتوں سے خوشی نہ ہوتی تھی، کیونکہ آپ نے اپنے بابا کو بھی ہمیشہ دنیا کی آسائش وآرام اور اس کی لذتوں سے کنارہ کش اور دور ہی دیکھا۔

آپ ہی سے دنیا والوں نے یہ سبق سیکھا ہے کہ بلاؤں پر صبر اور آسائشوں میں ذکر خدا کیسے ہوتا ہے اور

۱۔اہل بیت :۱۳۲۔۱۳۴۔

۲۔اہل بیت :۱۳۲۔۱۳۴۔

قضاء وقدر الٰہی پر کس طرح راضی رہا جاتا ہے جیسا کہ آپ نے اپنے والد گرامی کی یہ حدیث نقل فرمائی ہے:

"ان اللّٰہ اذا احب عبداً ابتلاہ فان صبر اجتباہ و ان رضی اصطفاہ". (۱)

خداوند عالم جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو اسے امتحان اور آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے چنانچہ اگر وہ صبر کر لیتا ہے تو اسے چن لیتا ہے اور اگر وہ راضی رہتا ہے تو اسے ممتاز و منتخب قرار دیتا ہے۔

۳۔ سخاوت وایثار

جود وسخا کے میدان میں آپ اپنے پدر بزرگوار کے نقش قدم پر گامزن رہیں اس لیے کہ آپ نے آنحضرتؐ سے یہ سن رکھا تھا: "السخی قریب من اللّٰہ......" "سخاوت کرنے والا اللہ سے، لوگوں سے اور جنت سے قریب اور جہنم سے دور ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ خود بھی جواد ہے اور سخاوت کرنے والے سے محبت کرتا ہے۔"

اور ایثار تو حضرت محمد مصطفیٰؐ کا شعار تھا یہاں تک کہ آپ کی بعض ازواج نے کہا ہے: پوری زندگی کبھی بھی آپ نے لگاتار تین دن تک سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا بلکہ آپ ہمیشہ یہ فرمایا کرتے تھے: "ولو شئنا لشبعنا ولکنا نؤثر علی انفسنا" (۱) "اگر ہم چاہیں تو شکم سیر، رہ سکتے ہیں مگر ہم لوگ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں"

یہی وجہ ہے کہ شہزادی کائناتؑ اپنے والد کی پیروی میں ایثار وقربانی کے ہر مرحلہ میں آگے نظر آتی ہیں جسکا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے اپنی شادی کا جوڑا بھی سائل کو عطا فرما دیا تھا آپ کے عظیم جود وایثار کے لئے وہی واقعہ کافی ہے جسے ہم سورۂ دہر کی تفسیر کے ذیل میں ذکر کر چکے ہیں۔

جابر بن عبد اللہ انصاری کا بیان ہے: پیغمبر اکرمؐ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی جب تعقیبات سے فارغ ہو گئے تو محراب میں ہماری طرف رخ کر کے بیٹھ گئے لوگ آپ کو ہر طرف سے اپنے حلقہ میں لئے ہوئے تھے کہ اچانک ایک بوڑھا شخص آیا جو بالکل پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا جس سے بڑھاپے اور کمزوری

۱۔ اہل بیتؑ ۱۳۷۔ ۲۔ اہل بیتؑ ۱۳۸۔

کی وجہ سے سنبھلا نہیں جا رہا تھا یہ منظر دیکھ کر رسول اکرمؐ نے اس کی خیریت پوچھی! تو اس نے کہا: اے نبی اللہ میں بہت بھوکا ہوں لہٰذا کچھ کھانے کو دید یجئے میرے پاس کپڑے نہیں ہیں مجھے کپڑے دید یجئے اور میں فقیر بھی ہوں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: میرے پاس تو فی الحال کوئی چیز نہیں ہے پھر بھی چونکہ خیر کی طرف راہنمائی کرنے والا خیرات کرنے والے کی طرح ہوتا ہے لہٰذا تم اس کے گھر چلے جاؤ جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتے ہیں وہ اپنے اوپر اللہ کو ترجیح دیتا ہے، جاؤ تم فاطمہؑ کے حجرہ کی طرف چلے جاؤ (بی بی کا گھر پیغمبر اکرمؐ کے اس حجرے سے ملا ہوا تھا جو ازواج کے حجروں سے الگ آنحضرتؐ کا مخصوص حجرہ تھا) اور فرمایا: اے بلال ذرا اٹھو اور اسے فاطمہؑ کے گھر تک پہنچا دو۔

وہ دیہاتی جناب بلال کے ساتھ چلا گیا، جب وہ جناب فاطمہؑ کے دروازہ پر جا کر رکا تو اس نے بلند آواز سے کہا: نبوت کے گھرانے والو! فرشتوں کی رفت و آمد کے مرکز و مقام اور روح الامین جبرئیل کے نزول کی چوکھٹ والو تم پر پروردگار عالم کا سلام ہو! شہزادی کونینؑ نے جواب دیا تم پر بھی سلام ہو، تم کون ہو؟ اس نے کہا میں ایک بوڑھا اعرابی ہوں آپ کے پدر بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اے دختر پیغمبر اکرمؐ میں برہنہ تن اور بھوکا ہوں لہٰذا مجھ پر کچھ کرم فرمایئے خدا آپؑ پر اپنی رحمت نازل کرے۔ اس وقت آپ کے یہاں یہ حال تھا کہ شہزادی کونین نے اور اسی طرح، مولائے کائناتؑ (حتی حضور اکرم ﷺ) نے تین دن سے کچھ نہ کھایا تھا حضور اکرم ﷺ کو بھی اس بات کا علم تھا جناب سیدہؑ نے گوسفند کی ایک کھال اٹھائی جس پر امام حسنؑ اور امام حسینؑ سوتے تھے اور فرمایا کہ اے دق الباب کرنے والے اس کو لیجا امید ہے کہ خدا اس کے ذریعہ تم کو بھلائی دے گا۔ اعرابی نے کہا: اے دختر پیغمبر ﷺ! میں نے آپؑ سے بھوک کا شکوہ کیا ہے لیکن آپؑ مجھ کو یہ کھال دے رہی ہیں؟ میں اس بھوک میں اس کا کیا کروں؟ یہ سن کر آپ نے اپنی گردن سے وہ ہار اتار کر اس اعرابی کی طرف بڑھا دیا جو آپ کو آپؑ کے چچا حمزہؓ کی بیٹی فاطمہؑ نے تحفہ میں دیا تھا۔

اور فرمایا: لیجا کر اس کو بیچ دینا امید ہے کہ خدا تم کو اس کے ذریعہ اس سے بہتر چیز عنایت فرمائے گا۔ اعرابی ہار لے کر مسجد میں آیا حضور اکرم ﷺ اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے اور کہا: اے

رسول خدا ﷺ! فاطمہؑ نے یہ ہار مجھ کو دے کر کہا ہے اس کو بیچ دینا حضور اکرم ﷺ یہ سن کر رو پڑے اور فرمایا کہ: اس کے ذریعہ اس سے بہتر چیز کیسے عنایت نہ فرمائے گا جبکہ تم کو یہ ہار بنی آدم کی تمام عورتوں کی سردار فاطمہ بنت محمد ﷺ نے دیا ہے؟ اس وقت جناب عمار یاسر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ رسول خدا ﷺ کیا مجھے یہ ہار خریدنے کی اجازت ہے؟ آپ نے فرمایا عمار! اس کو خرید لو کیونکہ اگر جن وانس بھی مل کر اس کو خرید لیں تو ان میں سے کسی پر بھی خدا عذاب نہ فرمائے گا۔ جناب عمار نے عرض کی اے اعرابی یہ ہار کتنے میں بیچو گے؟ اس نے کہا کہ اس کی قیمت یہ ہے کہ مجھ کو پیٹ بھر روٹی اور گوشت مل جائے، ایک برد یمانی مل جائے جسے اوڑھ کر میں نماز پڑھ سکوں اور اتنے دینار جن کے ذریعہ میں اپنے گھر واپس پہونچ جاؤں اسی دوران جناب عمار ؓ نے اپنا وہ تمام حصہ جو آپ ؓ کو حضور اکرم ﷺ نے خیبر کے مال غنیمت میں سے دیا تھا قیمت کے عنوان سے پیش کرتے ہوئے کہا کہ میں اس ہار کے بدلے تم کو بیس دینار، دوسو درہم، ایک برد یمانی، اپنی سواری جو تم کو تمہارے گھر تک پہونچا دے گی اور اتنی مقدار میں گیہوں کی روٹیاں اور گوشت بھی فراہم کر رہا ہوں جس سے تم بالکل سیر ہو جاؤ۔ اعرابی نے کہا اے بھائی تم کتنے سخی ہو! جناب عمار اس کو اپنے ساتھ لے گئے اور وعدے کے مطابق وہ ساری چیزیں اسے دیدیں اعرابی دوبارہ حضور اکرم ﷺ کے پاس آیا تو حضور اکرم ﷺ نے اس سے کہا: کیا تم سیر ہو گئے اور تم کو پوشاک مل گئی اس نے کہا میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں! جی ہاں میں بے نیاز ہو گیا ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تو اب فاطمہؑ کو ان کے ایثار کا بدلہ دو! تو اعرابی نے کہا: پروردگارا: تو معبود ہے ہم نے تجھ کو پیدا نہیں کیا ہے اور تیرے سوا ہمارا کوئی معبود نہیں ہے تو ہر حال میں ہمارا رازق ہے خدایا! فاطمہؑ کو ایسی نعمت عطا فرما جیسی نعمت نہ کسی نے دیکھی ہو اور نہ سنی ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے آمین کہا اور اصحاب کی طرف رخ کر کے کہا: خدا نے فاطمہؑ کو دنیا میں یہ چیزیں دی ہیں: میں اس کا باپ ہوں اور تمام عالمین میں کوئی مجھ جیسا نہیں، علیؑ ان کے شوہر ہیں اگر علیؑ نہ ہوتے تو فاطمہؑ کا کوئی ہمسر نہ ہوتا، ان کو حسنؑ اور حسینؑ جیسے بیٹے عطا کئے جن کا مثل تمام عالمین میں نہیں یہ تمام فرزندان انبیاءؑ اہل بہشت کے سردار ہیں۔ آپؐ کے سامنے جناب مقداد و عمار یاسر و سلمان فارسی بیٹھے تھے ان سے آپؐ نے فرمایا: مزید بتاؤں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! تو آپؐ نے

فرمایا: میرے پاس جبرئیل آئے تھے انھوں نے یہ بیان کیا ہے کہ جب فاطمہؑ سے قبر میں دو فرشتے پوچھیں گے: تمہارا پروردگار کون ہے؟ تو وہ جواب دیں گی اللہ میرا پروردگار ہے وہ سوال کریں گے: تمہارا نبیؐ کون ہے؟ تو وہ یہ جواب دیں گی: میرے پدر بزرگوار۔ وہ سوال کریں گے: تمہارا ولی کون ہے؟ تو وہ یہ جواب دیں گی: یہ شخص جو میری قبر کے کنارے کھڑا ہے۔ کیا میں تم کو ان کی مزید فضیلت بتاؤں؟ یادرکھو خدا نے ان پر فرشتوں کی ایک جماعت کو معین کیا ہے جو آگے پیچھے، دائیں بائیں ہر طرف سے ان کی حفاظت کرتی ہے یہ سب زندگی میں ان کے روبرو حاضر ہیں اور وہ ان کی وفات کے وقت بھی اور قبر میں بھی ان کے ساتھ رہیں گے۔ اور وہ جماعت ان کے والد، شوہر اور ان کی اولاد پر مسلسل درود بھیجتی رہتی ہے چنانچہ میری وفات کے بعد جو بھی میری زیارت کرے اس نے گویا میری زندگی میں میری زیارت کی ہے اور جس نے فاطمہؑ کی زیارت کی اس نے گویا میری زیارت کی ہے جس نے علیؑ کی زیارت کی اس نے گویا فاطمہؑ کی زیارت کی جس نے حسنؑ اور حسینؑ کی زیارت کی اس نے گویا علیؑ کی زیارت کی اور جس نے ان کی ذریت کی زیارت کی اس نے گویا ان دونوں کی زیارت کی ہے۔

اس وقت جناب عمار یاسر نے ہار کو مشک سے معطر کیا اور اسے ایک برد یمانی میں لپیٹ دیا۔ آپ کا ایک غلام تھا جس کو آپ نے خیبر سے ملنے والے اپنے حصے سے خریدا تھا آپ نے اس سے فرمایا اس ہار کو لو اور رسول خداؐ کو دیدو اور تم بھی رسول اکرمؐ کی ملکیت ہو۔ غلام نے ہار لے کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا اور جناب عمار کی بات دہرائی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہؑ کے پاس جاؤ اور ان کو یہ ہار دیدو اور تم بھی انہیں کی ملکیت میں ہو غلام ہار لے کر جناب فاطمہؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سے باخبر کیا جناب فاطمہؑ نے وہ ہار لے لیا اور اس غلام کو آزاد کر دیا غلام کو ہنستا دیکھ کر جناب فاطمہؑ نے پوچھا تم کیوں ہنس رہے ہو؟ اس نے کہا مجھ کو اس ہار کی برکت عظمیٰ سے ہنسایا ہے جس کی برکت سے ایک بھوکا شکم سیر ہوا، ایک برہنہ تن نے لباس پایا، ایک نادار مالدار ہو گیا، ایک غلام آزاد ہو گیا اور پھر یہ ہار اپنے مالک کے پاس واپس آ گیا۔ (۱)

۱۔ بحار الانوار ج ۴۳۔ ۴۶ص ۵۶ ص ۵۸۔

ایمان اور اطاعت الٰہی

خدا پر ایمان، انسان کامل کی قیمت ہے اور خدا کی اطاعت کمال کی بلندیوں تک پہونچنے کا زینہ ہے۔ انبیاءؑ نے دار کرامت میں صدق کے مقامات حاصل کئے کیونکہ انہوں نے ایمان کے اعلیٰ ترین درجات پا لئے تھے اور نیکیوں اور اللہ سبحانہ کی عبادت میں خلوص کے حصول کے لئے دنیا میں جد و جہد کی تھی۔

قرآن کریم نے سورۂ دہر میں شہزادی کونینؑ کے کمال اخلاص، خشیت الٰہی، خدا اور آخرت پر آپ کے اس ایمان کامل کی شہادت دی ہے جو ہر ایک کے لئے نمونہ ہے اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں یہ گواہی دی ہے:

﴿إن ابنتي فاطمة ملأ الله قلبها و جوارحها إيماناً إلى مشاشها ، ففرغت لطاعة الله﴾(۱)

''خدا نے میری بیٹی فاطمہ زہراؑ کے دل اور اعضاء و جوارح کو ایمان سے پر کر دیا ہے جس کی وجہ سے انہوں نے اطاعت الٰہی کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا ہے''

ایک اور جگہ آپؐ کی عبادت کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿إنها متى قامت في محرابها بين يدي ربها جل جلاله، زهر نورها لملائكة السماء كما يزهر نور الكواكب لأهل الأرض '' و يقول الله عزو جل لملائكته :'' يا ملائكتي ، انظروا إلى أمتي فاطمة ، سيدة إمائي ، قائمة بين يدي ، ترتعد فرائصها من خيفتي ، وقد أقبلت بقلبها على عبادتي ،اُشهدكم أني قد آمنت شيعتها من النار﴾

''فاطمہ زہراؑ جب محراب عبادت میں اپنے پروردگار کے سامنے کھڑی ہوتی ہیں تو ان کا نور آسمان کے فرشتوں کو اسی طرح چمکتا ہوا دکھائی دیتا ہے جس طرح زمین والوں کے لئے ستارے چمکتے دکھائی دیتے

۱۔ بحار الانوار ج ۴۳۔ ۴۶ ص ۴۳۔

ہیں'' اور خداوند عالم اپنے فرشتوں سے کہتا ہے: ''میرے فرشتو! میری کنیز اور میری کنیزوں کی ملکہ وسردار فاطمہ زہرا کو دیکھو جو میری بارگاہ میں کھڑی ہے اور میرے خوف سے تھر تھر کانپ رہی ہے اور دل کی مکمل توجہ کے ساتھ میری عبادت میں مشغول ہے تم سب گواہ رہنا کہ میں نے اس کے شیعوں کو آتش دوزخ سے امان دیدی ہے'' (۱)

﴿و قال الحسن بن علی : رأیت امی فاطمةً قامت فی محرابها لیلة جمعتها ،فلم تزل راکعة ساجدة حتی اتضح عمود الصبح ، سمعتها تدعو للمؤمنین و المؤمنات و تسمیهم و تکثر الدعاء لهم ، و لاتدعو لنفسها بشیٔ ، فقلت لها : یا أماه ، لم لا تدعین لنفسک کما تدعین لغیرک ؟ فقالت : یا بنی ! الجار ثم الدار .﴾

''امام حسنؑ نے ایک بار شب جمعہ میں اپنی مادر گرامی کو محراب عبادت میں کھڑے ہوئے دیکھا آپؑ مسلسل رکوع وسجود کرتی رہیں یہاں تک کہ سپیدیٔ سحر نمودار ہوگئی میں نے سنا کہ آپؑ مومنین ومومنات کے لئے ان کا نام لے لے کر بہت زیادہ دعائیں کررہی تھیں لیکن اپنے لئے کوئی دعا نہیں فرمائی میں نے عرض کی مادر گرامی: جس طرح آپؑ دوسروں کے لئے دعا کررہی تھیں اسی طرح آپ نے اپنے لئے کیوں دعا نہیں کی؟ تو آپؑ نے فرمایا بیٹے پہلے پڑوسی پھر گھر'' (۲)

جمعہ کے دن کی آخری گھڑیوں کو آپؑ نے صرف دعا کے لئے مخصوص کررکھا تھا اسی طرح آپؑ رمضان کی آخری دس راتوں میں بالکل نہیں سوتی تھیں اور گھر میں موجود تمام افراد کو عبادت ودعا کے لئے شب بیداری پر آمادہ کرتی تھیں۔ حسن بصری نے کہا ہے: اس امت میں فاطمہؑ سے زیادہ عبادت گذار کوئی نہیں ہوا آپؑ اس قدر عبادت کرتی تھیں کہ پیروں پر ورم آجاتا تھا۔ (۳) آپؑ نماز میں خوف خدا سے کانپتی تھیں۔ (۴)

۱۔ امالی صدوق مجلس نمبر۲۴ ص۱۰۰۔

۲۔ بحار الانوار ج۴۳۔ ص۸۱۔۸۲۔

۳۔ بحار الانوار ج۴۳۔ ص۸۴۔

۴۔ اعلام الدین: ۲۴۷، عدۃ الداعی ص۱۵۱۔

حقیقت تو یہ ہے کہ جناب سیدہ ؑ اپنی پوری حیات طیبہ میں کبھی بھی محراب عبادت سے باہر ہی نہیں نکلیں کیونکہ آپ ؑ اپنے گھر کے اندر اپنے شوہر کی فرمانبرداری اور اولاد کی تربیت کی بنا پر عبادت خدا میں مصروف رہتی تھیں اور اسی طرح دوسری عام خدمات انجام دے کے بھی خدا کی اطاعت و عبادت ہی کرتی تھیں۔ مزید یہ کہ آپ ؑ فقرا کی امداد بھی اطاعت و عبادت خدا کے لئے ہی کرتی تھیں اور خود زحمتیں برداشت کر کے دوسروں کے ضروریات پورے کرتی تھیں۔

آپ ؑ کا انداز محبت

جس طرح جناب سیدہ ؑ نے اپنے پدر بزرگوار کا پیار پایا تھا اسی طرح آپ ؑ بھی اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ بہت حسن سلوک سے پیش آتی تھیں ان سے بے لوث محبت فرماتی تھیں ہمیشہ ان کو اپنے اوپر مقدم رکھا، آپ اپنے پدر بزرگوار کے گھر کا انتظام بھی سنبھالتی تھیں اور ان کے آرام وسکون کا خیال رکھتی تھیں جس طرح کہ آپ ؑ اپنے پدر گرامی ﷺ کی خوشی کے تمام وسائل فراہم کرتی تھیں مثلاً آن حضرت کے نہانے کے لئے پانی بھرنا، آپ کے کھانے کا انتظام کرنا، کپڑے دھونا آپ کا معمول تھا حتی کہ آپ ؑ دوسری خواتین کے ساتھ میدان جنگ میں کھانا اور پانی پہونچاتی تھیں۔ زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں اور ان کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

جنگ احد میں آپ ؑ نے حضور اکرم ﷺ کے زخموں کا اس طرح علاج کیا کہ جب دیکھا کہ خون بند نہیں ہو رہا ہے تو آپ ؑ نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لے کر اسے جلایا اور جب وہ جل کر بالکل راکھ ہو گیا تو اس کو زخم پر چھڑک دیا جس سے خون بند ہو گیا۔ جب خندق کھودی جا رہی تھی تو آپ ؑ حضور اکرم ﷺ کے لئے تھوڑی سی روٹی لے کر آئیں حضور اکرم ﷺ نے پوچھا:

﴿فقال: ما هذه يا فاطمة ؟ قالت: من قرص اختبزته لابني ، جئتك منه بهذه الكسرة .
فقال: يا بنية ، أما أنها لأول طعامٍ دخل فم أبيك منذ ثلاثة أيام﴾

''فاطمہ زہرا ؑ یہ کیا ہے؟ آپ ؑ نے فرمایا یہ اس روٹی کا ایک حصہ ہے جو میں نے اپنے دونوں بچوں کے

لئے پکائی تھی اس میں سے آپ کے لئے اتنا حصہ بچا کر لائی ہوں اس وقت حضور اکرم ﷺ نے فرمایا بیٹی: تمہارا باپ تین دن کے بعد یہ پہلا کھانا کھا رہا ہے'' (۱)

اس طرح جناب سیدہؑ نے شفقت اور پیار و محبت کی ان کمیوں کو پورا کر دیا جو حضور اکرم ﷺ کے لئے راہ خدا میں جہاد و دعوت کے سخت ترین لمحات میں اپنے والدین اور زوجہ مکرمہ جناب خدیجہؑ کی وفات کے بعد پیدا ہو گئی تھیں۔ اسی سے ہم کو بار بار حضور اکرم ﷺ کی زبان پر آنے والے اس فقرہ کا مطلب سمجھ میں آ جاتا ہے:

﴿فاطمة أم أبيها﴾

''فاطمہؑ اپنے باپ ﷺ کی ماں ہیں''۔ (۲)

حضور اکرم ﷺ آپؑ کے ساتھ بالکل ماں جیسا برتاؤ کرتے تھے مثلاً آپؑ کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے تھے، مدینہ واپسی پر سب سے پہلے آپؑ سے ملاقات کرنے جاتے تھے اسی طرح ہر سفر اور جنگوں پر روانہ ہوتے وقت سب سے آخر میں آپؑ سے رخصت ہوتے تھے گویا آپؑ اس صاف وشفاف سرچشمۂ رحمت سے سفر کی برکتوں کا توشہ حاصل کرتے تھے اسی طرح آپؑ ان کے پاس بہت زیادہ رفت و آمد فرماتے تھے اور شہزادی کونینؑ آپؑ سے اسی طرح پیش آتی تھیں جیسے ایک ماں اپنی اولاد کے ساتھ پیش آتی ہے یعنی آپؑ حضور اکرم ﷺ کے رنج و مصیبت کو کم کرتی تھیں اور آپ کی خدمت اور فرمانبرداری میں کوئی کمی نہیں کرتی تھیں۔

آپؑ کا مسلسل جہاد

جناب سیدہؑ اس وقت پیدا ہوئیں جب اسلام اور جاہلیت کے درمیان بے حد سخت مقابلہ جاری تھا آپؑ نے اس وقت آنکھیں کھولیں جب مسلمان بت پرستی سے برسر پیکار تھے۔ قریش نے حضور اکرم ﷺ اور

۱۔ اہل بیت ص ۱۴۱۔۱۴۲۔

۲۔ اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۲۰ اور الاستیعاب ج ۴ ص ۳۸۰۔

تیسری فصل

خاتم النبیینؐ کے اوصاف

ا۔امی عالم

خاتم النبیین کا یہ امتیاز تھا کہ آپؐ نے کسی بشر سے پڑھنا اور لکھنا نہیں سیکھا تھا (۱) اور نہ کسی علمی ماحول میں نشو ونما پائی تھی بلکہ آپؐ نے جاہلیت والے ماحول میں پرورش پائی تھی، قرآن کی بیان کی ہوئی اس حقیقت کی کسی نے تردید نہیں کی ہے۔(۲)

اس قوم کی طرف آپ رسول بنا کر بھیجے گئے تھے جو اپنی نری جاہلیت کے حوالہ سے مشہور اور علوم و معارف سے بہت دور تھی۔اس زمانہ کو زمانۂ جاہلیت کا نام دیا گیا ہے۔یقیناً یہ نام اس عظیم الشان عالم نے دیا ہے جو علم و جہالت اور عقل و حماقت کی حقیقت سے کما حقہ باخبر تھا۔

مزید برآں وہ ایسی کتاب لائے تھے جو علم و ثقافت، فکر و نظر کی دعوت دیتی ہے اور علوم و معارف کے بہت سے اقسام و اصناف پر مشتمل ہے، آپؐ نے لوگوں کو نئے اسلوب سے کتاب و حکمت کی تعلیم دینا شروع کی (۳) یہاں تک کہ ایک ایسی منفرد تہذیب کو وجود بخشا کہ جس نے اپنے علوم و معارف کے ذریعہ مشرق و مغرب کو متزلزل کر دیا اور اس کی ضوفشانی و تابناکی آج تک اسی طرح برقرار ہے۔

۱۔نحل:۱۰۳۔

۲۔عنکبوت:۴۸۔

۳۔جمعہ:۲۔

دنیا والوں کے لحاظ سے آپؐ امی تھے لیکن جاہلیت و نادانی اور بت پرستوں سے جنگ کرتے رہے انہیں استوار دین اور عالمی شریعت کے ساتھ بشریت کی طرف بھیجا گیا جو وقت گزرنے کے ساتھ بشریت کو چیلنج کرتی چلی آ رہی ہے (لیکن ابھی تک کوئی اس کا جواب نہیں لا سکا ہے) بیشک آپؐ اپنے علم و معارف، حکیمانہ کلمات، عقلی و ثقافتی رجحان اور اپنی تربیت کے اسالیب کے لحاظ سے معجزہ ہیں۔

خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿فامنوا باللّٰہ و رسولہ النّبی الامّی الّذی یومن باللّٰہ و کلماتہ و اتبعوہ لعلّکم تھتدون﴾

پس تم خدا اور اس کے رسول نبی امی پر ایمان لاؤ جو کہ خدا اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتا ہے اور اس کا اتباع کرو، ہوسکتا ہے اس طرح تم ہدایت پا جاؤ۔ (۱)

نیز فرماتا ہے: **﴿و انزل اللّہ علیک الکتاب و الحکمۃ و علّمک ما لم تکن تعلم و کان فضل اللّہ علیک عظیما﴾** (۲)

اور خدا نے تمہیں کتاب و حکمت سے نوازا اور تمہیں ان چیزوں کا علم دیا جن کو تم نہیں جانتے تھے اور یہ تم پر خدا کا بڑا کرم ہے۔

اس وقت خدا نے ان پر وحی نازل کی اور انہیں کتاب و حکمت کے علم سے سرفراز کیا اور انہیں نور، سراج منیر، برہان، شاہد، رسول مبین، امین خیر خواہ ناصح، بشارت دینے والا، یاد دلانے والا اور ڈرانے والا قرار دیا۔ (۳)

خدا نے ان کے سینہ کو کشادہ کیا اور انہیں وحی قبول کرنے اور اس معاشرہ کی ہدایت کرنے کے لئے تیار کیا جو عصبیت اور جاہلیت والی انانیت میں غرق تھے تبلیغ و تربیت اور تعلیم کے میدان میں بشریت نے آپ کو عظیم الشان قائد پایا ہے۔

۱۔ اعراف: ۱۵۸۔ ۲۔ نساء: ۱۱۳۔

۳۔ مائدہ: ۱۵، احزاب: ۴۶، نساء: ۱۷۴، فتح: ۸، زخرف ۲۹، اعراف: ۶۸، غاشیہ ۲۱، اسراء: ۱۰۵، مائدہ: ۱۹۔

یہ ایک بہت بڑا انقلاب تھا کہ جاہلیت سے بھرا معاشرہ چند برسوں میں کتابِ ہدایت اور مشعل علم کا ایک طاقتور وامین نگہبان ومحافظ بن گیا اور تحریف وتصحیف کی کوششوں کو ناکام بنانے کیلئے، عزم محکم کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا یہ اس دائمی کتاب اور اس رسولؐ امی کا معجزہ ہے جو جاہلیت کے معاشرہ میں (خرافات اور اساطیر سے بہت دور تھا) اصل میں خدائی نورِ بصیرت آپ کے پورے وجود کا احاطہ کئے ہوئے تھا۔

۲۔ مسلمِ اوّل

خالقِ کائنات، سرچشمۂ وجود، خدا کے سامنے سر جھکانا، اس کی عظیم قدرت اور اس کی حکمت کے نفاذ کے سامنے سراپا تسلیم ہونا نیز ایک، اکیلے اور بے نیاز معبود کی بندگی کا اقرار کرنا وہ منزل ہے جس سے ہر انسان کو گزرنا چاہئے تا کہ وہ خدائی انتخاب واصطفیٰ کے لائق بن جائے۔ قرآن مجید نے نبی کریم کے لئے اسی کی گواہی دی ہے۔ ارشاد ہے:

﴿قل انّنی ھدانی ربّی الیٰ صراط مستقیم... و انا اوّل المسلمین﴾(۱)

آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے صراط مستقیم کی طرف میری ہدایت کی ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

یہ تمغۂ کمال ہے جس کو اس بندۂ مسلم نے حاصل کیا ہے اور اس کی بندگی میں سب پر فوقیت لے گئے ہیں اس مثالی عبودیت کی جھلک آپؐ کے قول وفعل میں نظر آتی ہے۔ فرماتے ہیں:

''قرۃ عینی فی الصّلواۃ'' (۲) میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ آپؐ وقتِ نماز کا انتظار کرتے تھے، بارگاہ خدا میں پہنچنے کا آپ کو شدید اشتیاق رہتا تھا چنانچہ اپنے موذن بلال سے فرماتے تھے: ارحنا یا بلال (۳) اے بلال ہمیں خوش کرو، آپؐ اپنے اہل وعیال سے گفتگو کرتے تھے وہ بھی آپؐ سے محوِ سخن

۱۔ انعام: ۱۶۱ تا ۱۶۳۔

۲۔ امالی طوسی ج ۲ ص ۱۴۱۔

۳۔ بحار الانوار ج ۸۳ ص ۱۶۔

رہتے تھے لیکن جب نماز کا وقت آتا تو ایسا لگتا تھا جیسے وہ ایک دوسرے کو جانتے ہی نہیں ہیں۔(۱) اور جب نماز پڑھتے تھے تو آپؐ کے سینہ اقدس سے ایسا زمزمہ بلند ہوتا تھا جیسے پتیلی میں کچھ پکنے کی آواز ہوتی ہے(۲) اور خوفِ خدا میں اتنا روتے تھے کہ آپ کا مصلّی تر ہو جاتا تھا۔(۳)

اتنی نمازیں پڑھتے تھے کہ آپ کے پیروں پر ورم آجاتا تھا اور صحابہ آپؐ سے عرض کرتے تھے: آپؐ اتنی نمازیں پڑھتے ہیں جبکہ خدا نے آپؐ کے گذشتہ اور آئندہ کے سارے الزاموں کو معاف کر دیا ہے؟ آپؐ فرماتے تھے:

"أفلا أكون عبداً شكوراً"(۴)

کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟!

آپ پورے ماہ رجب وشعبان، اور ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھتے تھے۔(۵) رمضان آتا تو آپ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا اور نماز و دعا میں بہت گڑگڑاتے تھے۔(۶) رمضان کے آخری دس دنوں میں تو آپؐ ازواج سے بھی پرہیز کرتے تھے شب بیداری کرتے تھے مختصر یہ کہ آپ اپنی پوری طاقت کو عبادت میں صرف کرتے تھے۔(۷) دعا کے متعلق فرماتے: "الدعا مخ العبادة "(۸) دعا عبادت کا لب لباب ہے۔"و سلاح المؤمن و عمود الدين و نور السموٰات و الارض "(۹) دعا مومن کا اسلحہ ہے، دین کا ستون ہے اور زمین و آسمان کا نور ہے: آپؐ ہمیشہ خدا سے لو لگائے رہتے تھے، دعا اور تضرع کے ذریعہ خدا سے اپنا رشتہ مضبوط رکھتے تھے۔ ہر چھوٹے بڑے کام کے لئے دعا کرتے تھے، ہر روز خدا سے ستر مرتبہ استغفار کرتے تھے باوجودیکہ آپ معصوم تھے پھر بھی خدا کی بارگاہ میں ہر روز ستر بار توبہ کرتے

۱۔ اخلاق النبی و آدابہ ص ۲۵۱۔ ۲۔ ایضاً ص ۲۰۱۔

۳۔ سنن النبی ص ۳۲۔ ۴۔ اخلاق النبی ص ۱۹۹ صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸۱ ح ۱۰۷۸۔

۵۔ وسائل الشیعۃ ج ۴ ص ۳۰۹۔ ۶۔ سنن النبی ص ۳۰۰۔

۷۔ کافی ج ۴ ص ۱۵۵۔ ۸۔ محجۃ البیضاء ج ۲ ص ۲۸۲۔

۹۔ ایضاً: ج ۲ ص ۲۸۴۔

﴿لقد شهدت فی دار عبدالله بن جدعان حلفاً ما أحبّ أنّ لی به حمر النعم، ولو اُدعیٰ به فی الإسلام لأجبت﴾ (۱)

میں نے عبد اللہ بن جدعان کے گھر پر اس معاہدہ ''حلف الفضول'' کا مشاہدہ کیا کہ اس کے بدلہ میں اگر مجھے سرخ اونٹ دیئے جائیں تو میں انہیں قبول نہیں کروں اور اگر مجھے اسلام میں بھی اس کی دعوت دی جائے تو میں اسے قبول کرلوں۔(۱) آپ کے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل یہودیوں اور عیسائیوں کی کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے اور ان میں سے انھیں جو کچھ بھی اچھا لگتا تھا اس پر عمل پیرا رہتے تھے جسکی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ رہتے تھے، یا مکہ ان دونوں کا وطن تھا، بلکہ وہ بتوں کی عبادت و پرستش کو حقیر سمجھتے تھے اور انھیں ایک قابل اطمینان دین کی تلاش تھی۔(۲)

مختصر یہ کہ جناب فاطمہؑ کا تعلق اس گھرانے سے تھا جو علم وعمل اور دینداری کے میدان میں یگانۂ روزگار تھا اور اس گھرانے والے حضرت ابراہیمؑ کے دین حنیف پر قائم رہنے کے ساتھ ساتھ جزیرہ نمائے عرب میں دین حق کے ظہور کا شدت سے انتظار کررہے تھے۔(۳)

حضرت خدیجہؑ کی تجارتی سرگرمیاں

قریش کے بڑے بڑے لوگوں نے جناب خدیجہؑ کے پاس شادی کے لئے پیغام بھیجا اور آپ کے سامنے لمبی لمبی پیش کشیں بھی کیں لیکن آپ نے کسی کا رشتہ قبول نہیں کیا (۴) اور آپ نہایت سکون واطمینان اور بڑی پاکدامنی کے ساتھ اسی طرح زندگی بسر کرتی رہیں یہاں تک کہ آپ کی عمر چالیس سال ہوگئی۔

۱۔ سیرۂ ابن ھشام ۱/۱۳۴ط بیروت دار المعرفۃ۔ ۲۔ سیرۂ ائمہ اثنی عشر: ۱/۴۲۔

۳/۴۔ اس سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ آپ نے پیغمبر اکرمؐ سے شادی کرنے سے پہلے کسی سے بھی شادی نہیں کی تھی تو پھر آپ ان دو لوگوں سے کیسے شادی کرسکتی تھیں جو مشرک بھی تھے اور ان کی کوئی سماجی حیثیت بھی نہیں تھی، اسکی تائید ان دلائل سے بھی ہوتی ہے جنہیں بلاذری نے انساب الاشراف میں، ابو القاسم کوفی نے استغاثہ وغیرہ میں ذکر کیا ہے ملاحظہ فرمایئے ''الصحیح من سیرۃ النبیؐ'' مولفہ علامہ جعفر مرتضی عاملی، کامل شیخ بہائی، عماد الدین طبری اور مناقب ابن شہر آشوب، نیز ابن عباسؓ سے روایت ہے: کہ رسول اکرمؐ سے شادی کے وقت آپ کی کل عمر ۲۸ سال تھی دیکھئے شذرات الذھب ۱/۱۴، انساب الاشراف ۱/۹۸۔

جناب خدیجہ کے پاس بیحد دولت تھی جسے آپ نے مہر بند کر کے نہیں رکھا اور نہ ہی اسے سود خوری کے لئے استعمال کیا جبکہ اس زمانے میں سود ہر طرف رائج تھا بلکہ آپ اس مال سے تجارت کیا کرتی تھیں اور اس کے لئے نیک اور ایمان دار لوگوں سے کام لیتی تھیں اور اسی تجارت کے ذریعہ آپ کے پاس ایک بڑا سرمایہ جمع ہو گیا تھا۔ محدثین کا بیان کیا ہے کہ جناب خدیجہؑ مختلف لوگوں کو اجرت دے کر تجارت کے لئے شام بھیجا کرتی تھیں آنحضرتؐ سے شادی سے کچھ عرصہ پہلے آپؑ نے پیغمبر اکرمؐ سے پیش کش کی تھی کیونکہ پیغمبر اکرمؐ کی ایمانداری اور صداقت وغیرہ کے چرچے اس وقت ہر مرد وعورت اور چھوٹے بڑے کی زبان پر تھے لہٰذا، اگر وہ ان کا مال تجارت لے کر شام چلے جائیں تو ان کو دوسروں کے مقابلہ میں دوہرا سرمایہ دیا جائے گا چنانچہ آنحضرتؐ نے اس سلسلہ میں اپنے چچا جناب ابو طالبؑ سے مشورہ کیا اور خدیجہ کی پیش کش کے مطابق شام کی طرف روانہ ہو گئے اس سفر میں جناب خدیجہؑ نے قافلہ کی دیکھ بھال اور آپ کا خیال رکھنے کے لئے اپنے غلام میسرہ کو بھی آپ کے ساتھ روانہ کر دیا آپ کی برکتوں سے اس سفر تجارت میں اتنا فائدہ اور اتنی برکتیں سامنے آئیں جو اس سے پہلے کبھی بھی دیکھنے میں نہ آتی تھیں یہی وجہ تھی کہ قافلہ کے مکہ سے قریب پہنچنے سے پہلے ہی میسرہ تیزی کی ساتھ جناب خدیجہؑ کی خدمت میں پہونچ گیا اور اس نے راستہ کے تمام واقعات اور ''بحیرا راہب'' سے ان کی ملاقات وغیرہ کی تفصیل آپ سے بیان کر دی۔

جناب خدیجہؑ کی ذہانت اور دور بیں نگاہوں کا یہ اثر تھا کہ آپ نے اعلان رسالت سے پہلے ہی آنحضرتؐ کی شخصیت اور آپ کے اعلیٰ اخلاق کے اندر، انوار رسالت کا مشاہدہ کر لیا تھا، اور اسی وجہ سے آپ نے ہر بڑے آدمی کے پیغام ازدواج کو ٹھکرا دیا آپ کی نگاہ انتخاب صرف پیغمبر اکرمؐ پر ہی جا کر رکی اور آپ نے اس مبارک رشتہ کے لئے خود اپنے کو پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں پیش کر دیا جبکہ آپ کی بہترین مالی حالت اور پیغمبر اکرمؐ کے طرز زندگی کے درمیان بظاہر بیحد فاصلہ تھا۔

تاریخ یعقوبی میں نقل ہوا ہے کہ جناب عمار بیان کرتے ہیں: جناب خدیجہؑ اور پیغمبر اسلامؐ کی شادی کی تفصیل سب سے زیادہ مجھے معلوم ہے کیونکہ پیغمبر اکرمؐ سے میری دوستی تھی، اور ایک دن ہم دونوں صفا و مروہ کے درمیان چلے جا رہے تھے کہ اچانک خدیجہ اور ان کے ساتھ ان کی بہن ہالہ بھی وہاں پہونچیں جب

انہوں نے رسول اللہ کو دیکھا تو ان کی بہن ہالہ میرے پاس آئیں اور مجھ سے بولیں، اے عمار کیا تمہارے دوست کو خدیجہ سے کوئی دلچسپی ہے؟ میں نے ان سے کہا خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم! تب میں آپؐ کے پاس آیا اور آپ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپؐ نے مجھ سے کہا جاؤ ان سے کہدو کہ ہم فلاں دن تمہارے یہاں آئیں گے، چنانچہ اس دن میں نے جناب خدیجہؑ کے چچا عمرو بن اسد کے گھر کسی کو بھیجا اور پیغمبرؐ کی ریش مبارک پر روغن کی مالش کی آپ کو ایک عبا اوڑھائی پھر رسول اکرمؐ اپنے چچاوں کے درمیان وہاں پہونچے جن میں سب سے آگے آگے جناب ابو طالب تھے انہوں نے مجمع کے سامنے ایک خطبہ پڑھا اور اس کے بعد ان دونوں کی شادی ہوگئی۔

عمار مزید کہتے ہیں: پیغمبر اکرمؐ کو جناب خدیجہؑ نے تجارت کے لئے اجیر نہیں بنایا تھا اور نہ ہی آپؐ نے کبھی کسی کی مزدوری کی ہے(۱)

۲۔ پیغمبر اکرمؐ اور جناب خدیجہؑ کی شادی

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے اس گھر میں آنکھ کھولی جس کی شان وشوکت، عظمت ومنزلت اور عزت وشرافت میں عرب کے کسی گھر کا کوئی مقابلہ نہ تھا آپ اسی میں پروان چڑھے اور بچپنے سے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو اسی کے ساتھ ساتھ زندگی کی تمام آرزوئیں بھی جوان ہونے لگیں کیونکہ خداوند عالم کا ارادہ یہ تھا کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کی پرورش اس انداز سے ہو کہ آپ مستقبل میں رسالت کے سنگین بوجھ کو بآسانی اٹھا سکیں اور اس الٰہی امانت کو لوگوں تک پہونچا دیں، اسی لئے آپ کی اس عظیم ذمہ داری اور عالمی رسالت ونبوت کے مطابق آپ کو الٰہی اور ربانی نظر لطف اپنے حصار میں لئے ہوئے تھی۔

جب آپ کی عمر شریف پچیس سال ہوئی تو آپ کو ایسی شریک حیات کی ضرورت تھی، جو آپ کے معیار کے مطابق ہو اور آپ کے عظیم مقاصد میں آپ کا ہاتھ بٹا سکے اور آپ کو جس جہاد اور صبر وحوصلہ کی ضرورت تھی اس میں ہر مرحلہ پر سر بلند نظر آئے آپ کے لئے عین ممکن تھا کہ آپ بنی ہاشم کی جس دوشیزہ سے شادی

۱۔ بحار الانوار: ج۱۶، ص۱۴، تذکرۃ الخواص: ۳۰۲۔

کرنا چاہتے کر سکتے تھے لیکن خدا کی مشیت نے چاہا کہ جناب خدیجہ کے دل کو آپ کی طرف موڑ دیا جائے آپ کا دل آپ کی ذات والا صفات سے وابستہ ہو جائے آپ ان کی اس پیش کش کو قبول فرمالیں اور اس طرح جناب خدیجہؑ اور آپ کا رشتہ قائم ہو جائے۔

جناب خدیجہؑ اپنے شوہر نامدار حضرت محمد مصطفیٰؐ کو بے پناہ محبت دی اور ہمیشہ یہی سوچا کہ وہ محبت دے نہیں رہی ہیں بلکہ ہمیشہ یہی سمجھا کہ پیغمبر اکرمؐ کی محبت پا کر وہ ہر سعادت سے ہم کنار ہوگئیں ہیں، آپ نے اپنی پوری دولت آنحضرتؐ کے قدموں پر نثار کر دی مگر کبھی بھی یہ خاطر میں نہ لائیں بلکہ ہمیشہ یہی سمجھا کہ اس کے بدلے آپ کو ہدایت وایمان کی ایسی بیش قیمت دولت نصیب ہوگئی ہے جو دنیا کے تمام خزانوں پر بھاری ہے ۔یہی وجہ تھی کہ دوسری جانب پیغمبر اکرمؐ نے اپنی تمام تر محبتوں کو ان کے حوالہ کرنے کے باوجود اسے اہمیت نہ دی بلکہ ہمیشہ جناب خدیجہؑ کی فدا کاری کو ہی سراہا اور اس بارے میں یہ ارشاد فرمایا: "**ما قام الاسلام الا بسیف علی ومال خدیجہ**" اسلام نے چلنا نہیں شروع کیا (اسلام قائم نہیں ہوا) مگر علی کی تلوار اور خدیجہ کے مال کے ذریعہ یہی وجہ تھی کہ جب تک جناب خدیجہ زندہ رہیں آنحضرتؐ نے کسی عورت سے شادی نہیں کی۔

رسول اسلامؐ سے جناب خدیجہؑ کی شادی خانہ آبادی کا واقعہ ان کی زندگی کا ایک اہم، دلچسپ اور تابندہ وروشن موڑ ہے، کیونکہ جناب خدیجہؑ کے اندر استقلال نفس، خود اعتمادی اور آزادی ضمیر کی حکمرانی تھی، اور آپ بڑے بڑے صاحبان عقل ورشد افراد کی طرح تجارت کیا کرتی تھیں۔ آپ نے بڑے بڑے نامور اور اہل دولت وزرا اور صاحبان جاہ وحشم افراد کے پیغامات کو ٹھکرا دیا اور ایسی عظیم شخصیت کے رشتۂ زوجیت میں آگئیں جو یتیم اور تہی دست تھے۔ بلکہ وہ شوق وولولہ کے ساتھ آگے بڑھیں تا کہ محمدؐ سے شادی کی پیش کش کریں اور اپنا مہر بھی اپنے ہی مال سے ادا کرنے پر آمادہ تھیں، چنانچہ جب پیغمبر اعظمؐ، جناب خدیجہؑ سے شادی کے لئے چلے تو آپ جناب ابوطالبؑ اور اپنے دوسرے اعزاء واقرباء کے ساتھ جناب خدیجہؑ کے چچا کے گھر پر پہونچے تو سید وسردار بطحا نے سرور کائناتؐ کے خطبۂ عقد کا آغاز ان الفاظ سے کیا:

﴿**الحمد لربّ هذا البيت الذى جعلنا زرع إبراهيم وذرّية اسمعيل، وأنزلنا حرماً أمناً**

وجعلنا الحكام على الناس ، وبارک لنا فی بلد نا الذ ی نحن فيه ،ثمّ إنّ ا بن أخی ـ يعنی محمداً(ص) ـ ممّن لايوزن برجل من قريش إلّا رجح به ولا يقاس به رجل إلّا عظم عنه ، ولا عدل له فی الخلق وإن كان مقلاً فی المال فإنّ المال رفد جار وظل زائل ، وله فی خديجة رغبة ، وإن كان جئنا ک لنخطبها إليک برضاها وأمرها، والمهر علىّ فی مالی الذ ی سألتموه عاجله وآجله، وله وربّ هذاالبيت حظّ عظيم ودين شائع ورأی كامل ﴾.

حمد ہے اس محترم گھر (خانۂ کعبہ) کے رب کی جس نے ہمیں جناب ابراہیمؑ کے شجرہ (نسل) اور جناب اسماعیلؑ کی ذریت میں قرار دیا ہے اور ہمیں حرم امن میں سکونت عطا کی اور ہمیں لوگوں کا حاکم قرار دیا اور ہمارے لئے ہمارے اس شہر میں برکت عنایت فرمائی۔

امابعد: یہ میرا بھتیجا (یعنی محمد مصطفیؐ) ان (مردوں) میں سے ہے کہ انھیں قریش کے جس مرد کے سامنے بھی کھڑا کیا جائے گا یہ اس سے بہتر نظر آئیں گے، اور کسی مرد سے ان کا موازنہ نہیں ہوگا مگر یہ کہ یہ اس سے عظیم ہی دکھائی دیں گے اور مخلوقات میں کوئی ان کا پاسنگ بھی نہیں ہے اگر چہ ان کے پاس مال کی قلت ہے مگر مال آنے جانے والا اور زائل ہو جانے والا سایہ ہے، یہ خدیجہ سے شادی کے خواہشمند ہیں لہٰذا ہم آپ کی خدمت میں خدیجہ کی رضایت کے ساتھ اس مبارک رشتہ کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ اور مہر میرے ذمہ ہے جسے میں خود اپنے مال سے ادا کروں گا ،جب چاہے آپ لے سکتے ہیں ابھی یا بعد میں، اور اس گھر (کعبہ) کے رب کی قسم یہ ایک عظیم شان حصہ مشہور دین اور کامل واستوار رائے کے مالک ہیں۔

جب جناب ابوطالبؑ خاموش ہوگئے تو جناب خدیجہ کے چچا اگر چہ ایک مرد ذی علم تھے مگر جناب ابوطالبؑ کے رعب ودبدبہ اور ہیبت کی وجہ سے ان کی زبان گنگ ہوگئی اور وہ کوئی جواب نہ دے سکے، تب جناب خدیجہؑ نے خود اس ذمہ داری کو ادا کیا اور پیغمبرؐ سے آپؐ کی شادی ہوگئی۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ ذمہ داری جناب خدیجہ نے اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے سپرد کی

تھی، چنانچہ جب وہ مسکراتے ہوئے اور بشاش انداز میں جناب خدیجہؑ کے گھر میں داخل ہوئے تو آپؑ نے ان کی طرف دیکھ کر کہا اے ابن عم خوش آمدید، شائد تم میری خواہش پوری کر کے آئے ہو، انہوں نے کہا: ہاں اے خدیجہؑ تمہیں مبارک ہو، اور میں تمہارا وکیل ہوں اور کل صبح سویرے ان شاء اللہ حضرت محمد مصطفیؐ سے تمہاری شادی کر دوں گا۔(۱)

جب جناب ابوطالبؑ پیغمبر اکرمؐ کے عقد کا (مشہور و معروف) خطبہ پڑھ چکے اور عقد تمام ہو گیا تو پیغمبر اکرمؐ جناب ابوطالب کے ساتھ جانے کے لئے کھڑے ہوئے تو جناب خدیجہ نے کہا آپ اپنے گھر ہی تو جائیں گے؟ تو میرا گھر آپ کا گھر ہے اور میں آپ کی کنیز (شریکۂ حیات) ہوں۔(۲)

جب اس مبارک و مسعود شادی کی تمام رسومات نہایت سادگی سے مکمل ہو گئیں تو رسول اکرمؐ جناب خدیجہ کے گھر تشریف لے گئے یہی وہ گھر تھا جس کے در و دیوار، دین و ایمان کی مجسم اور عظیم نشانی اور اپنی بے زبانی کے باوجود پیغمبر کی تبلیغ دین، آپ کے جہاد، صبر، اور زحمتوں اور مشکلوں کا اعلان کرتے ہوئے نظر آئے۔

پیغمبر اکرمؐ کے نزدیک جناب خدیجہؑ کی منزلت و مرتبہ

حضرت محمد مصطفیؐ اور جناب خدیجہؑ کی برکتوں سے تاریخ عالم میں ایک ایسا نیا گھرانہ عالم وجود میں سامنے آیا جو انس و محبت، سعادت و نیک بختی اور مثالی گھریلو الفت اور ہم آہنگی سے معمور تھا یہی وجہ ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے جناب خدیجہؑ نے ہی پیغمبر اکرمؐ کی رسالت پر ایمان کا اعلان کیا اور آپ کے اس مقدس مقصد کی خاطر اپنی تمام تر کوششیں وقف کر دیں، اور اپنی دولت آپ کے قدموں میں رکھ کر یہ کہتی ہوئی نظر آئیں: میری تمام دولت آپ کی خدمت میں حاضر ہے آپ کو اس کے بارے میں مکمل اختیار حاصل ہے آپ خدا کے دین کی تبلیغ اور اسکی نشر و اشاعت میں اسے جس طرح اور جہاں چاہیں خرچ کر سکتے ہیں۔

۱۔ بحار الانوار: ج ۱۶، ص ۶۵۔

۲۔ بحار الانوار: ج ۱۶، ص ۴۔

آپؑ نے پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ رہ کر قریش کی ایذا رسانیوں اور ان کے بائیکاٹ کی وجہ سے پیدا ہونے والے مشکلات کو بھی برداشت کیا، یقیناً آپ کا یہ بے مثال اخلاص، مستحکم ایمان، اور سچی محبت اسی لائق تھی کہ پیغمبر اکرمؐ بھی آپ کو اسی کے شایان شان محبت، اخلاص اور عزت وتوقیر سے نوازیں آپ نے پیغمبرؐ کے دل میں ایسی قدر ومنزلت پیدا کرلی تھی کہ آپ کی وفات کے مدتوں بعد بھی آنحضرتؐ کے قلب وذہن کے صفحات سے اس کے نقوش کسی طرح بھی ہلکے نہیں ہوئے تھے اور آپ کی دوسری ازواج میں کوئی بھی اس مرتبہ کو حاصل نہیں کرسکی حتی کہ پیغمبر اکرمؐ نے صاف صاف ارشاد فرمایا:

"وخیر نساء امتی خدیجه بنت خویلد"

میری امت میں سب سے بہترین خاتون خدیجہ بنت خویلد ہیں۔

ام المؤمنین عائشہ بیان کرتی ہیں کہ جب کبھی بھی پیغمبر اکرمؐ جناب خدیجہؑ کا تذکرہ کرتے تھے تو آپ ان کی تعریف اور ان کے لئے استغفار کرنے سے نہیں تھکتے تھے، چنانچہ ایک دن آپؐ نے ان کا ذکر کیا تو مجھ سے رہا نہ گیا میں نے کہا: وہ ایک بڑھیا کے سوا کیا تھیں؟ اور اب تو خداوند عالم نے ان کے بدلے آپ کو ان سے بہتر بیویاں عطا کردی ہیں! وہ کہتی ہیں کہ یہ سن کر آنحضرتؐ کو اتنا سخت غصہ آیا کہ آپ کی پیشانی کے اوپر کے بالوں میں جنبش ہونے لگی اور آپ نے فرمایا:

﴿والله ماأخلف لي خيراً منها ، لقد آمنت بي إذ كفر الناس ، وصدّقتني إذ كذّبني الناس ، وأنفقتني مالها إذ حرمني الناس ، و رزقني الله أولادها إذ حرمني أولاد النساء﴾(۱)۔

"خدا کی قسم مجھے اس سے اچھی بیوی ہرگز نہیں ملی وہ اس وقت میرے اوپر ایمان لائیں جب لوگ میرا انکار کررہے تھے، اور ایسے حالات میں انہوں نے میری تصدیق کی جب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے، اور اپنا مال اس وقت میرے لئے خرچ کیا جب سب نے مجھے محروم کررکھا تھا اور ان کے ذریعہ خداوند عالم نے مجھے اولاد سے نوازا جبکہ کسی دوسری زوجہ سے میری کوئی اولاد باقی نہ رہی"۔

۱۔ تذکرۃ الخواص: ۳۰۲، (ط: نجف)، مسند امام احمد: ج۱، ص۱۴۳۔

وہ کہتی ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا! خدا کی قسم اب کبھی بھی میں ان کی برائی نہیں کروں گی۔(۱)

ایک روایت میں ہے کہ جناب جبرئیل رسول خداؐ کی خدمت میں آئے اور کہا:

﴿یا محمد! هذه خديجة قد أتتک فاقرأها السلام من ربّها ، و بشّرها ببيت في الجنة من قصب ، لا صخب فيه و لا نصب﴾(۲)۔

''اے محمدؐ! یہ خدیجہ کو اپنے رب کی طرف سے سلام پہنچا دیجئے اور انھیں جنت میں تازہ موتیوں سے بنے ہوئے ایسے گھر کی بشارت دیدیجئے جسمیں نہ کوئی شور شرابہ ہوگا اور نہ کوئی مرض اور بیماری ہوگی''

یہی وجہ تھی کہ آنحضرتؐ آپ کی سہیلیوں کی بھی بیحد عزت وتوقیر کیا کرتے تھے جیسا کہ انس کا بیان ہے: کہ جب پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں کوئی ہدیہ لایا جاتا تھا تو آپ حکم دیدیتے تھے کہ:

﴿إذهبوا إلى بيت فلانة فإنها كانت صديقة لخديجة ، إنّها كانت تحبّها﴾۔

''اسے فلاں خاتون کے گھر لے جاؤ کیونکہ وہ خدیجہ کی سہیلی ہیں، اور وہ انھیں چاہتی تھیں''۔(۳)

روایت میں ہے کہ جب کبھی آپ کوئی بکری ذبح کراتے تھے تو فرماتے تھے:''ارسلوا الی اصدقاء خديجة......'' اسے خدیجہ کی سہیلیوں کے پاس بھیج دو چنانچہ ام المومنین عائشہ نے ایک دن آپ سے اس بارے میں پوچھ ہی لیا، تو آپ نے فرمایا:''انی لأُحب حبیبها'' میں ان کی سہیلیوں سے محبت رکھتا ہوں، صرف رسول خداؐ کے دل میں ہی جناب خدیجہ کی یہ عزت وتوقیر اور منزلت نہ تھی۔ بلکہ خداوند عالم کے نزدیک بھی آپ کا مرتبہ بہت بلند تھا اس لئے اس نے آپ کو جنت میں عظیم درجہ عنایت فرمایا ہے، جس کی خبر رسول خداؐ نے ان الفاظ میں دی ہے:

﴿أفضل نساء أهل الجنة خديجة بنت خويلد ، و فاطمة بنت محمد ، و مريم بنت عمران ، و آسية بنت مزاحم إمرأة فرعون﴾.

۱۔تذکرۃ الخواص:۳۰۳۔ ۲۔سابقہ حوالہ:۳۰۲۔

۳۔سفینۃ البحار: ج۲،ص۵۷۰،(ط المحققہ)۔

جنت کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد، فاطمہؑ بنت محمدؐ، مریم بنت عمران، اور فرعون کی زوجہ آسیہ بنت مزاحم ہیں۔(۱)

جناب خدیجہؑ تبلیغ رسالت کے ہر کام میں آنحضرتؐ کا ہاتھ بٹاتی تھیں اور خداوند عالم نے آپؑ کے ذریعہ آپ کا بوجھ بڑی حد تک ہلکا کر دیا تھا کیونکہ جب کبھی بھی آپ قریش کی غنڈہ گردی، ایذا رسانی، تکذیب اور مخالفتوں کی وجہ سے رنجیدہ ہوتے تھے تو آپ ہی آنحضرتؐ کے لبوں کی مسکراہٹ اور تازگی قلب وروح کا سامان فراہم کرتی تھیں چنانچہ گھر واپس پہنچنے کے بعد آنحضرت کو کسی تھکن کا احساس نہیں رہتا تھا اور آپ کے لئے یہ تمام دشوار مرحلے آسان ہو جاتے تھے، آپ جناب خدیجہؑ کے ساتھ بڑے سکون سے تھے، اور ان سے اپنے اہم کاموں میں مشورہ بھی فرماتے تھے۔(۲)

۳۔ جناب فاطمہ = کی خلقت کے بارے میں اللہ تعالی کا حکم

شہزادی کائنات کی خلقت اور پیدائش کے لئے خداوند عالم نے ایسے صالح ترین گھر کا انتظام فرمایا کہ آپ کے والد گرامی حضرت محمد مصطفیؐ اور والدۂ گرامی جناب خدیجہ = ہیں۔

خداوند عالم نے آپ کی پیدائش اور خلقت کے بارے میں خاص اہتمام فرمایا تھا جس کا تذکرہ متعدد روایتوں میں موجود ہے۔ اور پیغمبر اکرمؐ نے بھی مختلف مقامات پر اس کی جانب اشارہ فرمایا ہے:

ایک روایت میں ہے کہ ایک روز نبی اکرمؐ ابطح کے مقام پر تشریف فرما تھے تو آپ کی خدمت میں جناب جبرئیل نازل ہوئے آپ نے آواز دی:

﴿یا محمد! العلیّ الأعلیٰ یقرئک السلام، و هو یأمرک أن تعتزل خدیجة أربعین صباحاً﴾

۱۔ ذخائر العقبیٰ، للطبری: ۵۲، مستدرک الحاکم: ج ۳، ص ۱۶۰ اور ۱۸۵۔

۲۔ بحار الانوار: ج ۱۶، ص ۱۰۔۱۱۔

''اے محمد: علی واعلیٰ (خدا) نے آپ کو سلام کہا ہے اور اس نے یہ حکم دیا ہے کہ آپ چالیس دن تک خدیجہ سے دور رہیں'' چنانچہ آپ نے جناب خدیجہؑ کے پاس جناب عمار یاسر کو بھیجا اور انھیں اس الٰہی حکم سے باخبر فرمایا، اس دوران آپؐ چالیس دن تک دن میں مسلسل روزہ رکھتے تھے اور رات بھر عبادت خدا کیا کرتے تھے، جب چالیس روز پورے ہوگئے تو جبرئیلؑ پھر نازل ہوئے اور کہا: ﴿یا محمد! العلیّ الأعلیٰ یقرئک السلام یأمرک أن تتأھّب لتحیته و تحفته﴾.

''اے محمد علی اعلیٰ (خدا) نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ آپ اس کے ہدیہ اور تحفہ کے لئے تیار ہوجائیں''، ابھی نبی کریمؐ اسی طرح تھے کہ میکائیل ایک سینی (طبق) لئے ہوئے نازل ہوئے جس پر سُندس کا رومال پڑا ہوا تھا، اسے انھوں نے آنحضرتؐ کے سامنے رکھ دیا: تب جبرئیل نے کہا:

﴿یا محمد! یأمرک ربّک أن تجعل اللیلة إفطارک علی ھذا الطعام﴾.

اے محمد آپ کے رب نے کہا ہے کہ آج رات آپ اسی کھانے سے افطار کیجئے گا'' چنانچہ پیغمبر اکرمؐ نے سیر ہوکر کھانا تناول فرمایا اور پانی پی کر جب بالکل سیراب ہوگئے، تو نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے جبرئیل نے آگے بڑھ کر کہا:

﴿الصلاۃ محرمة علیک فی وقتک حتی تأتی منزل خدیجة ، فإنّ اللہ ۔عزّ و جلّ۔ آلی علی نفسه أن یخلق من صلبک فی ھذہ اللیلة ذریة طیبة﴾ (۱)

اس وقت آپ کے اوپر نماز حرام ہے جب تک آپ خدیجہ کے گھر نہ چلے جائیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے اوپر یہ فرض کیا ہے کہ آج رات آپ کے صلب سے ایک پاکیزہ نسل خلق فرمائے، یہ سنکر رسول اسلامؐ، جناب خدیجہؑ کے گھر کی طرف روانہ ہوگئے۔

جناب خدیجہؑ بیان فرماتی ہیں: کہ مجھے تنہائی سے انسیت ہوگئی تھی، چنانچہ جب رات ہوگئی میں نے اپنا

۱۔ یہاں پر نافلہ نمازیں مراد ہیں۔

سر ڈھک لیا پردے ڈال دئے اور اپنا دروازہ بند کر لیا اور اپنا ورد پڑھنا شروع کر دیا۔ چراغ خاموش کر دیا، اور اپنے بستر پر آ کر لیٹ گئی، اس رات نہ میں بالکل سوئی ہوئی تھی اور نہ ہی بالکل جاگ رہی تھی، کہ اچانک مجھے اپنا دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سنائی دی، میں پکار کر بولی: ''کون اس دروازہ کو کھٹکھٹا رہا ہے'' جسے حضرت محمد مصطفیؐ کے علاوہ کوئی اور نے نہیں کھٹکھٹاتا؛...... جناب خدیجہؑ کہتی ہیں کہ رسول اسلامؐ نے انتہائی شیریں انداز اور دلنشیں لہجہ میں آہستہ سے فرمایا: ﴿افتحی یا خدیجة ، فإنّی محمّد﴾ .

اے خدیجہ دروازہ کھولو میں محمد ہوں، میں نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا اور نبی کریمؐ گھر میں تشریف لے آئے ،اس مالک کی قسم جس نے آسمان کو بلند فرمایا اور پانی کو جاری کیا ہے ابھی نبی کریمؐ مجھ سے دور بھی نہ ہونے پائے تھے کہ مجھے اپنے شکم میں فاطمہؑ کے وجود (کی سنگینی) کا احساس ہو گیا۔

۴۔ جناب فاطمہ = سے جناب خدیجہؑ کی انسیت:

جب جناب خدیجہؑ نے رسول اکرمؐ سے شادی کی تھی تو مکہ کی عورتوں نے آپ سے ملنا جلنا بالکل بند کر دیا تھا نہ وہ آپ سے بات کرتی تھیں اور نہ ہی آپ سے ملاقات کرتی تھیں لیکن جب جناب فاطمہؑ کا نور آپ کے شکم مبارک میں منتقل ہو گیا، اس کے بعد جب کبھی بھی پیغمبر اکرمؐ گھر سے باہر تشریف لے جاتے تھے تو جناب فاطمہؑ شکم کے اندر سے ہی آپ سے گفتگو کیا کرتی تھیں، جس سے آپ کو سکون اور راحت نصیب ہوتی تھی، اسی دوران ایک دن پیغمبر اکرمؐ جب اپنے گھر میں داخل ہوئے تو آپ نے سنا کہ خدیجہ کسی سے باتوں میں مشغول ہیں، آپ نے پوچھا:

﴿یا خدیجة! من تکلّمین!﴾ .

اے خدیجہ تم کس سے گفتگو کر رہی ہو؟ انھوں نے کہا یا رسول اللہ، جب میں گھر میں اکیلی رہتی ہوں تو میرے شکم میں موجود بچہ مجھ سے باتیں کرتا ہے، یہ سن کر آنحضرتؐ مسکرائے'' اور فرمایا:

﴿یا خدیجة ! هذا أخی جبرئیل (ع) یخبرنی أنّها ابنتی، و أنّها النسمة الطاهرة المطهّر ة، و أنّ الله تعالی أمرنی أن اُسمّیها ((فاطمة)) و سیجعل لله تعالی من ذرّیتها

أئمة يهتدى بهم المؤمنون﴾ .(۱)

''اے خدیجہ، میرے بھائی جبرئیل نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ یہ میری بیٹی ہے اور یہ طاہرہ و مطہرہ ہے اور خداوند عالم نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ اس کا نام فاطمہ رکھنا۔ اور خداوند عالم اس کی نسل میں ایسے ہادی پیدا کرے گا جن سے مومنین ہدایت حاصل کریں گے۔(۲)

روایت ہے کہ جب کفار نے رسول اکرمؐ سے چاند کے دو ٹکڑے کرنے کا مطالبہ کیا تو اس وقت تک جناب خدیجہ کے لئے یہ واضح ہو چکا تھا کہ فاطمہؑ ان کے شکم مبارک میں پرورش پا رہی ہیں، تو جناب خدیجہ نے کہا: جب کہ آپ بہترین رسول اور نبی ہیں تو جناب فاطمہؑ نے ان کے شکم کے اندر ہی ان کو یوں تسلی دی: اے والدۂ گرامی آپ غم نہ کریں اور پریشان نہ ہوں بیشک اللہ میرے والد کے ساتھ ہے(۳) بیشک جناب خدیجہؑ پیغمبر اکرمؐ کی تبلیغ کے ابتدائی سخت ترین دور سے ہی آپ کے پہلو بہ پہلو ثابت قدم رہیں آپ نے عورتوں کے بائیکاٹ کا سامنا بھی کیا ان تمام مشکلات پر صبر و تحمل اور تبلیغ دین کے لئے راہ خدا میں اپنی پوری دولت لٹا دینے کے عوض اللہ تعالیٰ نے جناب خدیجہ کی گود کو ایسی عظیم الشان بیٹی کی دولت سے آباد کر دیا جسکی نسل اور ذریت طاہرہ کی کوئی مثال کائنات میں کہیں نظر نہیں آتی ہے۔

۵۔ ولادت حضرت فاطمہ زہرا =

جناب خدیجہؑ کے لئے انتظار کی گھڑیاں تمام ہوئیں اور اس مبارک و مسعود بچی کی ولادت کا وقت بالکل نزدیک آ پہنچا جو دنیا میں قدم رکھنے سے پہلے ہی (شکم مادر میں) آپ کی انیس و مونس تھی اور جناب خدیجہ کو اس کے دیدار کا شدت سے انتظار تھا، چنانچہ جب ولادت کا وقت بالکل نزدیک آ گیا تو جناب خدیجہ نے

۱۔ بحار الانوار: ج۱۶، ص۷۹۔۸۰ اور یہی مضمون میزان الاعتدال: ج۳، میں آیا ہے، اور خطیب بغدادی کی تاریخ: ج۵، ص۸۷، اور محب الدین نے ذخائر العقبیٰ: ۵۴۔۵۵ میں ذکر کیا ہے۔

۲۔ الثاقب فی المناقب (للطوسی): ۱۸۷، مسند فاطمہؑ للتویسرکانی: ۵۷۔

۳۔ روض الفائق: ۲۱۴، الجنۃ العاصمہ: ۱۹۰ مسند فاطمہؑ: ۷۷۔

قریش کی عورتوں کو اس نازک اور سخت گھڑی میں اپنی مدد کے لئے بلایا لیکن انھوں نے آپ کو یہ صاف صاف جواب دے دیا چونکہ تم نے ہمارا کہنا نہیں مانا ہے اور ابو طالب کے یتیم حضرت محمدؐ سے شادی کر لی ہے جن کے پاس نہ کوئی دولت ہے اور نہ سرمایہ، لہٰذا ہم تمہارے یہاں نہیں آسکتے اور نہ ہی ہمیں تم سے کوئی مطلب ہے جس سے جناب خدیجہ کو شدید ملال ہوا، آپ اسی غم سے دوچار تھیں کہ آپ نے کیا دیکھا کہ چار بلند قامت بی بیاں آئی ہیں جو بالکل بنی ہاشم کی خواتین کی طرح ہیں آپ انھیں دیکھ کر گھبرا گئیں، ان میں سے ایک بی بی نے کہا، اے خدیجہ گھبرایئے نہیں، ہم کو آپ کے پروردگار نے بھیجا ہے ہم آپ کی بہنیں ہیں، میں سارہ ہوں، یہ آسیہ بنت مزاحم ہیں، یہ جنت میں آپ کی سہیلی ہوں گی، اور یہ مریم بنت عمران ہیں اور یہ کلثوم جناب موسیٰ بن عمران کی بہن ہیں، ہمیں خداوند عالم نے اس نازک گھڑی میں آپ کی مدد کرنے کے لئے بھیجا ہے چنانچہ ان میں سے ایک بی بی آپ کے داہنی طرف اور دوسری آپ کے بائیں طرف، تیسری بی بی سامنے اور چوتھی پشت کی طرف بیٹھ گئیں، پھر پاک و پاکیزہ انداز میں جناب فاطمہؑ کی ولادت ہوئی زمین پر آپ کے قدم آتے ہی آپ کے جسم اطہر سے ایک ایسا نور چمکا جس کی روشنی مکہ کے گھر گھر میں پہونچ گئی، پھر آپ کے سامنے بیٹھی ہوئی بی بی نے بچی کو آب کوثر سے غسل دیا، اور دو بالکل سفید کپڑے نکالے، ایک کے اندر شہزادی کو لپیٹ دیا اور دوسرے کو مقنعہ کی طرح آپ کے سر پر باندھ دیا، پھر انہوں نے آپ سے بات کرنا چاہی تو جناب فاطمہؑ نے پہلے کلمۂ شہادتین پڑھا اور پھر سب بی بیوں کا نام لے کر ان کو سلام کیا، یہ منظر دیکھ کر وہ ہسنے لگیں اور کہا اے خدیجہ اسے آپنی آغوش میں لیجئے یہ طاہرہ و مطہرہ اور زکیہ و مبارکہ ہے خدا آپ کے لئے اسے مبارک قرار دے اور آپ کی نسل میں اضافہ فرمائے، جناب خدیجہؑ نے مسکراتے ہوئے بچی کو اپنی آغوش میں لے کر اسے اپنے سینہ سے لگالیا۔(۱)

شہزادی کائناتؑ سے پہلے جب جناب خدیجہؑ کو خدا نے بیٹا عنایت فرمایا تھا تو آپ نے انھیں دودھ پلانے کے لئے دایا کے حوالہ کر دیا تھا مگر جناب فاطمہ کو دودھ پینے کے لئے جناب خدیجہؑ نے کسی کے حوالہ نہیں کیا۔(۲)

۱۔ دلائل الامامہ: ۸۔۹، نزھۃ المجالس: ج ۲ص ۲۲۷، بحار الانوار: ج ۱۶ص ۸۰۔۸۱، امالی الصدوق: ۴۷۵۔

۲۔ عوالم العلوم: ج ۱۱ص ۴۶۔ بدایۃ والنھایۃ: ج ۵ص ۳۰۷(ط مصر)۔

۶۔ تاریخ ولادت

مورخین کے درمیان آپ کی تاریخ ولادت کے بارے میں قدرے اختلاف ہے البتہ شیعہ امامیہ مورخین کے نزدیک مشہور یہی ہے کہ آپ کی پیدائش ۲۰ جمادی الاخریٰ بروز جمعہ بعثت کے پانچویں سال ہوئی تھی جبکہ بعض دوسرے مورخین نے بعثت سے پانچ سال پہلے کی تاریخ بھی ذکر کی ہے۔(۱)

جناب ابوبصیرؒ نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

﴿ولدت فاطمة في جمادى الآخرة يوم العشرين سنة خمس و أربعين من مولد النبي (ص)، فأقامت بمكة ثمان سنين و بالمدينة عشر سنين، و بعد وفاة أبيها خمسة و سبعين يوماً، و قُبضت في جمادى الآخرة يوم الثلاثاء لثلاث خلون منه سنة إحدى عشرة من الهجرة﴾.

جناب فاطمہ کی ولادت ۲۰ جمادی الاخریٰ کو، پیغمبر اکرمؐ کی ولادت کے ۴۵ سال بعد ہوئی تھی، آپ مکہ مکرمہ میں آٹھ سال اور مدینہ میں دس سال رہیں اور اپنے والد گرامی کے بعد ۷۵ دن تک زندہ رہیں، اور منگل کے دن ۳ جمادی الاخریٰ ۱۱ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔(۲)

آپؑ کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

صدیقہ: یعنی آپ بہت تصدیق کرنے والی تھیں کیونکہ آپ اپنے والد گرامی کی مسلسل تصدیق کرنے والی، اور اپنے قول و فعل اور ہر لحاظ سے سچی تھیں اسی لئے آپ کو صدیقہ کبریٰ کہا جاتا ہے۔ صدیوں سے شہزادی کی یہی شناخت اور پہچان ہے۔ جیسا کہ آپ کے پوتے امام صادقؑ سے منقول ہے۔(۳)

۱۔ تذکرۃ الخواص (عبد الرحمٰن بن الجوزی): ۳۰۶، اور محمد یوسف الحنفی نظم درر السمطین: ۱۷۵، بطری ذخائر العقبیٰ: ۶۲، مقاتل الطالبیین (لابی الفرج الاصفہانی): ۳۰ مصادر الامامیۃ: ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۵۷، کلینی۔ اصول الکافی: ج ۱، ص ۴۵۸، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۶۔۹۔

۲۔ دلائل الامامۃ: ۱۰۔

۳۔ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۰۵، المناقب: ج ۳، ص ۲۳۳۔

آپ کومبارکہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ کی وجہ سے بے حد خیر اور برکتیں نازل ہوئی ہیں اور قرآن مجید نے آپ کو اسی لئے کوثر کہا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کی نسل صرف آپ ہی کے ذریعہ آگے بڑھی ہے اور آپ ائمہ اطہار اور رسول اکرمؐ کی ایسی پاک و پاکیزہ نسل کی ماں ہیں جنہوں نے آپ کی رسالت و نبوت کی حفاظت فرمائی اور ہمیشہ ظالموں کے مقابلہ میں ڈٹے رہے اس طرح آپ ہی وہ خیر کثیر یا اس کا سب سے اہم مصداق ہیں جو خداوند عالم نے اپنے پاک رسول کو عطا فرمایا تھا اور اس کے بارے میں سورۂ کوثر آج بھی بہترین گواہ ہے۔

جناب ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ابنتی فاطمة حوراء آدمية ،لم تحض ولم تطمث ، و إنّما سمّاها فاطمة لأنّ الله فطمها و محبيها عن النار ﴾ .

میری بیٹی فاطمہ انسانی حور ہے جو ماہواری اور ولادت کے وقت کی آلودگیوں سے پاک ہے۔ اور اس کا نام فاطمہ اس لئے رکھا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالی نے اس کو اور اس کے چاہنے والوں کو جہنم سے دور رکھا ہے۔(۱)

آپ ہی نے یہ بھی فرمایا ہے:

﴿أن فاطمة حوراء إنسيّة ، كلّما اشتقت إلى الجنّة قبّلتُها﴾.

آپؐ نے فرمایا: فاطمہ انسانی پیکر میں ایک حور ہیں، چنانچہ مجھے جب بھی جنت کا اشتیاق ہوتا ہے تو میں انہیں پیار کرتا ہوں۔(۲)

انس بن مالک کہتے ہیں کہ جناب فاطمہ زہراؑ بدر منیر اور گھٹاؤں کے پیچھے سے نکلنے والے سورج کی طرح ہیں، آپؑ سفید رو اور سرخ رخسار والی تھیں اور آپؑ کے بالوں کا رنگ سیاہ تھا نیز آپ تمام لوگوں میں رسول اللہ سے سب سے زیادہ مشابہ تھیں۔(۳)

۱۔تاریخ بغداد: ج۱۲،ص۳۳۱، ح ۶۷۷۲، کنز العمال: ج ۱۲، ص۱۰۹۔

۲۔تاریخ خطیب البغدادی : ج۵،ص۸۷، الغدیر: ج۳،ص۱۸۔

۳۔مستدرک الحاکم: ج۳،ص۱۶۱۔

آپ کو اس لئے طاہرہ کا لقب دیا گیا کہ آپ ہر برائی اور گندگی سے پاک و پاکیزہ ہیں اور آپ نے کبھی بھی عورتوں کی مخصوص عادت نہیں دیکھی (۱) جیسا کہ امام محمد باقرؑ کی روایت ہے نیز قرآن مجید نے آیہ تطہیر میں ہر برائی اور گندگی سے آپ کی طہارت کی گواہی دی ہے۔

آپ کو اس لئے راضیہ کہا جاتا ہے کہ خداوند عالم نے آپ کے لئے دنیا کی جو تلخیاں اور مشقتیں نیز مصائب و آلام مقدر کردیئے تھے آپ اس پر راضی تھیں اور آپ کا پروردگار آپ سے خوش ہے اسی لئے آپ مرضیہ بھی ہیں جس کی صراحت قرآن کریم نے سورۂ ''دہر'' میں کی ہے کہ آپ کا پروردگار آپ کی سعی سے راضی ہو گیا اور آپ کو روز قیامت سے امان دیا اور آپ ان لوگوں میں شامل ہیں جن سے اللہ راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں ''رضی الله عنهم و رضوا عنه ''(۲) اور آپ کے اندر خوف پروردگار بھی حدکمال تک موجود تھا جس کے لئے آپ کی سیرت کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

آپ کو اس لئے محدثہ کہا گیا ہے کہ آپ سے ملائکہ نے اسی طرح گفتگو کی تھی جس طرح جناب مریم اور مادر جناب موسیٰ جناب ابراہیم کی زوجہ جناب سارہ کی تھی کہ جب ان کو اسحاق اور پھر ان کے بعد یعقوب کی ولادت کی خوشخبری سنائی تھی۔

آپ کی تعظیم کے لئے پیغمبر اکرمؐ نے آپ کو ''ام ابیہا'' جیسی کنیت عطا فرمائی کیونکہ آنحضرت کے نزدیک محبت و رفعت میں کوئی بھی آپ کا ہمسر نہیں ہے اور آپ سے آنحضرت اسی طرح پیش آتے تھے جس طرح ایک بیٹا اپنی والدہ کا احترام کرتا ہے اور آپ بھی پیغمبر کے ساتھ اسی طرح پیش آتی تھیں جس طرح ایک ماں اپنی اولاد کا خیال رکھتی ہے۔ کیونکہ آپ ہمیشہ آنحضرت کی خدمت گذار رہیں ان کے زخموں کی مرہم پٹی اور ان کی پریشانیوں کو کم کرتی رہتی تھیں۔

آپ کا ایک لقب ام ائمہ بھی ہے کیونکہ پیغمبر اکرمؐ نے یہ مبارک خبر دی ہے کہ تمام ائمہ آپ کی اولاد سے ہوں گے اور مہدی آپ کی نسل میں ہوں گے۔ (۳)

۱۔ بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۹۔ ۲۔ سورۂ المائدۃ (۵): ۱۱۹۔

۳۔ ینابیع المودۃ: ج ۲، ص ۸۳، منتخب الاثر: ۱۹۲، کنز العمال ج ۱۲، ص ۱۰۵۔

دوسری فصل

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی زندگی کے مراحل

جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہانے اپنے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنی والدہ جناب خدیجہ (علیہا السلام) کے زیر سایہ اپنی زندگی کا آغاز کیا پھر آپ اپنے والد گرامی کی مدینہ کی طرف، ہجرت تک تنہا ان کے ساتھ رہیں جبکہ وہ آپ کا بے حد خیال رکھتے تھے اور اسی طرح آپ بھی بالکل ایک ماں کی طرح ان کا خیال رکھتی تھیں پھر آپ حضرت علیؑ کے ساتھ رشتۂ زوجیت میں منسلک ہوگئیں اور اپنے والد گرامی حضرت محمد مصطفیٰ (ص) کے زیر سایہ اور نو عمر اسلامی حکومت کی آغوش اور اپنی گھریلو ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ اپنی دینی (تبلیغی) ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے کوشاں رہیں، یہاتک کہ رسول اعظمؐ کی وفات کے ساتھ نبوت عظمٰی کا سورج بھی غروب ہوگیا اور حضرت علیؑ کے ہاتھوں سے اسلامی حکومت کی قیادت کی باگ ڈور چھین لئے جانے سے ایک اور عظیم مصیبت رونما ہوگئی ایسے نازک وقت میں آپ ہی حضرت علیؑ کی تنہا قوت بازو تھیں۔

اپنے والد بزرگوار کے بعد آپ اپنے شوہر نامدار حضرت علی (ع) کے ساتھ بہت مختصر مدت تک ہی رہ سکیں اور اس میں بھی آپ کو آلام ومصائب کے ایسے تلخ گھونٹ پینا پڑے کہ جن کی کڑواہٹ کو علاّم الغیوب پروردگار کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا ہے۔

اسی لئے ہم نے یہ مناسب سمجھا کہ آپ کی حیات طیبہ کو مندرجہ ذیل مرحلوں میں تقسیم کردیا جائے۔

پہلا مرحلہ: والدین کے زیر سایہ بچپنے کا دور۔

دوسرا مرحلہ: جناب خدیجہ (س) کی وفات کے بعد اور اپنی شادی سے پہلے اپنے والد گرامی کے زیر سایہ زندگی کا مرحلہ۔

تیسرا مرحلہ: حضرت علی (ع) سے آپ کی شادی کے بعد سے رسول اکرم (ص) کی وفات تک کا دور۔

چوتھا مرحلہ: اپنے والد کی وفات کے بعد بیماری سے پہلے کا دور۔

پانچواں مرحلہ: بیماری سے لیکر شہادت تک کا زمانہ۔

چنانچہ پہلے تین مرحلوں کو ہم اسی باب کی تیسری فصل میں بیان کریں گے جبکہ تیسرے باب کی پہلی فصل میں آپ کی زندگی کے چوتھے مرحلہ کا تذکرہ کیا جائے گا نیز اسی باب کی دوسری فصل میں آپ کی زندگی کے پانچویں مرحلہ کے بارے میں تحقیق اور گفتگو پیش کی جائے گی۔

تیسری فصل

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اپنے والد کے ہمراہ

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا بچپن:

جس دور میں جناب فاطمہ زہرا کی ولادت ہوئی تھی جب ہم اس کے حالات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں جزیرہ نمائے عرب کی صورت حال بے حد خطرناک اور حد سے زیادہ بحرانی تھی کیونکہ پیغمبر اکرم (ص) نے جس نئے دین کا اعلان کیا تھا اس کی بنا پر اس وقت کا عرب معاشرہ کئی حصوں میں تقسیم ہوتا جا رہا تھا۔

خشک موسم اور آب ہوا کی بنا پر اقتصادی لحاظ سے عربوں میں غربت کا دور دورہ تھا اور ایک محدود پیمانے پر ایک کمزور سی اقتصادی زندگی پائی جاتی تھی جس کا دائرہ، یمن اور شام جیسے ممالک سے تجارتی کاروبار تک محدود تھا۔

تہذیب وتمدن اور سماجی لحاظ سے کفار ومشرکین اور پرانے رسم ورواج کی اندھی تقلید کرنے والوں کی اکثریت تھی، اور اس کے ساتھ ساتھ لوٹ مار اور مختلف قبیلوں کے درمیان جنگوں کا بازار بھی گرم رہتا تھا جسمیں اکثر جنگو کی کوئی معقول وجہ نہیں ہوتی تھی، نیز ان کے یہاں لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی صورت حال (رسم) تو انسانی بے رحمی اور پسماندگی کی آخری حد تھی۔ ایسے، ماحول میں پیغمبر اکرم (ص) کو مبعوث کیا گیا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف چالیس سال تھی۔

آپ تن تنہا عالمی کفر وشرک اور بت پرستی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور خطرناک مشکلات اور زحمات کا

سامنا کیا، چنانچہ پہلے تو آپ نے اپنی تبلیغ کو دشمنوں کے خطرات سے محفوظ رکھنے کے لئے اسے خفیہ رکھا اور جب خداوند عالم کی طرف سے خفیہ تبلیغ کا سلسلہ ختم کر کے باطل کی صفوں میں داخل ہونے کا حکم آ گیا تو آنحضرتؐ نے اعلانیہ تبلیغ کا آغاز فرمایا اور لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دینا شروع کر دی جس سے ہر دن مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا ان بدلتے ہوئے حالات کو دیکھ کر دشمنان اسلام کو خطرہ محسوس ہونے لگا چنانچہ جس قبیلے کے اندر بھی ضعیف اور کمزور مسلمان تھے اس کے قبیلہ والے ان پر ٹوٹ پڑے اور اپنے خیال میں انھیں مسلمانوں کے فریب سے نجات دینے اور اپنے پرانے دین کی طرف واپس بلانے کے لئے قید کر کے یا مار پیٹ یا بھوکا رکھ کر حتی کہ گرم ریت یا پتھروں پر لٹا کر طرح طرح کی اذیتیں دینے لگے، جب رسول اللہ نے اپنے ساتھیوں کی ان پریشانیوں کا مشاہدہ کیا تو آپ نے ان سے فرمایا:

﴿لو خرجتم إلى أرض الحبشة حتى يجعل الله لكم فرجاً و مخرجاً مما أنتم فيه﴾

اگر تم لوگ چاہو تو حبشہ کی طرف ہجرت کر جاؤ تا کہ اللہ تعالی تمہیں ان مشکلات سے نجات دیدے چنانچہ مسلمانوں نے رسول اسلام کا یہ حکم مان لیا اور وہ اپنی زمین اور اموال چھوڑ کر وہاں سے نکل پڑے اور فتنہ کے خوف نیز اپنے دین کی حفاظت کے لئے خدا کی طرف ہجرت کر گئے)

۱۔ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا شعب ابوطالبؑ میں:

جب قریش نے اس صورت حال کا مشاہدہ کیا کہ اصحاب رسولؐ رسول خدا (ص) کے ساتھ ثابت قدم نظر آ رہے ہیں اور کفار کی ایذا رسانیوں کو بھی برداشت کر رہے ہیں اور اسلام کی شان شوکت میں ہر روز اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے اور اس کے اثرات دوسرے قبیلوں میں بھی پھیلتے جا رہے ہیں اور اب اسے روکنا ان کے بس سے باہر ہے تو انھوں نے رسول خدا (ص) کو قتل کرنے کے لئے آپس میں مشورہ کیا جب جناب ابوطالبؑ کو اس خطرہ کا احساس ہوا تو آپ اس علاقہ میں چلے گئے جسے شعب ابوطالبؑ کہا جاتا ہے اور آپ کے ساتھ ساتھ تمام بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلبؑ بھی رسول خدا (ص) کی حمایت کے لئے وہاں پہنچ گئے اور آپ کے چچا جناب حمزہؓ تو پوری رات صبح تک وہاں کا پہرہ دیا کرتے تھے، چنانچہ قریش نے

آپ لوگوں کی شدید اقتصادی ناقہ بندی کر دی اور باقاعدہ تحریری شکل میں یہ معاہدہ لکھا کہ نہ ان کے ہاتھ کوئی چیز بیچیں گے اور نہ ہی ان سے کچھ خریدیں گے چنانچہ دو یا تین سال تک وہ اسی بات پر اڑے رہے یہاں تک کہ انہوں نے خود ہی اپنی ہار مان لی، اس دوران بنی ہاشم تک کوئی چیز بڑی مشکل اور صرف خفیہ طریقہ سے ہی پہنچ پاتی تھی، جسکی بناپر بنی ہاشم کو شدید بھوک کا سامنا کرنا پڑا اور کبھی کبھی تو بھوک کی شدت کی بناپر بچوں کی آہیں بلند ہو جاتی تھیں۔

اس سخت محاصرہ اور متعصب و بے رحم زمانہ میں جناب فاطمہ زہراء (س) کی رضاعت کا کچھ حصہ شعب ابوطالب میں گذرا اور بالآخر وہیں آپ کی دودھ بڑھائی ہوئی اور سختیوں میں گھرے ہوئے قبیلے میں آپ نے چلنا شروع کیا نیز بھوکے اور محروم بچوں کی آہیں اور چیخیں سنتے ہوئے بولنا شروع کیا، اور فاقوں اور محرومیوں کے دور میں کھانے کا آغاز کیا، اس دوران رات کے سناٹے میں کبھی آپ کی آنکھ نہیں کھلی مگر یہ کہ آپ نے خوف و ہراس کے عالم میں مستعدی کے ساتھ پہرہ داروں کو اپنے بابا کے گرد پہرہ دیتے ہوئے دیکھا تاکہ دشمن رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر آنحضرت پر دھوکہ سے شبخون نہ مار سکیں تقریباً تین سال تک جناب فاطمہ (س) اسی محاصرہ میں رہیں جس نے پوری دنیا سے آپ کا رابطہ بالکل منقطع کر رکھا تھا اور اس طرح آپ کی عمر پانچ سال ہوگئی۔

۲۔ جناب خدیجہؑ کی وفات اور سال غم:

بالآخر محاصرہ کے بیحد شدید اور مشکل سال ختم ہو گئے اور پیغمبر اکرم (ص) اور آپ کے تمام ساتھی محاصرے اور بائیکاٹ سے باہر نکل آئے اور خداوند عالم نے فتح و نصرت کا سہرا ان کے سر پر باندھ دیا جناب خدیجہؑ بھی اگرچہ اس محاصرہ سے باہر نکل آئیں لیکن مصائب و آلام اور محرومیوں کے باوجود بھی آپ اسی لگن اور صبر و استقامت کے ساتھ اپنی تابندہ جہادی زندگی اور عورتوں کے لئے تنہا نمونہ عمل کی زندگی گذارتی رہیں آپ کی وفات کا وقت نزدیک آچکا تھا اور اللہ کی مصلحت یہی تھی کہ اس نے آپ کو منتخب کر کے اپنی بارگاہ میں بلا لیا چنانچہ بعثت کے دسویں سال یعنی جس سال بنی ہاشم محاصرہ سے باہر آئے ہیں اسی سال آپ کی

وفات ہوگئی۔

اس سال رسول خداؐ کے چچا اور اسلام کے ناصر و مددگار اور حامی یعنی جناب ابو طالبؑ نے بھی وفات پائی جس سے رسول خدا (ص) بیحد غمزدہ اور محزون رہنے لگے اور آپ کو تنہائی اور وحشت کا احساس ہونے لگا کیونکہ آپ کے چاہنے والے حامی و مددگار آپ سے جدا ہوگئے تھے، اور آپ کے اوپر جناب خدیجہ جیسی چہتی زوجہ اور مددگار نیز اپنے حامی و مددگار چچا کی جدائی بیحد شاق تھی اسی لئے آپ نے اس سال کا نام ''غم کا سال'' رکھ دیا تھا۔

اس سال صرف پیغمبر اکرم (ص) کو ہی مذکورہ مصائب کا سامنا نہیں کرنا پڑا بلکہ جناب فاطمہ (س) جو ابھی بالکل کمسن اور بچی تھیں اور ابھی تک آپ اپنی ماں کی مامتا اور اپنی والدہ گرامی کی شفقتوں سے سیر نہ ہوسکی تھیں کہ انھیں بھی اس غم میں شریک ہونا پڑا۔

پیغمبر اکرم (ص) کو بھی جناب فاطمہ (س) کے غمزدہ دل کی کیفیت کا بخوبی احساس تھا اسی لئے جب آپ ان کے رخساروں پر ماں کے فراق میں آنسو بہتے ہوئے دیکھتے تھے تو آپ کا قلب رحیم مزید پگھل جاتا تھا اور آپ کی شفقت و محبت پدری جوش مارنے لگتی تھی، آپ جناب فاطمہ (س) کو تسلی دیتے تھے اور انھیں ان کی والدہ گرامی کے فراق کا جو صدمہ تھا آپ اپنے پیار و محبت سے اسے مندمل کرتے رہتے تھے۔

رسول خدا (ص) جناب فاطمہ (س) سے بیحد محبت کرتے تھے اور آپ کا خیال رکھتے اور آپ بھی آنحضرت (ص) سے اتنی ہی محبت کرتی تھیں اور ان کا خیال رکھا کرتی تھیں یہی وجہ تھی کہ دنیا میں کوئی بھی جناب فاطمہ (س) سے زیادہ پیغمبر کا چہیتا اور ان سے قریب نہیں تھا۔ آپ ان سے نہ صرف یہ کہ محبت کرتے تھے بلکہ جب کبھی ضروری سمجھتے تھے تو جناب فاطمہ (س) سے اپنی اس محبت کا اظہار بھی کرتے تھے، اور مسلمانوں کے سامنے ان کے مرتبہ و منزلت کو بیان کرتے رہتے تھے، یہ درحقیقت اس عظیم امر کی تمہید تھی اور اس کا راستہ ہموار ہو رہا تھا جس میں جناب فاطمہ (س) کا اہم حصہ تھا اور اس کے ساتھ جناب فاطمہؑ

کی ذریت طاہرہ اور پوری امت مسلمہ سے اس کا تعلق تھا۔ آپ یہ تاکیدات اسی لئے فرماتے تھے تا کہ مسلمان جناب فاطمہ (س) اوران کی نسل میں پیدا ہونے والے ائمہ کے مرتبہ ومنزلت سے بخوبی واقف ہوجائیں تا کہ جناب فاطمہ (س) کا حق ان کے سپرد کردیں، ان کی عظمت ومنزلت کا خیال رکھیں، اوران کی ذریت کا حق بھی کما حقہ ادا کریں، چنانچہ رسول اللہ نے جناب فاطمہ (س) کا تعارف کراتے ہوئے مسلمانوں کوانکے بارے میں یہ تاکید فرمائی: "فاطمة بضعة منی فمن اغضبها اغضبنی" (۱)

جناب فاطمہ (س) کی عمر مبارک میں اضافہ کے ساتھ ساتھ پیغمبر (س) کے دل میں آپ کی محبت میں اضافہ ہوتا چلا گیا اوران کے لئے آپؐ کی شفقتیں بڑھتی ہی چلی گئیں، دوسری جانب شہزادی دوعالم کے دل میں بھی آپکی محبت اوران کے ذہن پر ہمہ وقت آپ کا خیال چھایا رہتا تھا اسی لئے پیغمبر اکرمؐ آپ کو "ام ابیہا،، اپنے باپ کی ماں کہا کرتے تھے۔

یہ اس طیب وطاہر پدرانہ لگاؤ کا اہم نمونہ ہے، جس کا اولاد کی تربیت اوران کی راہ وروش اور زندگی کو صحیح رخ دینے میں ایک اہم حصہ ہے بیشک یہی رابطہ اورلگاؤ اس بات کی اہم مثال ہے کہ اسلام میں لڑکیوں (بیٹیوں) کی کتنی اہمیت ہے اوراس کی نگاہ میں ان کی کیا قدرومنزلت ہے۔

۳۔ جناب فاطمہؑ اورامتحان کی منزلیں:

اللہ تعالیٰ کی یہی مرضی تھی کہ جناب فاطمہ (س) مکہ کی تبلیغی کشمکش کے دوران موجودرہیں اوراپنے والد گرامی کی جفاکشی اوران کے اوپر ٹوٹنے والے آلام ومصائب کا مشاہدہ فرمائیں اور نبوت وہدایت اور ایمان و فضیلت کے گھر کے خلاف مکہ کی معاندانہ فضا کے علاوہ یہ بھی دیکھیں کہ ان کے والد گرامی اور چنیدہ وممتاز سابق الاسلام مبلغین، جہاد اور دلیری کے ساتھ کشت وخون کے دریا میں غوطہ زن ہیں، تا کہ یہ جہادی فضا ان کے اوپراثر انداز ہو، اور مستقبل میں زندگی کی سختیاں برداشت کرنے میں اوران کی شخصیت سازی میں

۱۔ صحیح بخاری: ۳۶/۵۔

معاون ثابت ہوسکیں۔ان حالات کا تعلق جناب فاطمہ (س) کی زندگی کے اس دور سے ہے کہ جب آپ بالکل کمسن اور چھوٹی تھیں اور آپ کو اپنی ایسی پیاری، انیس و مونس اور شفیق ماں جو دنیا کے آلام و مصائب اور مشکلات کو آپ سے دور کرتی رہتی تھیں اسی طرح اپنے پدر بزرگوار کے حامی و سرپرست اور آپ کی تبلیغ کے محافظ آپ کے چچا جناب ابوطالبؑ کے بعد بھی اپنے والد کے ساتھ بے حد سخت اور دشوار گذار دن دیکھنا پڑے جن کی زندگی میں قریش آنحضرت کو تکلیف پہنچانے کی ہمت نہیں کرتے تھے اور آپ کو کچھ نہیں کہہ سکتے تھے کیونکہ وہ ہر ایک کی خبر اچھی طرح لیتے تھے، چنانچہ پیغمبر اسلامؐ نے آپ کی وفات کے بعد آپ کی نصرت و حمایت کو ان الفاظ میں سراہا ہے: ﴿ مازالت قريش كاعة عنّي حتى مات ابو طالب ﴾ جب تک ابوطالب دنیا سے نہ گذر گئے قریش کے اندر میری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہ تھی"۔

یہی وجہ تھی کہ اس متعصب اور گھٹن کے ماحول میں قریش کے دلوں کے اندر موجود کینوں اور تعصّبات کی جو آگ بھڑک رہی تھی اس کے شعلے ظاہر ہو گئے اور آزار و اذیت نیز ہنسی مذاق اڑانے سے لے کر آپ کی شخصیت اور قدر و منزلت کو گرانے کے جتنے طریقے ہو سکتے تھے انھوں نے ان سب کو یکے بعد دیگرے پیغمبر اسلامؐ کے خلاف استعمال کرنا شروع کر دیا۔

اپنی رسالت اور تبلیغ کی ابتداء میں اس کیلئے آپ کو جتنے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اتنی زحمتیں کسی بھی نبی نے برداشت نہیں کیں، بات یہاں تک پہنچ گئی کہ قریش کے ایک سرپھرے آدمی نے ایک مٹھی مٹی اٹھا کر آپ کے چہرے اور سر کے اوپر ڈال دی، آپ اس کی حرکت کو برداشت کر کے اپنے گھر تشریف لے گئے اس وقت آپ کے چہرہ اور سر پر مٹی لگی ہوئی تھی چنانچہ جب آپ اپنے گھر پہنچے اور جناب فاطمہ (س) نے غرور و تکبر و میں چور، قریش کی ایذا رسانیوں کی بنا پر آپ کی یہ حالت دیکھی تو ان کو بے حد تکلیف ہوئی نیز ان لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لانے اور ہدایت و ارشاد کے راستے پر لگانے والے کریم النفس پیغمبر کے ساتھ جاہلیت کے مارے ہوئے ان سرپھرے متکبروں کا یہ سلوک اور ان کی یہ جرات و جسارت آپ کو بہت شاق گذرتی تھی اور آپ ان کے چہرہ اور سر سے مٹی صاف کرتی تھیں اور پانی لا کر آنحضرت کا سر اور چہرہ دھلاتی تھیں۔

یہ اذیت ناک واقعات آپ کے اوپر بے اثر ثابت نہیں ہوتے تھے بلکہ اپنے والد گرامی کے رنج ومصائب کو دیکھ کر آپ کو بھی سخت تکلیف پہنچتی تھی اور جہالت وحیوانیت کے ظلمت کدوں سے نکال کر نور کی طرف لانے اور ہدایت وارشاد کے راستہ پر لگانے کی کوشش میں مصروف ایسے خیر خواہ پیغمبر کے ساتھ ایسے اجڈ جاہلوں اور نادانوں کی بدسلوکیوں اور جسارتوں کے دکھ سے آپ گریہ کرنے لگتی تھیں، چنانچہ جناب فاطمہؑ کی اس حالت سے پیغمبر اسلامؐ پر یہ اثر ہوتا تھا کہ آپ اور بھی رنجیدہ وملول خاطر ہو جاتے تھے اور پھر اپنے دونوں مبارک ہاتھوں کو بڑی شفقت ومحبت کے ساتھ شہزادئ دو عالم کے سر پر پھیرتے تھے اور ان سے یہ فرمایا کرتے تھے ﴿لا تبكي يابنيّة فان الله مانع أباك ،و ناصره علىٰ أعداء دينه ورسالته﴾ ''اے بیٹی گریہ مت کرو، بیشک اللہ تمہارے بابا کا دفاع کرنے والا ہے اور دشمنوں کے مقابلہ میں ان کے دین اور رسالت کا مددگار رہے....''۔(۱)

اپنے جہادی اور تربیتی کلمات کے ذریعہ آپ جناب فاطمہ (س) کے اندر جہاد کی بلند روح کے پودے کو بار آور کر رہے تھے اور ان کے نفس اور قلب کو صبر وتوکل اور نصرت الٰہی کے ذریعہ اعتماد بنا رہے تھے۔ درد ورنج میں اضافہ کرنے والی یہ صورتحال اور قریش کی ایذا رسانیوں نیز رسول اللہؐ کی توہین اور حق وہدایت اور شریعت کی دعوت کا مذاق اڑانے کا سلسلہ یہیں ختم نہیں ہوا بلکہ ان کی ہٹ دھرمی وگمراہی اور نخوت میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا رہا جیسا کہ ایک روایت کے مطابق عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن کے علاوہ کبھی بھی پیغمبر اکرم (ص) کو قریش کے لئے بد دعا کرتے ہوئے نہیں دیکھا کہ: اس دن آپ نماز پڑھ رہے تھے، اور قریش کے کچھ لوگوں کا ایک ٹولا وہاں بیٹھا ہوا تھا جن کے پاس اونٹ کی ایک اوجھڑی پڑی ہوئی تھی، ان لوگوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا: اس کو اٹھا کر ان کی کمر پر کون ڈال سکتا ہے؟۔ تو عقبہ بن معیط نے اٹھ کر اسے آپ کی پشت مبارک پر ڈال دیا آپ اسی طرح سجدہ میں تھے کہ جناب فاطمہ (س) آ گئیں اور آپ

۱۔ البدایہ والنہایہ ۳/۱۵۱، سیرہ ابن ہشام ۱/۴۱۶۔

نے اسے آنحضرتؐ کی پشت مبارک سے اٹھا کر پھینک دیا تو آنحضرتؐ نے ان لوگوں کے لئے یہ بددعا کی :﴿اللهمّ عليك الملأ من قريش ، اللهمّ عليك بعتبة بن ربيعة ، اللهمّ عليك بشيبة بن ربيعة ، اللهمّ عليك بأبي جهل بن هشام ، اللهمّ عليك بعقبة بن أبي معيط،اللهمّ عليك بأُبي بن خلف و امية بن خلف﴾

خداوندا! میں جمعیت قریش، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام، عقبہ بن ابی معیط، ابی بن خلف اور امیہ بن خلف کا معاملہ تیرے اوپر چھوڑتا ہوں۔

عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا یہ سب کے سب بدر کے دن قتل کردئے گئے اور ابی بن خلف اور امیہ کے علاوہ ان سب کو گھسیٹ کر کنویں میں ڈال دیا گیا البتہ ابی بن خلف یا امیہ کہ جو بہت لحیم شحیم آدمی تھا لہٰذا اس کو ٹکڑے کردیا گیا۔(۱)

شادی سے پہلے اپنے والد بزرگوار کے زیر سایہ

۱۔مدینہ کی طرف ہجرت۔

بعثت کے تیرہویں سال پیغمبر اکرم (ص) نے اپنی جان کی حفاظت اور اپنی تبلیغ کی بقاء کے لئے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور حضرت علی بن ابی طالب کو یہ حکم دیا کہ شب ہجرت آپ کے بستر پر لیٹ جائیں جس سے مشرکین کچھ سمجھ نہ سکیں وہ ان ہی کی طرف لگے رہیں، آنحضرت (ص) نے آپ کو اور بھی کئی حکم دئے تھے جن میں سے کچھ یہ تھے: جب وہ کسی قابل اطمینان جگہ پہنچ جائیں گے تو انھیں اپنے فواطم اور غیر فواطم تمام گھر والوں کے ساتھ بلانے کے لئے کسی کو ان کے پاس بھیجیں گے اور آپ کے پاس لوگوں کی جو امانتیں رکھی ہوئی ہیں وہ سب صاحبان امانت تک پہنچادیں یا آپ کے اوپر جن لوگوں کا قرض ہے اسے ادا کردیں۔

۱۔ذخائر العقبیٰ طبری، ۵۷، اسی کے مثل بدایہ والنہایہ ج۳ ص ۳۵۷۔

چنانچہ جب آنحضرت (ص) قباء کے علاقہ میں پہنچے جو مدینہ سے صرف چند میل کے فاصلہ پر ہے۔اور آپ وہاں قیام پذیر ہوگئے تو آپ نے ابی واقد لیثی کے ذریعہ حضرت علی (ع) کو ایک خط بھیجا اور انھیں یہ حکم دیا کہ تمام امانتیں واپس کر کے تمام بی بیوں (فواطم) کو اپنے ساتھ یہاں لے آئیں چنانچہ حضرت علی (ع) نے اسی وقت سے تیاری شروع کردی اور مکہ کی طرف ہجرت کرنے کے لئے سواریاں اور ضروری وسائل خرید لئے اور آپ کے ساتھ جو کمزور مؤمنین تھے انہیں یہ حکم دیا کہ جب چاروں طرف رات کا اندھیرا چھا جائے تو ہر ایک دبے قدموں اور خاموشی کے ساتھ وادئ ذی طوی میں پہنچ جائے۔

جب آپ نے سب لوگوں کی امانتیں ان تک پہنچا دیں تو آپ نے کعبہ کے اوپر چڑھ کر بلند آواز سے یہ اعلان کیا:

﴿یا أیّھا الناس ! ھل من صاحب أمانة ؟ ھل من صاحب وصیّة؟ ھل من عدّة له قِبل رسول الله ؟ فلمّالم یات أحد لحق بالنبیّ﴾ ۔

اے لوگو کیا کسی کی کوئی امانت ہے یا کسی کی کوئی وصیت ہے یا رسول اللہ کے اوپر کسی کا کچھ مطالبہ باقی ہے؟ چنانچہ جب کوئی بھی نہ آیا تو آپ رسول خدا (ص) کی خدمت میں پہنچ گئے۔

حضرت علی (علیہ السلام) فواطم (یعنی جناب فاطمہ زہرا (س)، اپنی والدہ فاطمہ بنت اسد، فاطمہ بنت زبیر بن عبد المطلب، فاطمہ بنت حمزہ بن عبد المطلب) کو اپنے ساتھ لیکر دن کے اجالے میں آشکارا طور پر مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے اور آپ کے ساتھ نبی اکرم (ص) کی پرورش کرنے والی اور آنحضرتؐ کی خادمہ بابرکت امّ ایمن اور ان کے بیٹے بھی تھے اور اسی کاروان کے ساتھ رسول اللہؐ کے روانہ کردہ ایلچی ابو واقد لیثی بھی واپس لوٹے جو قافلہ کی ساربانی کررہے تھے، تو ایک بار انھوں نے اونٹوں کو تیز دوڑانا شروع کردیا تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:﴿إرفق بالنسوة یا أبا واقد ، إنّھن ضعاف﴾؛اے ابو واقد عورتوں کا خیال رکھو یہ کمزور ہیں تو انھوں نے کہا مجھے ڈر ہے کہ کہیں ہمیں پکڑنے والے نہ پہنچ جائیں!

تو حضرت علی (علیہ السلام) نے فرمایا:﴿أربع علیک ، فإنّ رسول الله (ص) قال لی : یا علیّ

لن یصلوا من الآن إلیک بأمرٍ تکرھه ﴾؛ مجھ سے رسول اللہؐ نے یہ فرمایا تھا کہ وہ تم سے کوئی ایسی بات نہیں کر سکتے جو تمہیں ناگوار ہو پھر حضرت علی (ع) ان لوگوں کو آہستہ آہستہ لے کر چلنے لگے اور اس وقت آپ کی زبان پر یہ رجز جاری تھا:

و لیس الا اللہ فارفع ظنکا یکفیک ربّ الناس ما اھمّکما

اللہ کے علاوہ کوئی نہیں لہذا اپنی کمزوری کو دور کر دو،، رب الناس، تمہارے ہر اہم کام میں تمہارے لئے کافی ہے۔

آپ اسی طرح چلتے رہے مگر جب آپ ''ضجنان،، نامی جگہ کے قریب پہنچے تو قریش کے سات بہادر گھڑ سوار چہروں پر نقاب ڈالے ہوئے آپ کو پکڑنے کے لئے پہنچ گئے ان کے ساتھ آٹھواں آدمی حارث بن امیہ کا غلام جناح تھا جو بہت نامور بہادر تھا، تو حضرت علی (ع) جناب ام ایمن اور واقد کے پاس آئے ،اس وقت ان سب لوگوں کی نظریں آپ کی طرف تھیں، آپ نے ان دونوں سے کہا: ''انیخا الابل و اعقلاھا،، اونٹوں کو بٹھا کر باندھ دو آپ آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ خواتین سواریوں سے اتر گئیں اتنی دیر میں وہ لوگ قریب آ گئے تو حضرت علی (ع) اپنی تلوار کھینچتے ہوئے ان کی طرف بڑھے ان لوگوں نے آپ کے نزدیک آ کر کہا: تمہارا یہ خیال ہے کہ تم عورتوں کے ساتھ جان بچا کر نکل جاؤ گے، واپس چلو آپ نے کہا: اگر میں ایسا نہ کروں؟ وہ بولے، تم ذلّت کے ساتھ پلٹائے جاؤ گے یا ہم تمہارا سر اپنے ساتھ لے کر پلٹیں گے، اتنے میں وہ سارے گھڑ سوار عورتوں اور سواریوں پر قبضہ کرنے کے لئے ان کی طرف لپکے تو حضرت علی علیہ السلام ان کے درمیان میں حائل ہوئے تو جناح نے آپ کے اوپر اپنی تلوار سے وار کر دیا آپ پھرتی کے ساتھ اس کے وار سے بچ گئے اور پھر آپ نے بڑی ہی ہوشیاری سے اس کے کندھے پر وار کر دیا کہ آپ کی تلوار اس کے سر کو پھاڑ کر گھوڑے کی پیٹھ کو چھوتی ہوئی نکل گئی اور آپ نے ان پر تلوار کے حملے اور شدید کر دئے تو وہ سب کے سب آپ کے پاس سے تتر بتر ہو گئے اور کہنے لگے: اے ابو طالب کے فرزند تم ہمارے ہاتھوں سے بچ گئے!

تو آپ نے فرمایا:﴿فإني منطلق إلى ابن عمّي رسول الله (ص) فمن سرّه أن أفري لحمه و أهريق دمه فليتبعني﴾؛ میں تو اپنے ابن عم، رسول اللہ کے پاس جا رہا ہوں چنانچہ جو میرے ہاتھوں مرنا چاہتا ہو یا اپنا خون بہانا چاہتا ہو وہ میرا پیچھا کرے، مگر وہ سب کے سب ذلت و خواری کے ساتھ گردن جھکائے ہوئے واپس چلے گئے۔

پھر حضرت علی (ع) جناب ایمن اور واقد کے پاس آئے اور آپ نے فرمایا: ''اپنی سواریوں کو آگے بڑھاؤ،، پھر آپ فاتحانہ انداز میں سواریوں کے ساتھ روانہ ہو گئے یہاں تک کہ ''ضجنان،، کی منزل پر پہنچ گئے اور وہاں جا کر پورے ایک دن اور رات بھر آرام کیا وہاں ہر کمزور مسلمان بھی آپ کے ساتھ آ ملے رات بھر ان لوگوں نے نمازیں پڑھیں اور اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہوئے ذکر خدا کرتے رہے ان کی یہ صورت حال اسی طرح جاری رہی یہاں تک کہ صبح نمودار ہو گئی حضرت علی (علیہ السلام) نے ان کے ساتھ نماز صبح پڑھی پھر اپنی منزل کی طرف چل پڑے یہاں تک کہ منزل قبا (جو مدینہ سے قریب ہے) تک پہنچ گئے اور رسول اللہؐ سے جا ملے جو بہت شدت سے آپ لوگوں کا انتظار کر رہے تھے(۱)، ان لوگوں کے پہنچنے سے پہلے ہی رسول اللہ کے اوپر وحی کی شکل میں آنحضرت کے شایان شان قرآن مجید کی یہ آیتیں نازل ہوئیں:

﴿الذين يذكرون الله قياماً و قعوداً و علىٰ جنوبهم...﴾(۲)

نبی کریم پندرہ دن تک ان لوگوں کے انتظار میں قبا کی منزل پر رکے رہے تھے اس مدت کے اندر آپ نے مسجد قبا تعمیر کر دی جس کے بارے میں اللہ تعالی نے قرآن مجید کی یہ آیتیں نازل فرمائیں﴿لمسجد أُسس على التقوىٰ من أول يوم أحقّ أن تقوم فيه﴾(۳)

نبی کریمؐ نے اس مسجد میں نماز پڑھنے اور اسے آباد رکھنے کی ترغیب دلائی اور اس میں نماز پڑھنے والے کے لئے عظیم ثواب کا تذکرہ فرمایا۔ جب قافلہ والے آرام کر چکے تو پیغمبر اکرمؐ اپنے تمام ساتھیوں اور گھر والوں

۱۔ المناقب ۱/۱۸۴۔ ۲۔ آل عمران/۱۹۱، ۱۹۵۔

۳۔ سورۂ توبہ/۱۰۸۔

کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے مدینہ کے مسلمانوں نے اشعار، ترانوں اور نعروں کے ساتھ آپ کا شاندار استقبال کیا اوس وخزرج کے قبیلوں کے سرداروں اور بڑے لوگوں نے آپ کو کھلے دل کے ساتھ خوش آمدید کہا اور اپنا تمام مالی اور فوجی سرمایہ آپ کی خدمت میں پیش کردیا آپ جس قبیلہ سے بھی گذرتے تھے اس قبیلہ کے سردار اس امید میں آگے بڑھ کر آپ کے ناقہ کی مہار تھام لیتے تھے کہ شاید آپ انھیں کے یہاں نزول اجلال فرمائیں اورانھیں اپنی ضیافت کے شرف سے نوازدیں آپ ان کے لئے دعائے خیر کرکے ان سے یہ فرماتے تھے کہ: ﴿دعوا الناقة تسير فإنّها مأمورة ﴾اس ناقہ کو چھوڑدوتا کہ یہ خود چلتا رہے کیونکہ یہ خدا کی طرف سے مامور ہے۔

پھر آپ کا ناقہ جناب ابوایوب انصاری کے گھر کے پاس ایک کھلی جگہ پر جاکر بیٹھ گیا آپ عماری سے نیچے تشریف لائے اور آپ کے ساتھ جناب فاطمہ زہرا (س) اور دوسری بی بیاں بھی اتر آئیں اور جناب ام خالد (۱) (جناب ابوایوب انصاری کی والدہ) کے پاس قیام پذیر ہوگئیں جناب فاطمہ (ع) اپنے والد گرامی کے ہمراہ سات مہینے یعنی جب تک مسجد نبوی تیار نہ ہوگئی اوراس کے پاس رسول اکرمؐ کا سادہ سا گھر تیار نہ ہوگیا اسی گھر میں رہیں جسمیں چند حجرے پتھروں کے تھے اور چند حجرے کھجور کی شاخوں سے بنے ہوئے تھے جن کی اونچائی کی وضاحت امام حسن (ع) نے ان الفاظ میں فرمائی ہے: ﴿كنت أدخل بيوت النبيّ (ص) و أنا غلام مراهق فأنال السقف بيدى ﴾.

جب میں بالکل نوعمر تھا تو پیغمبر (ص) کے حجروں میں داخل ہونے کے بعد میرا ہاتھ چھت تک پہنچ جاتا تھا....

نبی اکرم (ص) نے اپنے گھر کے لئے جو سامان مہیا فرمایا وہ بھی نہایت سادہ اور متواضعانہ تھا، آپ نے اپنے لئے لکڑی کا ایک تخت بنوایا جو کھجور کی لکڑی کا بنا ہوا تھا، جناب فاطمہ زہرا (س) بھی دنیائے اسلام کے اسی سادہ اور متواضعانہ دارہجرت اور نبوت کے گھر میں آنحضرت (ص) کی عنایتوں، اور محبتوں سے

۱۔ خالدابوایوب انصاری کا نام۔

بہرہ مند ہوتی تھیں، یقیناً یہ ایسی عنایت و محبت جو دنیا میں آپ کے علاوہ کسی اور دوسری عورت کو نصیب نہ ہوسکی۔

مکہ سے ہجرت کرنے کے بعد جناب فاطمہ زہرا (س) اسی گھر میں قیام پذیر ہوئیں تا کہ اپنی آنکھوں سے یہ مناظر دیکھیں کہ آپ کے والد گرامی کو مہاجرین اور انصار مدینہ ایک بیش قیمت موتی کی طرح اپنے گھیرے میں لئے ہوتے ہیں اور آپ کے لئے جان کی قربانی تک دینے کے لئے تیار ہیں اور آپ قبیلہ اوس وخزرج کے تازہ دم مسلمانوں کے بیچ میں نہایت سکون واطمینان سے رہ رہے ہیں آپؐ نے مہاجرین اور مدینہ کے مسلمانوں کے درمیان بھائی چارہ کی بنیاد ڈالی تا کہ ان کے دل سے وطن کی غربت کا احساس اور خوف نکل جائے اور وہ اس اتحاد کے ذریعہ مزید مستحکم اور سب کے ساتھ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوجائیں ''جو خدائے وحدہ لاشریک پر ایمان ہے'' البتہ آپ نے اپنے لئے حضرت علی (علیہ السلام) کو بچا کر رکھا تھا اس وقت آپ کے اردگرد انصار ومہاجرین کا اچھا خاصا مجمع تھا چنانچہ ان سب کے درمیان آپ نے یہ ارشاد فرمایا: ''ھذا اخی و وارثی من بعدی'' ''یہ میرا بھائی اور میرے بعد میرا وارث ہے'' حضرت علی (ع) کے سر پر نبی کریمؐ کی اخوت کا سہرا بندھے ہوئے ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ آپ کے سر پر آنحضرت کی دامادی کا سہرا بھی بندھ گیا اور آپ آنحضرت کی ہر دل عزیز اور چہتی بیٹی اور آپ کی پارہ قلب وجگر کے شوہر بھی ہوگئے۔(۱)

مدینہ میں قیام پذیر ہونے کے بعد نبی اکرمؐ نے سب سے پہلے جناب سودہ سے شادی کی اور یہ جناب خدیجہ (س) کی وفات کے بعد آنحضرت (ص) کی پہلی شادی تھی پھر آپ نے جناب ام سلمہ بنت ابی امیہ سے نکاح کیا اور اپنی بیٹی جناب فاطمہ (س) کی دیکھ بھال اور ان کے کام کاج آپ کے حوالے کردئے. جناب ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں: رسول اللہ نے مجھ سے شادی کرنے کے بعد، اپنی بیٹی فاطمہؑ کی دیکھ بھال کا فریضہ میرے سپرد کردیا، چنانچہ میں ہی انہیں سب کچھ بتاتی اور سکھاتی تھی لیکن خدا کی قسم، وہ مجھ سے

۱۔ حیواۃ الحیوان، ۱/۱۱۸، البدایۃ والنہایۃ، ۳/۲۷۷۔

زیادہ مودب اور تمام چیزوں کے بارے میں مجھ سے زیادہ واقف کار تھیں.(۱)۔

۲۔آپؑ سے شادی کی کوششیں:

شہزادی کائنات حسب ونسب کے لحاظ سے اپنے دور کی تمام عورتوں سے ممتاز اور بلند تھیں کیونکہ آپ حضرت محمد مصطفیٰ (ص) اور جناب خدیجہؑ کی بیٹی ،فضیلت وعلم اور پاکیزہ صفات کی نسل طیبہ کا خلاصہ، جمال وصورت وسیرت میں آخری درجہ پر فائز،معنوی وروحانی اور انسانی کمالات کی حد آخر، نیز اعلی رفتار وگفتار اور تابندہ قسمت کی مالک تھیں۔

آپ اپنی پختہ خیالی اور رشد عقلی میں اپنی کمسنی سے ہی ممتاز حیثیت کی حامل تھیں پروردگار عالم نے آپ کو عقل کامل، اعلی ذہانت وذکاوت اور نورانی زندگی میں مکمل حسن وجمال سے نوازا تھا، آپ ہر روز اپنے پدر بزرگوار کے زیر سایہ خداوند عالم کی ان ہی عظیم اور بی پایاں نعمتوں اور عطایا کے درمیان فضائل وکمالات کے زینے طے کرتے ہوئے بلوغ کی منزل تک پہنچ گئیں۔ ابھی ہجرت پیغمبرؐ کا دوسرا سال شروع ہوا تھا کہ مسلمانوں کو امن وامان اور سکون واطمینان کی جھلکیاں دکھائی دینے لگیں تو اسی وجہ سے قریش کے بڑے بڑے لوگ جو سابق الاسلام ہونے کے علاوہ فضل وشرف اور مال ومنال کے اعتبار سے اعلیٰ حیثیت کے مالک تھے وہ آنحضرتؐ کی خدمت میں شہزادی سے شادی کی درخواست لے کر جاتے تھے مگر آنحضرتؐ ان سب کونہایت خوبصورتی سے یہ کہہ کر واپس لوٹا دیتے تھے ﴿ انی انتظر فیھا امر اللہ ﴾ اس بارے میں، مجھے حکم خدا کا انتظار ہے۔اور آپ ان سے اس طرح اپنا منھ پھیر لیتے تھے کہ سامنے والے کو یہ احساس ہوتا تھا کہ جیسے آپ اس سے ناراض ہوں کیونکہ شہزادی کی ہمسری کے لئے رسول اللہؐ کی نظر صرف حضرت علیؑ پر ہی تھی اور آپ یہی چاہتے تھے کہ وہی شادی کا پیغام لے کر آئیں۔(۲)

بریدہ سے روایت ہے کہ جب ابوبکر جناب فاطمہ (س) سے شادی کا پیغام لے کر آئے تو آنحضرتؐ نے

۱۔ دلائل الامامہ ۱۲۔

۲۔کشف الغمہ ج۱/ ۳۳۵۔

فرمایا: ﴿انها صغيرة و انى انتظر بها القضاء﴾ وہ ابھی چھوٹی ہیں اور میں اس کے بارے میں ابھی الٰہی فیصلہ کا منتظر ہوں چنانچہ جب ان سے عمر کی ملاقات ہوئی تو انھون نے عمر کو اطلاع دی تو عمر نے کہا: تم کو واپس کر دیا؟ پھر عمر بھی اپنی درخواست لے کر پہنچے تو آنحضرتؐ نے ان کو بھی رد کر دیا۔(۱)

۳۔حضرت علیؑ کا آپ سے پیغام شادی:

مولائے کائنات کے ذہن میں شہزادی دو عالمؑ کے ساتھ شادی کرنے کا خیال ضرور تھا مگر آپ کو اس دور کے مسلمانوں اور اپنی اقتصادی پریشانیوں اور فاقہ بھری زندگی کی فکر لاحق رہتی تھی، اسی لئے آپ شادی کا خیال چھوڑ کر اپنے اور مسلمانوں کے کاموں میں مصروف ہوجاتے تھے، اس وقت آپ کی عمر اکیس سال سے زیادہ ہوچکی تھی وہ وقت قریب آ گیا تھا جب آپ جناب فاطمہؑ سے رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوجائیں، ان کے لئے آپ کے علاوہ اور آپ کے لئے ان کے علاوہ کوئی کفو اور ہمسر نہیں تھا اور یہ ایسا رشتہ تھا جس کو دہرایا نہیں جاسکتا تھا۔

ایک دن جب حضرت علی (علیہ السلام) اپنا کام مکمل کر چکے تو اپنا ڈول اٹھایا اور اسے اپنے گھر لے جا کر اوپر لٹکا دیا پھر آپ رسول اللہؐ کے گھر پہنچ گئے، اس وقت رسول اللہؐ جناب ام سلمہ کے گھر پر تھے، ابھی آپ راستہ ہی میں تھے کہ خدا کی طرف سے ایک فرشتہ آنحضرتؐ پر یہ حکم لے کر نازل ہوا کہ ایک نور سے دوسرے نور، یعنی جناب فاطمہؑ سے حضرت علیؑ کی شادی کر دیں۔(۲)

حضرت علیؑ نے دق الباب کیا جناب ام سلمہ نے دریافت کیا کون ہے؟ تو رسول اکرمؐ نے ان سے فرمایا: اے ام سلمہ اٹھ کر دروازہ کھول دو اور انھیں اندر آنے کے لئے کہو یہ وہ شخص ہے جس سے اللہ اور اسکا رسول محبت کرتے ہیں اور وہ ان دونوں کو محبوب رکھتا ہے۔ تو ام سلمہ نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں یہ کون ہے؟ جس کو آپ نے ابھی دیکھا بھی نہیں اور آپ اس کا تذکرہ کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

۱۔تذکرۃ الخواص ۳۰۶۔

۲۔معانی الاخبار ۱۳۳، خصال ۶۳۰، امالی صدوق ۴۷۴، بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۱۱۱۔

﴿مہ یا امّ سلمة فهذا رجل لیس بالخرق و لا بالنزق ، هذا أخی و ابن عمّی و أحبّ الخلق إلیّ﴾.

اے ام سلمہ! یہ میرا بھائی ابن عم، اور ساری مخلوقات میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ام سلمہ کہتی ہیں میں اتنی جلدی میں اٹھی کہ قریب تھا کہ میں گر پڑتی۔

جب میں نے دروازہ کھولا تو علی بن طالبؑ کو سامنے پایا ،انھوں نے رسول اللہ کی خدمت میں پہنچ کر السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ و برکاتہ کہا تو آنحضرتؐ نے فرمایا: وعلیک السلام اے ابوالحسن، آؤ بیٹھ جاؤ، تو حضرت علیؑ پیغمبر اسلامؐ کے سامنے بیٹھ گئے اور اس طرح زمین کی طرف دیکھنے لگے جیسے انھیں کوئی کام ہو، مگر شرم وحیا کی وجہ سے اسے نہیں کہہ پا رہے ہیں،اور وہ رسول اللہؐ روبرو شرم وحیاء کی وجہ سے ایسے ہوگئے تھے کہ جیسے زمین میں گڑے جارہے ہوں اور پیغمبر اکرم کو بھی حضرت علیؑ کے دل کی کیفیت کا اندازہ ہوگیا تھا لہذا آپ نے ان سے کہا:

﴿یا أبا الحسن ، إنّی أری أنک أتیت لحاجة ، فقل حاجتک و ابدِ ما فی نفسک ، فکلّ حاجة لک عندی مقضیة﴾.

اے علیؑ مجھے محسوس ہورہا کہ تم کسی کام سے آئے ہو،تمھیں جو کام ہو بیان کرو اور اسے ظاہر کرو، میرے نزدیک تمہاری ہر حاجت پوری ہوگی ،تو حضرت علیؑ نے کہا: ﴿فداک أبی و اُمّی إنک أخذتنی عن عمّک أبی طالب و من فاطمة بنت أسد و أنا صبی، فغذّیتنی بغذائک، و أدّبتنی بأدبک ، فکنتَ إلیّ أفضل من أبی طالب و من فاطمة بنت أسد فی البرّ و الشفقة ، و إنّ الله تعالی هدانی بک و علی یدیک ، إنّک و الله ذخری و ذخیرتی فی الدنیا و الآخرة یا رسول الله فقد أحببت مع ما شدّ الله من عضدی بک أن یکون لی بیت و أن تکون لی زوجة أسکن إلیها ، و قد أتیتک خاطباً راغباً ، أخطب الیک إبنتک فاطمة ، فهل أنت مزوّجی یا رسول الله ؟﴾؛ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ نے اپنے چچا

جناب ابوطالب اور فاطمہ بنت اسد سے اس وقت مجھے گود لیا تھا جب میں، بالکل بچہ تھا آپ نے مجھے اپنے ساتھ کھانا کھلایا، اپنے ادب کی تعلیم دی، اور آپ میرے اوپر میرے والد جناب ابوطالبؑ اور والدہ جناب فاطمہ بنت اسد سے زیادہ شفیق ومہربان تھے، اللہ تعالی نے آپ کے ذریعہ اور آپ کے ہاتھوں پر ہدایت سے سرفراز فرمایا اور آپ ہی دنیا و آخرت میں میرا سرمایہ ہیں، اے اللہ کے رسول میں ایسی شخصیت کی ہمراہی چاہتا ہوں جس سے میرے ہاتھ مضبوط ہوجائیں اور اس کے ساتھ میں اپنا گھر بسا سکوں، ایسی زوجہ ہو جو میری مونس بن سکے، میں آپ کی خدمت میں اسی رشتہ کی غرض سے آیا ہوں اور میں آپ کی بیٹی فاطمہؑ سے شادی کا پیغام لے کر حاضر ہوا ہوں، یا رسول اللہؐ کیا آپ میری شادی کے لئے تیار ہیں؟ تو خوشی ومسرت سے رسول اللہ کا چہرہ کھل اٹھا آپ جناب فاطمہؑ کے پاس تشریف لائے اور ان سے فرمایا:

" إنّ علیّاً قدذکرکِ وھو من قد عرفت"

علیؑ نے تمہارا ذکر کیا ہے اور تم تو ان کو پہچانتی ہی ہو،؟؟ تو جناب فاطمہ زہراؑ خاموش رہیں تو آپ نے فرمایا: ﴿اللہ أکبر ، سکوتھا رضاھا ﴾ اس کی خاموشی ہی اس کا اقرار ہے پھر آپ وہاں سے باہر آئے اور اسکے بعد ان کی شادی کردی۔(۱)

جناب ام سلمہ کہتی ہیں میں نے دیکھا کہ رسول اللہؐ کا چہرہ خوشی ومسرت سے کھل گیا پھر آپ نے حضرت علیؑ کی طرف مسکرا کر ان سے کہا: ﴿یا علیّ فھل معک شیء أزوّجک بہ؟﴾

اے علی تمہارے پاس کوئی چیز ہے جس کے ذریعہ میں تمہاری شادی کردوں؟ تو حضرت علیؑ نے کہا:

"فقال علیّ: فداک أبی و أُمّی ، و اللہ ما یخفٰی علیک من أمری شیء ، أملک الاسیفی و درعی و ناضحی ، و ما أملک شیئاً غیر ھذا"

میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں، میرے حالات آپ سے بالکل مخفی نہیں ہیں میرے پاس کل سرمایہ

۱۔ بحار الانوار ۴۳/۹۳۔

میری یہ تلوار، زرہ اور یہ ایک ڈول ہے اس کے علاوہ میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے تو رسول اللہ نے فرمایا: ﴿یا علیّ أمّا سیفک فلا غنیٰ بک عنه، تجاهد فی سبیل الله ، و تقاتل به أعداء الله ، و ناضحک تنضح به علی نخلک و أهلک ، و تحمل علیه رحلک فی سفرک و لکنی قد زوّجتک بالدرع و رضیت بها منک﴾

اے علی! تلوار کے بغیر تو تمہارے لئے کوئی چارہ نہیں ہے اس سے تم راہ خدا میں جہاد کرتے ہو اور دشمنان خدا کو قتل کرتے ہو، اور ڈول سے کھجوروں کو سینچنے اور گھر والوں کے لئے پانی کھینچتے ہو اور سفر میں اسے اپنی سواری (اپنے مرکب) پر اپنے ساتھ لے کر چلتے ہو، لیکن میں زرہ کے بدلے تمھاری شادی کر دیتا ہوں اور میں تم سے یہی قبول کرنے کے لئے تیار ہوں ﴿یا أبا الحسن ، أأبشرک ؟! ﴾، اے علیؑ تمہیں مبارک ہو حضرت علی کہتے ہیں میں نے کہا:

﴿قال علیّ قلت: ((نعم فداک أبی و اُمّی بشّرنی ، فأنّک لم تزل میمون النقیبة ، مبارک الطائر، رشید الأمر ، صلّی الله علیک ﴾.

جی ہاں: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، مجھے خوشخبری سنائیں کہ بیشک آپ ہمیشہ سے مبارک ہیں تو رسول اللہؐ نے فرمایا:

فقال رسول الله (ص): ﴿اُبشّرک یا علیّ فأنّ الله -عزوجل- قد زوّجکها فی السماء من قبل أن أزوّجکها فی الأرض ، و لقد هبط علیّ فی موضعی من قبل أن تأتینی ملک من السماء فقال : یا محمد! إنّ الله - عزوجل - اطلع إلی الأرض اطلاعة فأختارک من خلقه فبعثک برسالته، ثم اطلع إلی الأرض ثانیة فاختار لک منها أخاً و وزیراً و صاحباً و ختناً فزوّجه إبنتک فاطمة (س)، و قد احتفلت بذلک ملائکة السماء ، یا محمد! إن الله - عزوجل - أمرنی أن آمرک أن تزوّج علیّاً فی الأرض فاطمة ، و تبشّر هما بغلامین زکیین نجیبین طاهرین خیّرین فاضلین فی الدنیا و الآخرة ، یا علیّ ! فو الله

ما عرج الملک من عندی حتیٰ دقّقت الباب﴾.

اے علیؑ! میں تمہیں یہ خوشخبری دیتا ہوں کہ اس سے پہلے کہ میں زمین پر فاطمہؑ کا نکاح تم سے کرتا خداوند عالم نے آسمان پر ان کا نکاح تمہارے ساتھ کردیا ہے اور تمہارے یہاں پہنچنے سے پہلے اس جگہ آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوا تھا اور اس نے یہ کہا ہے: اے محمد! اللہ تعالی نے زمین کے اوپر ایک نظر کی تو تمام مخلوقات کے درمیان سے آپ کو منتخب فرمایا اور پھر آپ کو اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث کیا، اس نے زمین پر دوبارہ نظر کی تو آپ کے لئے بھائی، وزیر اور ساتھی کو منتخب فرمایا ہے لہذا آپ ساتھ اپنی بیٹی فاطمہؑ کی شادی کردیں، اس کی وجہ سے ملائکہ نے جشن منایا ہے، اے محمد! اللہ تعالیٰ عزّ وجل نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں آپ کو یہ حکم دوں کہ آپ زمین پر علیؑ سے فاطمہؑ کی شادی کردیں اور ان دونوں کو زکی، نجیب، طاہر نیک اور دنیا و آخرت میں صاحب فضیلت دو بیٹوں کی مبارک بادبھی پیش کردیں، اے علی! خدا کی قسم وہ فرشتہ ابھی میرے پاس سے واپس نہیں جانے پایا تھا کہ تم نے میرا دروازہ کھٹکھٹادیا(۱)

۴۔ آسمان سے آپؑ کی شادی کا حکم:

ابن ابی الحدید کا بیان ہے: پیغمبر اکرمؐ نے جناب فاطمہؑ کے ساتھ حضرت علیؑ کی شادی نہیں کی مگر یہ کہ اس سے پہلے اللہ تعالی نے آسمان پر فرشتوں کے درمیان ان کی شادی کردی جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے: جب رسول اکرمؐ نے جناب فاطمہؑ کی شادی حضرت علیؑ سے کی تھی، تو اس سے پہلے ہی خداوند عالم نے عرش کے اوپر ان کی شادی کردی تھی۔

امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے: **قال: رسول اللہ (ص) ﴿إنّما أنا بشر مثلکم، أتزوج فیکم وأزوّجکم إلّا فاطمة، فإنّ تزویجها نزل من السماء﴾؛** رسول اللہ نے فرمایا: میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں تمہارے درمیان اور تم سے شادی کرتا ہوں، البتہ فاطمہؑ کے علاوہ کیونکہ ان کی شادی (کا حکم) آسمان سے نازل ہوا ہے۔(۲)

۱۔ بحار الانوار ۴۳/ ۱۲۷۔ ۲۔ بحار الانوار ۴۳/ ۱۲۵۔

۵۔ خطبۂ عقد:

انس کا بیان ہے: میں نبی اکرمؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کے اوپر وحی نازل ہونے لگی جب آپ کو افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا: ﴿یا أنس ! تدری ما جاء نی به جبر ئیل من صاحب العرش ؟ إنّ الله تعالی أمر نی أن أزوج فاطمة علیّا انطلق فادع لی المهاجرین والأ نصار ﴾

اے انس! کیا تمہیں معلوم ہے کہ صاحب عرش کی طرف سے جبرئیل میرے پاس کیا پیغام لے کر آئے تھے؟۔ میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں آپ نے فرمایا: اللہ تعالی نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ فاطمہؑ کی شادی علیؑ سے کردوں، جاؤ اور میرے پاس مہاجرین وانصار کو بلالاؤ، انس کہتے ہیں: میں ان کو بلالایا جب سب لوگ اپنی اپنی جگہ آرام سے بیٹھ گئے تو نبی کریمؐ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا: ﴿الحمد لله المحمود بنعمته ، المعبود بقدرته ، المطاع بسلطانه، المرغوب الیه فیما عنده، المرهوب عذابه، النافذ أمره فی أرضه وسمائه، الذی خلق الخلق بقدرته، ومیّزهم بأحكامه، وأعزّهم بدینه، وأكرمهم بنبیّه محمد، ثم إنّ الله تعالی جعل المصاهرة نسباً وصهراً، فأمر الله یجری إلی قضائه، وقضاؤه یجری إلی قدره فلكلّ قدر أجل ولكل أجل كتاب ((یمحوالله مایشاء ویثبت وعنده اُمّ الكتاب)) ثمّ إنّ الله أمرنی أن أزوّج فاطمة بعلیّ، فاُشهدكم أنّی قد زوّجته علٰی أربعمائة مثقال من فضة إن رضی بذلک علیّ ﴾؛ حمد ہے اس اللہ کے لئے جو اپنی نعمت کی بنا پر محمود ہے، اپنی قدرت کی بنا پر معبود، اپنے تسلط کی وجہ سے مورد اطاعت، جو کچھ اس کے پاس ہے قابل رغبت ہے، اس کا حکم اس کی زمین اور اس کے آسمان پر نافذ ہے، اس نے مخلوقات کو اپنی قدرت سے خلق فرمایا، اپنے احکام کے ذریعہ ان کے درمیان امتیاز پیدا کیا، اپنے دین کے ذریعہ انھیں عزت بخشی، اپنے نبی محمد کے ذریعہ انھیں شرف بخشا، پھر خداوند عالم نے ایک دوسرے سے شادی بیاہ کو نسب اور دامادی (رشتہ داری) کا وسیلہ قرار دیا تو خداوند عالم کا حکم اس کی قضا تک جاری رہتا ہے اور اس کی قضا اس کی قدر (تقدیر) تک باقی رہتی ہے، چنانچہ ہر تقدیر کی ایک مدت ہے اور ہر مدت کے لئے ایک کتاب ہے اللہ جسے چاہتا ہے محو کردیتا ہے یا باقی رکھتا ہے اور اس کے پاس

ام الکتاب (اصل کتاب) ہے، چنانچہ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ میں فاطمہؑ کی شادی علیؑ سے کردوں، آپ لوگ گواہ رہئے گا کہ میں نے ان کی شادی چار سو مثقال چاندی کے عوض کردی ہے اگر علی اس پر راضی ہوں؟

اس وقت حضرت علیؑ وہاں موجود نہیں تھے ان کو پیغمبرؐ نے کسی کام سے بھیج رکھا تھا پھر رسول اللہؐ نے ایک طبق (سینی) منگوائی جس میں ناپختہ کھجوریں تھیں اور اسے ہمارے سامنے رکھ دیا پھر فرمایا: نوش فرمائیں ابھی ہم انہیں اٹھا ہی رہے تھے کہ اتنے میں حضرت علیؑ آ گئے تو رسول اللہؐ مسکرائے اور فرمایا:

﴿یا علیّ! إنّ الله أمرنی أن أزوّجک فاطمة، فقد زوّجتکها علیٰ أربعمائة مثقال فضة إن رضیت﴾

''اے علیؑ! اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے ساتھ فاطمہؑ کی شادی کرنے کا حکم دیا ہے اور میں نے چار سو مثقال چاندی کے مہر پر ان سے تمہاری شادی کردی ہے تم اس سے راضی ہو حضرت علیؑ نے کہا: ''قد رضیت رسول الله'' ''اے اللہ کے رسول میں راضی ہوں''، پھر حضرت علیؑ سجدہ میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور یہ کہا: ﴿الحمد لله الذی حبّبنی إلیٰ خیر البریة محمد رسول الله﴾

حمد ہے اس اللہ کے لئے جس نے مجھے خیر البریہ اور رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ کا محبوب قرار دیا، پھر رسول اللہ نے فرمایا: ﴿بارک الله علیکما، وبارک فیکما وأسعد کما، وأخرج منکما الکثیر الطیب﴾. اللہ تعالیٰ تم دونوں کو برکت عطا کرے اور تمہیں سعید قرار دے اور تم سے کثیر اور پاک و پاکیزہ نسل جاری فرمائے۔

انس کہتے ہیں: خدا کی قسم کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں سے کثیر اور پاکیزہ نسل جاری فرمائی۔(۱)

۱۔ کفایۃ الطالب باب ۷۸/۲۹۸؛ والمناقب: ۳۵۱/۳؛ کشف الغمہ: ۳۴۸/۱۔۳۴۹ وذخائر العقبیٰ: ۴۱۔

۶۔ آپؑ کا مہر اور جہیز

حضرت علی علیہ السلام نے حضرت عثمان کو چار سو درہم میں اپنی ذرہ فروخت کی اور مہر کی پوری رقم جو چار سو سیاہ درہموں پر مشتمل تھی لاکر رسول اللہؐ کی خدمت میں پیش کر دی (البتہ بحار الانوار کی روایت کے مطابق یہ رقم پانچ سو درہم تھی۔ مترجم) رسول اکرمؐ نے آپ سے یہ رقم لے کر اپنے بعض اصحاب اور ازواج کو دے دی تا کہ وہ اس سے اس نئے گھر کے لئے ضرورت کا سامان خرید لائیں، چنانچہ جو مختصر سا جہیز تیار ہوا اس کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ سفید پیراہن سات درہم کا، ۲۔ ایک چادر چار درہم کی، ۳۔ ایک خیبری سیاہ حلّہ، ۴۔ ایک تخت کناروں والا، ۵۔ دو عدد توشک مصری کپڑے کے، ایک کے چاشے کھال کی اور دوسرے کے اون کے تھے، ۶۔ طائف کے چمڑے کے چار تکیے جن کے حاشیے اذخر کے تھے، ۷۔ اونی پردہ، ۸۔ ایک چٹائی، ۹۔ ہاتھ کی چکی، ۱۰۔ چمڑے کا پیالہ، ۱۱۔ کپڑے دھونے کا برتن، ۱۲۔ کاسۂ شیر، ۱۳۔ پانی رکھنے کا ٹب، ۱۴۔ ایک آفتابہ (لوٹا)، ۱۵۔ سبز رنگ کا مٹکا، ۱۶۔ دو مٹی کے پیالے، ۱۷۔ چمڑے کا مصلاّ، ۱۸۔ ایک عبا قطرانی، ۱۹۔ پانی کی مشک۔

ان لوگوں کا بیان ہے: ہم جہیز کا سب سامان لے کر آئے تو اسے رسول اللہؐ کے سامنے رکھ دیا، جب آپ نے اسے دیکھا تو آپ رو دئے اور آپ کے آنسو جاری ہو گئے پھر آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر یہ دعا فرمائی "**اللهم بارک لقوم جل آنیتهم الخزف**"(۱)

"بارالٰہا! اس قوم کے لئے برکت عطا فرما جن کے اکثر برتن مٹی کے ہیں"۔

ادھر حضرت علی علیہ السلام نے اپنا گھر درست کیا، کمرے کے اندر باریک ریت کا فرش بنایا کپڑے لٹکانے کے لئے ایک دیوار سے دوسری دیوار کے درمیان ایک باریک سی لکڑی نصب کر دی اور زمین پر ایک گوسفند کی کھال نیز کھجور کی چھال سے بھرا ہوا ایک توشک بچھا دیا۔

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب: ۳/۳۵۳ و کشف الغمہ: ۱/۳۵۹۔

ابن یزید مدنی سے منقول ہے کہ جب حضرت علیؑ سے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شادی ہوئی تو اس وقت آپ کے پاس ریت کا فرش، ایک تکیہ، ایک ڈول اور ایک کوزہ تھا۔(۱)

۷۔شادی اور ولیمہ کی تیاری

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ومكثت بعد ذالک شهراً لا أعاود رسول الله(ص)فی فاطمة بشی ء استحياءً من رسول الله (ص) غير أنّي كنت إذا خلوت برسول الله(ص) يقول لی : ((ياعلی ما أحسن زوجتک وأجلها أبشر ياعلیّ فقد زوّجتک سيّد ة نساء العالمين)) فقال علیّ (ع) :((فلمّا كان بعد شهر دخل علیَّ أخی عقيل فقال : يا أخی ما فرحت بشی ء كفرحی بتزوجک فاطمة بنت محمد (ص) ،ياأخی فما بالک لا تسأل رسول الله(ص) يدخلها عليک ؟ فتقرّ عينا باجتماع شملكما" شرم وحیا کی وجہ سے ایک مہینہ تک میں رسول اللہ سے فاطمہؑ کے بارے میں کوئی بات نہ کرسکا، البتہ جب کبھی میں رسول اللہؐ کے پاس تنہا ہوتا تھا تو آپ مجھ سے یہ فرماتے تھے: اے علی! تمہیں مبارک ہو، میں نے عالمین کی عورتوں کی سردار خاتون سے تمہاری شادی کی ہے۔ پھر اس کے بعد حضرت علیؑ کہتے ہیں: جب ایک مہینہ گذر گیا تو میرے بڑے بھائی جناب عقیل میرے پاس آئے اور کہنے لگے اے بھائی مجھے کسی بات کی اتنی خوشی نہیں ہے جتنی فاطمہؑ سے تمہاری شادی کی خوشی ہے۔ اے بھائی تم رسول اللہ سے ان کی رخصتی کی بات کیوں نہیں کرتے ہو؟ تاکہ تمہاری شادی خانہ آبادی سے ہماری آنکھوں کو بھی ٹھنڈک نصیب ہو سکے"۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: "و الله يا أخی إنّی لأحبّ ذلک وما يمنعنی من مسألته إلّا الحياء منه " خدا کی قسم! اے بھائی میں بھی یہی چاہتا ہوں لیکن میرے لئے حیاء مانع ہے" تو انھوں نے کہا تمہیں قسم ہے تم ابھی میرے ساتھ چلو جب ہم اٹھ کر رسول اللہ صلی علیہ اللہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جانے

۱۔ فاطمہ زہرا بہجۃ قلب المصطفی ۷ے۴ بحوالۂ مناقب احمد بن حنبل۔

لگے تو راستہ میں ام ایمن (رسول اللہ کی کنیز) سے ملاقات ہوگئی، ہم نے ان سے اس کا تذکرہ کیا، وہ بولیں آپ لوگ رہنے دیں، اور اسے ہمارے اوپر چھوڑ دیں ہم خود رسول اللہ سے بات کریں گے، کیونکہ ان معاملات میں عورتوں کی باتوں کا مردوں کے دل پر زیادہ اچھا اثر ہوتا ہے۔

وہ وہیں سے واپس لوٹ گئیں اور جناب ام سلمہؓ کے پاس پہنچیں اور انھیں باخبر کیا اور دوسری ازواج کو بھی مطلع کر دیا۔ چنانچہ وہ سب رسول اللہ کے پاس جمع ہوگئیں اور آپ کی طرف امید بھری نگاہیں ڈالیں۔ چونکہ عام طور سے (ام المومنین) ام سلمہ ہی بات کیا کرتی تھیں۔انہوں نے سب کی ترجمانی کرتے ہوئے عرض کی ہمارے ماں باپ آپ پر قربان، اے اللہ کے رسول ہم اس وقت آپ کی خدمت میں ایسے کام کے لئے حاضر ہوئی ہیں کہ اگر اس وقت خدیجہ زندہ ہوتیں تو اس سے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوتی، جناب ام سلمہ کہتی ہیں کہ جب ہم نے جناب خدیجہ کا نام لیا تو رسول اللہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آپ نے فرمایا:

”خدیجة وأین مثل خدیجة ؟ صدقتني حینما کذّبني الناس ووازرتني علیٰ دین الله وأعانتني علیه بمالها “۔

خدیجہ؟ خدیجہ کے برابر کون ہوسکتا ہے؟ انھوں نے اس وقت میری تصدیق کی جب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے اور انھوں نے دین خدا میں میرا بوجھ بٹایا اور اپنے مال سے اس کے لئے میری مدد کی۔

ام سلمہ کہتی ہیں: ہم نے عرض کی ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ خدیجہ کا جس طرح تذکرہ کرتے ہیں واقعاً وہ ایسی ہی تھیں، بہر حال اب وہ اللہ کو پیاری ہوچکی ہیں، خدا اسے ان کے لئے مبارک قرار دے اور ہمیں ان کے ساتھ اپنی جنت میں اپنی رضوان (مرضی) اور رحمت کے زیر سایہ ایک ساتھ جمع کرے، دین میں آپ کے بھائی، خاندانی اعتبار سے آپ کے چچا کے بیٹے علی بن ابی طالب- کی یہ خواہش ہے کہ وہ فاطمہ زہراؑ کو رخصت کر کے اپنے گھر لے جائیں تاکہ ان کے ساتھ مل کر اپنا گھر بسا سکیں تو آپ نے فرمایا: ”یاام سلمة فما بال عليّ لا یسألني ذلک ؟“ اے ام سلمہ کیا وجہ ہے کہ علیؑ نے مجھ سے

یہ تذکرہ نہیں کیا؟

تو میں نے عرض کی: اے رسول اللہ! انھیں آپ سے حیاء آتی ہے ام ایمن کہتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے مجھ سے کہا: علیؑ کے پاس جاؤ اور ان کو میرے پاس بلا کر لاؤ میں رسولؐ اللہ کے پاس سے باہر آئی تو جیسے علیؑ میرا انتظار کر رہے تھے تا کہ وہ مجھ سے رسولؐ اللہ کا جواب معلوم کر سکیں، جب انھوں نے دیکھا تو پوچھا: اے ام ایمن بالآخر کیا ہوا؟ میں نے کہا، رسول اللہؐ کے پاس چلو! حضرت علیؑ کہتے ہیں: ”فدخلت وقمن أزواجه فدخلن البيت وجلست بين يديه مطرقاً نحو الأرض حياءً منه“ فقال (ص)” أتحبّ أن تدخل عليک زوجتک؟ فقلت وأنا مطرق: نعم، فداک أبي وامّي“ جب میں رسول اللہ کے پاس پہنچا تو ازواج اٹھ کر حجرے میں چلی گئیں اور میں شرم وحیا میں ڈوبا ہوا اور زمین پر نظریں جمائے آپ کے سامنے جا کر بیٹھ گیا، آپ نے کہا کیا تم اپنی شریکۂ حیات کو اپنے گھر رخصت کر کے لے جانا چاہتے ہو، میں نے زمین پر نگاہیں جمائے ہوئے کہا ”جی ہاں، میرے ماں باپ آپ پر قربان“

آپ نے فرمایا: ”نعم و كرامة، يا عليّ، أدخلها عليک في ليلتنا هذه أو في ليلة غد إن شاء الله“ ”ہاں کیا بہتر، اے علی آج رات یا کل رات انھیں رخصت کر کے اپنے گھر لے جانا انشاءاللہ“ پھر رسول اللہ اپنی ازواج کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے فرمایا وہاں کون ہے؟ تو ام سلمہ بولیں میں ام سلمہ، اور یہ زینب اور فلاں فلاں ہیں، تو آنحضرتؐ نے فرمایا: ”هيئوا لابنتي و ابن عمي في حجري بيتاً“ میری بیٹی اور میرے ابن عم کے لئے میرے برابر میں ایک حجرہ میں انتظام کرو تو ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ یعنی آپ کے حجرہ میں؟ آپ نے فرمایا: تم اپنے حجرہ میں، اور اپنی ازواج کو حکم دیا کہ فاطمہؑ کی شان کے مطابق ان کی زینت کریں۔

ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے فاطمہؐ سے پوچھا کیا تمہارے پاس اپنے لئے کوئی عطر وغیرہ ہے؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، پھر وہ ایک شیشی لے کر آئیں اور اس سے کچھ میری ہتھیلی پر چھڑک دیا جب میں نے اسے سونگھا تو، میں نے کبھی ایسی خوشبو نہیں سونگھی تھی، میں نے کہا یہ کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: ”كان دحية الكلبي يدخل على رسول الله (ص) فيقول لي (ص): يا فاطمة هات الوسادة فاطرحيها

لعمّک ، فأطرح له الوسادة فيجلس عليها، فإذا نهض سقط من بين ثيابه شيء فيأمرني بجمعه [فسأل عليّ (ع) رسول الله (ص) عن ذلك فقال (ص) : هو عنبر يسقط من أجنحة جبرئيل"۔ جب دحیہ کلبی رسول اللہ کی خدمت میں آتے تھے تو آپ فرماتے تھے اے فاطمہؑ اپنے چچا کے لئے تکیہ لے آؤ، اور ان کے لئے تکیہ لگا دوتا کہ وہ اس پر بیٹھ جائیں، جب وہ اٹھ کر جاتے تھے تو ان کے کپڑوں سے کچھ ذرات جھڑ جاتے تھے، تو آنحضرتؐ مجھے اس کو اکٹھا کرنے کے لئے کہتے تھے، (ایک دن حضرت علیؑ نے رسول اللہؐ سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: یہ وہ عنبر ہے جو جبرئیل کے پروں سے گرتا تھا)

رسول اللہؐ نے فرمایا:"یا علي ، لا بدّ للعرس من وليمة"اے علیؑ شادی کا ولیمہ ضروری ہے۔

تو سعد بولے، میرے پاس ایک دنبہ ہے، کچھ انصار نے چند کلو مکئی کا آٹا اکٹھا کر لیا اور رسولؐ اللہ نے ام سلمہ کے پاس جو دس درہم رکھوا رکھے تھے وہ ان سے لے کر مجھے دیتے ہوئے یہ فرمایا:"اشتر سمناً و تمراً و إقطاً" اس کا گھی، کھجور، اور مکھن خرید لاؤ، میں خرید کر لایا اور رسول اللہؐ کے سامنے پیش کر دیا آپ نے اپنی آستینیں الٹیں اور پوست کا ایک دستر خوان منگایا اور کھجوروں کو توڑ توڑ کر اسے گھی اور مکھن کے ساتھ ملا کر رگڑنا شروع کر دیا جس سے حیس نامی غذا تیار ہوگئی پھر آپؐ نے کہا:"يا علي اُدعُ من أحببت" "تم جسے بلانا چاہتے ہو اسے دعوت دیدو"۔

میں مسجد میں پہنچا مسجد صحابہ سے چھلک رہی تھی، مجھے اس بات میں شرم محسوس ہوئی کہ بعض لوگوں کو دعوت دوں اور دوسروں کو چھوڑ دوں، بالآخر میں وہاں موجود بلندی پر چڑھ گیا اور میں نے بلند آواز میں یہ اعلان کر دیا آپ حضرات؛ فاطمہؑ کے ولیمہ کے لئے تشریف لے چلیں، چنانچہ لوگ ٹولیوں کی شکل میں اُدھر چل پڑے، تو مجھے لوگوں کی کثرت اور کھانے کی قلت کی وجہ سے شرم آنے لگی، رسول اللہ کو میری پریشانی کا اندازہ ہو گیا، تو آپ نے فرمایا:"يا عليّ إنّي سأدعو الله بالبركة ، فجلّل السفرة بمنديل ، و قال : أدخل عليّ عشرة بعد عشرة ففعلت ، و جعلوا يأكلون و يخرجون لا ينقص

الطعام". اے علیؑ! میں ابھی اللہ تعالی سے برکت کی دعا کروں گا پھر آپ نے ایک بڑا رومال بچھا کر دستر خوان لگا دیا اور کہا، تم میرے پاس دس دس آدمیوں کو بھیجتے رہنا، چنانچہ میں ایسا ہی کرتا رہا اور وہ لوگ کھاتے رہے اور باہر نکلتے رہے مگر کھانا کم نہیں پڑا، اور نبی کریمؐ خود اپنے ہاتھ سے کھانا اتار اتار کر دے رہے تھے اور حضرت عباس، حضرت حمزہ اور حضرت علیؑ اور حضرت عقیل مہمانوں کا استقبال کر رہے تھے، حضرت علیؑ کا بیان ہے: "فأكل القوم عن آخرهم طعامي و شربوا شرابي، و دعوا لي بالبركة و صدروا و هم أكثر من أربعة آلاف رجل". تمام کے تمام لوگوں نے کھانا کھالیا اور دودھ پی لیا اور میرے لئے برکت کی دعا کرتے ہوئے رخصت ہو گئے ان کی تعداد چار ہزار سے زیادہ تھی۔

پھر رسول اللہؐ نے بڑے پیالے منگوائے اور انھیں بھر کر ازواج کے حجروں میں بھیج دیا اور پھر ایک پیالہ لے کر اس میں کھانا رکھ دیا اور فرمایا: "هذه لفاطمة و بعلها": "یہ فاطمہ اور ان کے شوہر کے لئے ہے" (۱)

۸۔ شب عروسی کے تقریبات

جب سورج ڈوبنے لگا تو رسول اللہؐ نے فرمایا: "يا امّ سلمة هلمّي فاطمة" اے ام سلمہ فاطمہ کو حاضر کرو، وہ گئیں اور انھیں لے کر آئیں آپ کی رداز مین پر خط دے رہی تھی اور آپ رسولؐ اللہ سے شرم وحیاء کی بنا پر پسینہ میں غرق تھیں جس سے آپ کا پیر لڑ کھڑا گیا تو رسول اللہ نے فرمایا: "أقالك الله العثرة في الدنيا و الآخرة" خداوند عالم دنیا و آخرت میں تمہیں ہر لغزش سے محفوظ رکھے۔ جب آپ آنحضرتؐ کے سامنے آکر کھڑی ہوئیں تو انہوں نے آپ کے رخ انور سے ردا ہٹا دی یہاں تک کہ حضرت علیؑ نے اس کا مشاہدہ کر لیا۔

نبی کریمؐ نے انصار و مہاجرین اور جناب عبد المطلب کے گھروں کی عورتوں کو یہ حکم دیا کہ وہ فاطمہؑ کے ساتھ چلیں، اور خوشی منائیں (اشعار) ترانے پڑھیں اور حمد و تکبیر کہتی رہیں اور کوئی ایسی بات منھ سے نہ نکالیں جس سے خدا راضی نہ ہو جناب جابر کہتے ہیں کہ پھر آپ نے ان کو شہبا (اپنے ناقہ یا خچر) پر سوار کیا

۱۔ بحار الانوار ۴۳/۱۰۶، ۱۱۴، ۱۳۲، ۱۳۷۔

جناب سلمان اس کی مہار یا لگام تھامے ہوئے تھے ستر ہزار حوریں آپ کا حلقہ کئے ہوئے تھیں اور پیغمبر اکرمؐ حمزہ، عقیل، جعفر اور بنی ہاشم ان کے پیچھے اپنی تلواریں نکالے ہوئے چل رہے تھے اور ازواج نبی آگے آگے اشعار پڑھتی جارہی تھیں۔

عورتیں ہر رجز (ترانہ) کے پہلے شعر کو ترنم کے ساتھ پڑھتی تھیں اور اس کے آخر میں تکبیر کہتی تھیں بالآخر وہ سب گھر کے اندر پہونچ گئیں پھر رسول اللہؐ مولائے کائناتؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو بلایا اور پھر جناب فاطمہؑ کو بلایا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اسے حضرت علیؑ کے ہاتھ میں دیتے ہوئے فرمایا: ''بارک اللہ فی ابنة رسول اللہ ، یا علی نعم الزوج فاطمة ، و یا فاطمة نِعم البعل علیّ'' اے علیؑ! اللہ تمہیں رسولؐ اللہ کی بیٹی مبارک کرے اے علیؑ! فاطمہؑ بہترین بیوی ہیں اور اے فاطمہؑ! علیؑ بہترین شوہر ہیں۔

پھر فرمایا: ''یا علیّ ھذہ فاطمة ودیعة اللہ و ودیعة رسولہ عندک ، فاحفظ اللہ و احفظنی فی ودیعتی'' اے علیؑ! یہ فاطمہؑ تمہارے پاس اللہ اور اس کے رسولؐ کی امانت ہے لہٰذا میری امانت میں اللہ اور میرا خیال رکھنا (حفاظت کرنا) شجرہ طوبی۲۵۴۔

پھر آپ نے یہ دعا فرمائی: ''اللّھم اجمع شملھما، و ألِّف بین قلبیھما، و اجعلھما و ذریتھما من ورثة جنة النعیم ، و ارزقھما ذریة طاھرة طیبة مبارکة ، واجعل فی ذرّیتھما البرکة ، و اجعلھم أئمة یھدون بأمرک إلی طاعتک و یأمرون بما رضیت'' بارالٰہا! ان دونوں کے دلوں میں الفت ڈال دے اور ان دونوں کو اور ان کی نسل کو جنت نعیم کے وارثین میں قرار دے اور انھیں طیب وطاہر اور مبارک نسل عطا فرما۔ ان کی نسل میں برکت عنایت فرما اور انھیں ایسا امام قرار دینا جو تیرے حکم کے مطابق تیری طرف ہدایت دینے والے ہوں۔

پھر آپ نے فرمایا: اب تم لوگ اپنے حجرے میں جاؤ اور جب تک میں نہ آجاؤں میرا انتظار کرتے رہنا۔

حضرت علیؑ کہتے ہیں: ''فأخذت بید فاطمة و انطلقت بھا حتی جلست فی جانب الصفة و جلست فی جانبھا و ھی مطرقة إلی الأرض حیاءً منّی و أنا مطرق إلی الأرض حیاءً

منھا" میں فاطمہؑ کا ہاتھ پکڑ کر انھیں لے کر چلا یہاں تک کہ وہ حجرہ کے ایک گوشے میں بیٹھ گئیں اور میں دوسرے گوشے میں بیٹھ گیا وہ مجھ سے شرم کی وجہ سے زمین پر نگاہیں گاڑے ہوئے تھیں اور میں ان سے شرم و حیاء کی وجہ سے زمین کی طرف دیکھ رہا تھا۔

ابھی کچھ دیر نہ گذری تھی کہ رسولؐ اللہ اندر تشریف لائے آپ کے ہاتھ میں چراغ تھا آپ نے اسے کمرہ کے ایک گوشہ میں رکھ دیا پھر فرمایا: "یا علیّ خذ فی ذلک القعب ماءً من تلک الشکوة، ففعلت ثم أتیته به فتفل فیه تفلات، ثم ناولنی القعب و قال: اشرب منه، فشربت ثم رددته إلی رسول الله (ص) فناوله فاطمة و قال: اشربی حبیبتی فشربت منه، ثلاث جرعات ثم ردّته إلیه، فأخذ ما بقی من الماء فنضحه علی صدری و صدرها و قال: إنّما یرید الله لیذهب عنکم الرجس أهل البیت و یطهّرکم تطهیراً، ثم رفع یدیه و قال: یا ربّ إنّک لم تبعث نبیّاً إلّا و قد جعلت له عترة، اللهمّ فاجعل عترتی الهادیة من علیّ و فاطمة، ثم خرج من عندهما فأخذ بعضادتی الباب و قال: طهّرکما الله و طهّر نسلکما، أنا سلم لمن سالمکم و حرب لمن حاربکم، أستودعکما الله و أستخلفه علیکما" "اے علیؑ! اُس مٹکے سے اِس پیالے میں پانی لے آؤ، میں گیا اور پانی لا کر آپ کو دے دیا آپ نے اس میں چند بار اپنا لعاب دہن ملایا اور فرمایا اس کو پیو تو میں نے پی کر اسے رسولؐ اللہ کو واپس کر دیا پھر آپ نے اسے فاطمہؑ کے حوالہ کرتے ہوئے کہا اے میری پیاری بیٹی تم بھی پی لو، چنانچہ انھوں نے اس میں سے تین گھونٹ پی کر آنحضرت کو پیالہ واپس کر دیا آپ نے باقی پانی لے کر کچھ میرے سینہ کے اوپر چھڑکا اور کچھ فاطمہؑ کے سینہ پر چھڑک دیا اور فرمایا: بیشک اے اہل بیت! اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ تم سے ہر رجس کو دور رکھے اور تمھیں پاک و پاکیزہ رکھے، پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور یہ دعا فرمائی: بارالہا! تو نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا مگر یہ کہ اس کے لئے عترت قرار دی ہے لہٰذا بارالہا: میری عترت جو ہدایت دہندہ ہے اسے علیؑ و فاطمہؑ کی نسل سے قرار دینا پھر آپ ان کے پاس سے باہر تشریف لے آئے اور انھیں یہ دعا دی: اللہ تم دونوں اور تمہاری نسل کو پاک و پاکیزہ قرار دے، جو تم سے مسالمت

رکھے میں اس کے لئے سراپا سلامتی اور جو تم سے جنگ کرے اس کے لئے سراپا جنگ ہوں میں تم دونوں کو اللہ تعالی کے حوالہ کرتا ہوں اور اسی کو تمہارا سرپرست قرار دیتا ہوں"۔

پھر آپ نے دروازہ بند کر دیا اور عورتوں کو بھی حکم دیا تو وہ سب بھی باہر نکل گئیں۔

جب آپ باہر نکلنے لگے تو آپ کی نظر ایک خاتون پر پڑی، آپ نے ان سے پوچھا تم کون ہو؟ انھوں نے عرض کی: اسماء آپ نے فرمایا: کیا میں نے تمہیں باہر نکلنے کا حکم نہیں دیا تھا؟ اسماء بولیں جی ہاں یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان: میں آپ کی مخالفت نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن میں نے خدیجہ سے ایک عہد کیا تھا کہ جب خدیجہ کی وفات کا وقت نزدیک آیا تو وہ رونے لگیں، میں نے ان سے کہا، آپ کیوں رو رہی ہیں جب کہ آپ عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں؟ آپ تو نبی کریمؐ کی زوجہ ہیں اور انہوں نے اپنی زبان مبارک سے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے؟

انھوں نے کہا میں اس لئے نہیں رو رہی ہوں: بلکہ شادی کی رات ہر دلہن کو ایک عورت کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ اس سے اپنے راز بیان کر سکے اور اپنے ضروری کاموں میں اس سے مدد لے سکے جب کہ فاطمہؑ ابھی کمسن اور بچی ہے، مجھے اس بات کا خوف لاحق ہے کہ کہیں کوئی اُس وقت ان کی ذمہ داری اپنے اوپر قبول کرنے والا نہ ہو۔

تو میں نے کہا تھا: میں آپ کے سامنے خدا سے یہ عہد کرتی ہوں کہ اگر میں اس وقت تک باقی رہی تو آپ کی طرف سے یہ ذمہ داری ادا کروں گی، یہ سن کر رسول اللہؐ رو دئے اور فرمایا "اللہ کی قسم! کیا تم اسی لئے رکی ہو؟" میں نے عرض کی: جی ہاں: خدا کی قسم، تو آپؐ نے میرے لئے دعا فرمائی۔ (۱)

۱۔ بعض روایات میں جناب فاطمہؑ کی شادی کے موقع پر جناب اسماء کی موجودگی کا تذکرہ ہے جب کہ جناب اسماء اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ گئی تھیں اور فتح خیبر سے پہلے واپس نہیں آئی تھیں لہٰذا اس شادی میں شریک نہیں تھیں بلکہ شائد وہ ان کی بہن اور جناب حمزہ کی زوجہ (سلمٰی بنت عمیس) تھیں اور چونکہ اسماء اپنی تمام بہنوں میں سب سے زیادہ مشہور تھیں لہٰذا یہ روایت ان کے نام سے نقل ہوئی ہے یا ایک راوی نے غلطی سے ان کا نام نقل کر دیا اور دوسرے راوی اس کو نقل کرتے چلے گئے۔ کشف الغمہ :۱/۳۶۸۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ درمیان میں ان کی آمد و رفت رہی ہو اور حبشہ سے مستقل واپسی فتح خیبر کے بعد ہی ہوئی ہو۔ (نقوش عصمت، علامہ ذیشان حیدر جوادی)۔

۹۔عروسی کی صبح پیغمبر اکرمؐ اور جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ملاقات

صبح عروسی، پیغمبر اکرمؐ ہاتھ میں دودھ کا ایک پیالہ لئے ہوئے جناب فاطمہؑ کے پاس پہنچے اور آپ سے فرمایا:''اشربی فداک أبوک'' ''ثم قال لعلیّ (ع):''اشرب فداک ابن عمّک''.''کیف وجدت أھلک ؟ قال (ع): نعم العون علی طاعة الله''. وسأل فاطمة فقالت : ''خیر بعل''. اسے پی لو تم پر تمہارا باپ قربان ہو، پھر حضرت علیؑ سے فرمایا نوش فرماؤ تم پر تمہارا ابن عم قربان ہو۔(۱) پھر حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا: تم نے اپنی بیوی کو کیسا پایا؟ تو آپ نے کہا: اطاعت الٰہی میں بہترین مددگار''اور جب جناب فاطمہؑ سے سوال فرمایا: تو آپ نے کہا بہترین شوہر۔(۲)

حضرت علی علیہ السلام کہتے ہیں:''ومکث رسول الله(ص)بعد ذلک ثلاثاً لا یدخل علینا ، فلمّا کان فی صبیحة الیوم الرابع جاء نا (ص) لیدخل علینا...'' اس کے بعد تین دن تک رسول اللہ ہمارے یہاں تشریف نہیں لائے بلکہ چوتھے دن صبح ہمارے پاس آئے...جب آپ ان دونوں کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے حضرت علیؑ سے باہر جانے کے لئے کہا اور اپنی بیٹی جناب فاطمہؑ سے تنہائی میں یہ پوچھا:''کیف أنت یا بُنیة؟و کیف رأیت زوجکِ؟ اے بیٹی! تمہارا مزاج کیسا ہے؟ اور تم نے اپنے شوہر کو کیسا پایا؟

آپ نے عرض کی:''یا أبه خیر زوج ، إلّا أنّه دخل عليّ نساء من قریش و قلن لی زوّجکِ رسول الله من فقیر لا مال له''اے بابا! یقیناً بہترین شوہر ہیں البتہ میرے پاس قریش کی کچھ عورتیں آئی تھیں اور مجھ سے یہ کہہ رہی تھیں کہ رسول اللہ نے تمہاری شادی ایک فقیر کے ساتھ کردی ہے جس کے پاس کسی طرح کی دولت نہیں ہے،تو آنحضرت نے فرمایا:''یا بنیة ما أبوک و لا بعلُک بفقیر، و لقد عرضت عليّ خزائن الأرض ، فاخترت ما عند ربی ، والله یا بنیة ما ألوتک نصحاً أنّ زوّجتک اقدمهم سلماً وأکثرهم علماً و أعظمهم حلماً''''یا بنیة إنّ الله-عزوجل-

---

۱۔کشف الغمہ :۱/۳۶۸۔ ۲۔بحار الانوار:۴۳/۱۱۷۔

اطلع إلى الأرض فاختار من أهلها رجلين فجعل أحدهما أباک و الآخر بعلک ، یا بنية نِعم الزوج زوجک ، لا تعصی له أمراً".

اے بیٹی نہ تمہارا بابا فقیر ہے اور نہ تمہارا شوہر فقیر ہے بلکہ میرے سامنے تو زمین کے خزانے پیش کئے گئے تھے، مگر میں نے اس کا انتخاب کیا جو میرے پروردگار کے پاس ہے، خدا کی قسم اے میری بیٹی میں نے تمہاری نصیحت اور خیر خواہی میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے میں نے تمہاری شادی اس کے ساتھ کی ہے جو تمام لوگوں میں سب سے پہلا مسلمان، ان میں سب سے بڑا عالم نیز ان سب سے زیادہ حلیم و بردبار ہے۔

اے میری بیٹی، خداوند عالم نے جب زمین کے اوپر نظر کی تو اس سے دو مردوں کو منتخب کیا ان میں سے ایک کو تمہارا باپ اور دوسرے کو تمہارا شوہر قرار دیا، اے بیٹی تمہارا شوہر بہترین شوہر ہے، لہٰذا کسی بات میں ان کی مخالفت اور نافرمانی مت کرنا۔

پھر رسولؐ اللہ نے حضرت علیؑ کو "یا علیؑ" کہہ کر آواز دی: "لبیک یا رسول الله" قال: أُدخل بیتک و الطف بزوجتک و ارفق بها ، فإنّ فاطمة بضعة منّی ، یؤلمنی ما یؤلمها و یسّرنی ما یسرّها ، أستودعکما الله و أستخلفه علیکم".

آپ نے کہا میں حاضر ہوں آپ نے فرمایا: اپنے حجرہ کے اندر آجاؤ اپنی شریکۂ حیات سے لطف و محبت اور نرمی سے پیش آنا کیونکہ فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے، جس چیز سے اسے اذیت ہوتی ہے اس سے مجھے بھی تکلیف پہنچتی ہے، جس سے اسے خوشی ہوتی ہے وہی چیز مجھے بھی خوش کرتی ہے، میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کرتا ہوں اور اسی کو تمہارا پشت پناہ قرار دیتا ہوں۔(۱)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ نے اپنی بیٹی کی شادی کرنے کے بعد ان سے فرمایا: "زوّجتک سیّداً فی الدنیا و الآخرة ، وإنّه أول أصحابی إسلاماً و أکثرهم علماً و أعظمهم حلماً" "میں نے تمہاری شادی اس سے کی ہے جو دنیا و آخرت میں سید و سردار ہے وہ میرا سب سے پہلا مسلمان صحابی ہے اور تمام مسلمانوں سے بڑا عالم اور ان کے درمیان سب سے زیادہ بردبار ہے۔(۲)

۱۔ بحارالانوار: ۱۳۲/۴۳۔

۲۔ بحارالانوار: ۱۳۳/۴۳؛ کنز العمال: ۱۱ر ح ۳۲۹۲۶؛ مسند امام احمد: ۲۶/۵؛ مختصر تاریخ دمشق ۳۷/۱۷۔

۱۰۔شادی کی تاریخ

اہل بیت علیہم السلام سے مروی تمام روایات میں یہ صراحت موجود ہے کہ آپ کی شادی معرکہ بدر سے مسلمانوں کی فاتحانہ واپسی کے بعد ہوئی ہے۔(۱)

امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے:"تزوّج علی فاطمة (ع) فی شهر رمضان و بنی بها فی ذی الحجة من العام نفسه بعد معركة بدر" "حضرت علی علیہ السلام نے ماہ رمضان میں جناب فاطمہؑ سے نکاح فرمایا اور اسی سال جنگ بدر سے واپسی کے بعد ذی الحجہ میں ان کی رخصتی ہوئی (انہوں نے اپنا گھر بسایا)۔

یہ بھی روایت ہے کہ ۳ھ میں معرکۂ بدر سے واپسی اور شوال کے کچھ دن گذرنے کے بعد حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ کی شادی ہوئی۔(۲)

ایک روایت میں ہے کہ پہلی ذی الحجہ ۲ھ کو رسول اللہ نے جناب فاطمہؑ سے حضرت علیؑ کی شادی کی تھی۔(۳)

حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ کی شادی کے امتیازات

حضرت فاطمہؑ کی شادی میں مندجہ ذیل امتیازات پائے جاتے ہیں:

۱۔یہ شادی زمین پر منعقد ہونے سے پہلے، حکم الٰہی سے آسمان پر منعقد ہوئی اس سلسلہ میں ہمارے لئے حضرت عمر کی یہی ایک روایت کافی ہے وہ کہتے ہیں کہ جناب جبرئیل نازل ہوئے اور انہوں نے کہا:"یا محمّد إنّ الله یأمرک أن تزوّج فاطمة ابنتک من علیّ" "اے محمدؐ! اللہ تعالی نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ اپنی بیٹی فاطمہؑ کی شادی علی کے ساتھ کر دیجئے۔(۴)

۱۔کشف الغمہ :۱/۳۶۴؛ بحار:۴۳/۱۳۴۔

۲۔امالی طوسی ۴۳ مجلس ۲ ح ۴۷۔

۳۔مصباح المتہجد (طوسی) ۶۱۳۔

۴۔ذخائر العقبیٰ ۱۴/ شرح نہج البلاغہ:۹/۱۹۳۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اکرمؐ کی نسل کو صرف اسی مبارک شادی اور انھیں دونوں پاک و پاکیزہ شوہر اور بیوی (ہمسروں) کے ذریعہ پھیلایا اس سلسلہ میں بھی حضرت عمر یہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "کلّ نسب و سبب ينقطع يوم القيامة ما خلا سببي و نسبي ، و كلّ بني انثي فعصبتهم لأبيهم ما خلا ولد فاطمة ، فإنّي أبوهم أنا عصبتهم" "روز قیامت ہر نسب اور رشتہ داری ختم ہو جائے گی سوائے میرے نسب اور میری رشتہ داری کے اور تمام بنی آدم کا شجرہ ان کے باپ سے چلتا ہے سوا فاطمہؑ کی اولاد کے، کیونکہ بیشک میں ان کا باپ ہوں اور ان کا سلسلۂ نسب مجھ سے شروع ہوتا ہے"۔(۱)

۳۔ شہزادی کائنات رسول اکرم کی اکلوتی بیٹی تھیں اور آپ کی کوئی دوسری حقیقی بہن نہیں تھی، اگرچہ جناب زینب و رقیہ اور ام کلثوم کے بارے میں یہ مشہور ضرور ہے کہ یہ رسول اللہ کی بیٹیاں تھیں مگر صحیح یہی ہے کہ یہ سب جناب خدیجہ کی بہن جناب ہالہ کی بیٹیاں تھیں اور جب رسول اکرم سے جناب خدیجہ کی شادی ہوئی تو یہ بھی ان کے ساتھ پیغمبر اکرمؐ کے گھر میں رہنے لگی تھیں مختصر یہ کہ اس تاریخی تحقیق کے مطابق ان سب کا دختر پیغمبر ہونا ثابت نہیں ہے۔(۲)

شادی سے لے کر وفات پیغمبرؐ تک

۱۔ شوہر نامدار کے گھر میں

جب حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ کی شادی ہوگئی تو حضور اکرم نے حضرت علیؑ سے فرمایا: "اطلب منزلاً" "ایک گھر تلاش کرو، تو حضرت علیؑ نے رسول اللہؐ کے گھر سے ذرا فاصلہ پر ایک جگہ تلاش کی اور وہاں اپنا گھر تعمیر کرلیا۔

۱۔ کنز العمال: ۱۳/ ۳۷۵۸۶؛ شرح نہج: ۱۲/ ۱۰۶۔

۲۔ امام علی سیرت و تاریخ ص ۲۷؛ شیخ محمد حسن آل یٰسین؛ استغاثہ قاسم کوفی ص ۸۰۔۸۲۔

تو پیغمبر اکرمؐ ایک دن اپنی بیٹی کے گھر تشریف لائے اوران سے فرمایا: " إنّي اريد أن احوّلک إليّ" میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہیں اپنے نزدیک منتقل کرلوں، تو آپ نے رسول اللہ سے عرض کی:"فکلّم حارثة بن النعمان أن يتحوّل عنّي " آپ حارثہ بن نعمان سے بات کرلیں تا کہ وہ ہم سے اپنا گھر تبدیل کرلیں تو رسول اللہ نے فرمایا:"قد تحوّل حارثة عنّا حتٰى قد استحييت منه" حارثہ سے ہم پہلے ہی اپنی جگہ تبدیل کر چکے ہیں لہٰذا اب مجھے ان سے شرم آئے گی، ادھر یہ خبر اڑتی اڑتی حارثہ تک پہنچ گئی وہ نبیؐ اکرم کے پاس آئے اورعرض کی: یا رسولؐ اللہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ فاطمہؑ کو اپنے پاس منتقل کرنا چاہتے ہیں اس کے لئے آپ کی خدمت میں میرے یہ گھر حاضر ہیں جو بنی نجار کے گھروں میں آپ کے گھر سے سب سے زیادہ نزدیک ہیں میں اور میرا مال سب کچھ اللہ اوراس کے رسولؐ! بخدا جو مال آپ مجھ سے لیں گے وہ مجھے اس مال سے زیادہ پیارا ہے جسے آپ میرے لیے چھوڑ دیں گے تو رسولؐ اللہ نے فرمایا: "صدقت ، بارک الله عليک " تم صحیح کہہ رہے ہو اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عنایت فرمائے۔ تو رسول اللہ نے جناب فاطمہؑ کو جناب حارثہ کے گھر میں منتقل کرا دیا۔

جناب فاطمہؑ اپنے بابا کے گھر سے اپنے شوہر گرامی کے گھر میں منتقل ہوئیں یا یہ کہا جائے کہ آپ نبوت و رسالت کے گھر سے امامت و ولایت کے گھر تشریف لے آئیں آپ کی زندگی سراسر قداست و پاکیزگی کا پیکر اوراس میں ہر طرف عظمت، زہد اور سکون حیات کی جلوہ نمائی تھی، آپ اپنے شوہر نامدار کے دین اور آخرت میں ان کی معاون و مددگار دکھائی دیتی ہیں۔

حضرت علیؑ جناب فاطمہؑ کا احترام ہمیشہ ان کے شایان شان انداز سے کیا کرتے تھے، اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ آپ کی شریکۂ حیات تھیں بلکہ اس لئے کہ وہ پوری کائنات میں رسولؐ اللہ کی سب سے زیادہ چہیتی، عالمین کی عورتوں کی سرور و سردار تھیں اوران کا نور رسولؐ اللہ کے نور کا حصہ تھا نیز یہ کہ آپ مجموعۂ فضائل و کمالات تھیں۔

حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ، حارثہ بن نعمان کے گھر میں کتنے دن تک مقیم رہے تاریخ میں اس کی کوئی حتمی مدت نہیں لکھی ہے البتہ اتنا ضرور ہے کہ جب رسول اللہؐ نے اپنی مسجد سے ملا کر آپ کا گھر بنوا دیا، اور ازواج

نبی کے حجروں کی طرح اس کا دروازہ بھی مسجد نبوی کے اندر کی طرف کھول دیا تو جناب فاطمہؑ اپنے اس نئے گھر میں منتقل ہوگئیں جو اللہ اور رسولؐ اللہ کے گھر کے پڑوس میں اور ان سے بالکل ملا ہوا تھا۔

یقیناً ایسا ہرگز نہیں تھا کہ رسولؐ اللہ اس گلدستۂ نبوت کو یونہی چھوڑ دیتے اور اس کی دیکھ بھال نہ کرتے اور اس کا خیال نہ رکھتے، بلکہ ان دونوں حضرات نے ہمیشہ رسولؐ اللہ کے زیر سایہ بلکہ آپ کے آنگن میں ہی زندگی کی بہاریں دیکھی ہیں، بلکہ آنحضرتؐ نے تو جناب فاطمہؑ کو ان کی شادی کے بعد بھی اس درجہ اپنی شفقت و محبت اور نصیحت سے نوازا کہ کسی اور پر آپ کی ایسی عنایتیں نہ تھیں آپ کے بابا نے آپ کو زندگی کے معنی سمجھائے اور آپ کو یہ تعلیم دی کہ انسانیت ہی زندگی کا جوہر ہے اور ازدواجی زندگی کی بنیادیں مال و دولت، جواہرات و محلات اور فضول رسم و رواج کے بجائے ہمیشہ اخلاقیات اور اسلامی اقدار پر قائم ہوتی ہیں۔

اپنے شوہر نامدار کے ساتھ جناب فاطمہؑ نہایت سکون واطمینان اور خوشی و مسرت کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگیں، سادگی آپ سے کبھی جدا نہیں ہوئی اور آپ کا گھر ہمیشہ سادہ زیستی کا نمونہ بنا رہا، واقعاً آپ ایک مثالی بیوی ہیں، حضرت علیؑ کی زوجہ جو مسلمانوں کے سورما، رسول اکرم کے وزیر، آپؐ کے سب سے پہلے مشاور اور فتح و جہاد کے علم بردار تھے اسی اعتبار سے آپ کی ذمہ داریاں بھی بے حد اہم تھیں چنانچہ آپؑ نے حضرت علیؑ کے لئے بالکل اسی کردار کا مظاہرہ کیا جو کردار جناب خدیجہ نے رسول اکرمؐ کے لئے پیش کیا تھا یعنی آپ نے ان کے ساتھ جہاد میں شرکت فرمائی، زندگی کی دشواریوں اور تبلیغی مشکلات میں صبر و ہمت سے کام لیا۔

یقیناً یہ آپ کی قربانیوں کا ہی صلہ تھا جس کی بنا پر اللہ تعالی نے آپ کو منتخب فرمایا تھا اور بیشک آپ کے انھیں اہم کارناموں کی وجہ سے اس نے آپ کا انتخاب فرمایا تھا اور آپ ایک مسلمان نمونۂ عمل عورت کے طور پر تمام مردوں اور عورتوں کے لئے بہترین اسوہ اور نمونہ ہیں۔

الف۔ خانگی ذمہ داریاں اور پر مشقت زندگی

دنیا کا وہ تنہا گھر جس کی چار دیواری کے اندر پاک و پاکیزہ اور ہر طرح کی برائیوں سے دور، تمام انسانی فضائل و کمالات اور اسلامی اخلاق کے پیکر، دو معصوم زوجہ وشوہر ایک ساتھ زندگی گذار رہے تھے وہ صرف حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ کا گھر تھا۔

حضرت علیؑ اسلام میں مرد کامل ہونے کا نمونہ اور جناب فاطمہ زہراؑ اسلام میں زن کاملہ ہونے کا نمونہ ہیں جو دونوں ہی رسول اکرم کے سایہ میں پروان چڑھے اور آپ ہی نے ان دونوں کو علم کے ساتھ دوسرے فضائل و کمالات کی غذا مرحمت فرمائی ان کے باشعور کان بچپنے سے ہی قرآن مجید سے مانوس تھے، کیونکہ رات دن بلکہ ہر لحہ رسول اکرمؐ کی تلاوت کی شیریں آواز ان کے کانوں میں رس گھولتی رہتی تھی، انھوں نے علم غیب اور اسلامی علوم و معارف کو اس کے اصل اور شیریں چشمہ سے حاصل کیا تھا اور اپنی آنکھوں سے یہ مشاہدہ کیا تھا کہ گویا دین اسلام پیغمبر اکرمؐ کی شکل میں متحرک ہے تو پھر ان کا گھر مسلمان گھرانوں کے لئے کیسے نمونہ عمل نہ ہوتا۔

بیشک حضرت علیؑ و فاطمہؑ کا گھر صفاء و اخلاص اور مودت و رحمت کا ایک بہترین نمونہ تھا جس میں دونوں بالکل خندہ پیشانی کے ساتھ گھر کے کاموں میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاتے رہتے تھے۔

کیونکہ رسول اکرمؐ نے دروازہ کے اندر کی ذمہ داری جناب فاطمہؑ کے حوالے کر دی تھی جب کہ دروازہ کے باہر کے کام حضرت علیؑ کے سپرد کئے تھے۔

جناب فاطمہؑ فرماتی ہیں: "**فلا یعلم ما داخلنی من السرور إلّا الله ، بکفایتی رسول الله (ص) تحمّل رقاب الرجال**" اس وقت اللہ کے علاوہ میری خوشی کو اور کوئی نہیں جان سکتا کہ جب رسول اللہ نے مجھے ان ذمہ داریوں سے الگ رکھا جن کا بوجھ مرد ہی برداشت کر سکتے ہیں۔

چونکہ جناب فاطمہؑ زہرا، مدرسۂ وحی کی سند یافتہ تھیں لہٰذا آپ کو بخوبی معلوم تھا کہ عورت کا قلعہ (گھر) اسلام

کا بہت اہم مورچہ ہے اگر اس نے اسے خالی کر دیا اور وہ اسے چھوڑ کر دوسرے میدانوں میں چلی گئی تو پھر اپنے بچوں کی تربیت کا حق ادا نہیں کر سکتی ہے اسی وجہ سے رسول اللہ کا فیصلہ سن کر آپ کا رخ انور خوشی کے مارے چمک اٹھا۔

بنت نبیؐ نے اپنے گھر والوں کی آسائش اور ان کے آرام کے لئے کسی قسم کی محنت ومشقت سے دریغ نہیں کیا اور تمام سختیوں اور مشکلات کے باوجود بھی آپ کے یہاں گھر کی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں کوئی کمی نہیں آئی یہاں تک کہ آپ کی اس جفاکشی کو دیکھ کر حضرت علیؑ کو آپ کے اوپر ترس آتا رہتا تھا چنانچہ انہوں نے بنی سعد کے کسی شخص سے آپ کے کاموں کی یوں وضاحت فرمائی: ''ألا احدّثك عنّي و عن فاطمة ؟ إنّها كانت عندي و كانت من أحبّ أهله (ص) إليه ، و إنّها استقت بالقربة حتى أثّر في صدرها ، و طحنت بالرحىٰ حتّى مجلت يداها، و كسحت البيت حتى اغبرّت ثيابها،و أوقدت النار تحت القدر حتى دكنت ثيابها، فأصابها من ذلك ضرر شديد فقلت لها : لو أتيت أباك فسألتيه خادماً يكفيكِ ضرّ ما أنت فيه من هذا العمل ، فأتت النبيّ (ص) فوجدت عنده حدّاثاً فاستحت فانصرفت'' کیا میں تمہیں اپنے اور فاطمہؑ کے حالات بتاؤں ؟ اگرچہ وہ میری اور نبیؐ کریم کی سب سے زیادہ محبوب اور چہیتی ہیں مگر مسلسل مشک اٹھانے کی وجہ سے ان کے سینہ پر اس کا نشان پڑ گیا ہے، اور مسلسل چکی چلانے سے ان کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں، گھر میں جھاڑو دینے کی وجہ سے کپڑے غبار آلود ہو گئے ہیں، چولہے میں اتنی آگ پھونکی ہے کہ ان کے کپڑے سیاہی مائل ہو گئے ہیں جس سے ان کو شدید تکلیف ہے تو میں نے انھیں یہ مشورہ دیا کہ اگر تم اپنے بابا کے پاس جا کر ان سے ایک خادمہ کا سوال کر لو تو تم ان کاموں کے ممکنہ ضرر سے بچ سکتی ہو، چنانچہ وہ نبیؐ اکرم کے پاس تشریف لے گئیں جب ان کے پاس آپ کو کچھ لوگ بیٹھے ہوئے دکھائی دئے، تو آپ شرم وحیاء کی بنا پر کچھ کہے بغیر واپس چلی آئیں۔

حضرت علی کا بیان ہے: '' فعلم النبيّ (ص) أنها جاء ت لحاجة ، قال (ع) : فغدا علينا رسول الله (ص) و نحن في لِفاعنا، فقال (ص) : السلام عليكم ، فقلت : و عليك السلام يا

رسول الله أُدخل ، فلم يعد أن يجلس عندنا ، فقال (ص) : يا فاطمة ، ما كانت حاجتك أمس عند محمّد ؟ قال : فخشيت إن لم تجبه أن يقوم ، فأخبره عليّ بحاجتها ، فقلت : أنا و الله أُخبرك يا رسول الله إنّها استقت بالقربة حتى أثّرت في صدرها و جرّت بالرحى حتى مجلت يداها و كسحت البيت حتى اغبرّت ثيابها و أوقدت النار تحت القدر حتى دكنت ثيابها، فقلت لها: لو أتيتِ أباكِ فسألتيه خادماً يكفيك ضرّ ما أنت فيه من هذا العمل ، فقال (ص) : أفلا أُعلّمكما ما هو خير لكما من الخادم ؟ إذا أخذتما منامكما فسبّحا ثلاثاً و ثلاثين و احمدا ثلاثاً و ثلاثين و كبّرا أربعاً و ثلاثين

"جب پیغمبر اکرمؐ کو یہ معلوم ہوا کہ آپ کسی کام سے آئی تھیں تو وہ کہتے ہیں کہ ابھی ہم لوگ اپنے بستر پر ہی تھے کہ صبح سویرے ہمارے یہاں رسولؐ اللہ تشریف لے آئے آپ نے اس طرح سلام کیا: السلام علیکم میں نے کہا وعلیکم السلام، یارسولؐ اللہ اندر تشریف لائیں، مجھے امید نہیں تھی کہ آپ ہمارے پاس بیٹھیں گے، تو آپ نے فرمایا: اے فاطمہؑ کل تم میرے پاس کس کام سے آئی تھیں؟ حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ مجھے یہ خوف محسوس ہوا کہ اگر فاطمہؑ نے ان کا جواب نہ دیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ واپس تشریف لے جائیں، لہٰذا حضرت علیؑ نے انھیں آپ کی پریشانی سے اس طرح باخبر کیا: خدا کی قسم یارسولؐ اللہ آپ کو میں یہ بتادوں کہ انھوں اتنی مشک اٹھائی ہے کہ ان کے سینہ پر اس کا نشان پڑ گیا ہے اور اتنی چکی چلائی ہے کہ ان کے ہاتھوں پر چھالے پڑ گئے ہیں، گھر میں جھاڑو دیتے دیتے لباس گرد آلود ہو گیا ہے، مسلسل چولھے میں آگ پھونکنے کی وجہ سے کپڑے سیاہی مائل ہو گئے ہیں اسی بنا پر میں نے انھیں یہ مشورہ دیا تھا کہ اگر تم اپنے بابا سے ایک خادمہ حاصل کرلو تو اس کام کی وجہ سے تمہیں جو ضرر پہنچ رہا ہے تم اس سے بچ جاؤ گی، تو آنحضرتؐ نے فرمایا:

کیا میں تمہیں ایک ایسی چیز کی تعلیم نہ دیدوں جو تم دونوں کے لئے خادم سے بہتر ہے؟ جب تم لوگ سونے کے لئے بستر پر لیٹ جاؤ تو ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھا کرو۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب شہزادی کائناتؑ نے آنحضرتؐ کو اپنا احوال سنایا اور ایک خادمہ کی خواہش ظاہر کی تو آنحضرتؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ نے فرمایا: "يا فاطمة والذي

بعثني بالحق، إنّ في المسجد أربعمائة رجل ما لهم طعام و ثياب و لو لا خشيتي لأعطيتک ما سألتِ ، يا فاطمة و إنّي لا اريد أن ينفک عنک أجرک إلى الجارية ، و إنّي أخاف أن يخصمک علي بن أبي طالب (ع) يوم القيامة بين يدي الله - عز و جل - إذا طلب حقّه منک ، ثم علّمها صلاة التسبيح " اے فاطمہؑ اُس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، اس وقت مسجد میں ایسے چار سو آدمی ہیں جن کے پاس کھانا اور کپڑے نہیں ہیں، اور اگر مجھے ڈر نہ ہوتا تو میں تمہاری خواہش ضرور پوری کر دیتا، اے فاطمہؑ میں نہیں چاہتا کہ تمہارا ثواب تمہاری خادمہ کو مل جائے اور مجھے یہ ڈر ہے کہ جب روز قیامت خدا کے سامنے، علی تم سے تمہارا حق طلب کریں تو وہ تمہارے آمنے سامنے ہوں۔ پھر آپ نے ان کو تسبیح کی تعلیم دی۔ تو مولائے کائنات نے کہا:" مَضَيتِ تريدين من رسول الله (ص) الدنيا فأعطانا الله ثواب الآخرة" تم رسول اللہ سے دنیا لینا چاہتی تھیں مگر اللہ نے ہمیں آخرت کا ثواب عنایت کر دیا ہے۔(۱)

ایک روز رسول اللہ مولائے کائنات کے گھر پہنچے تو کیا دیکھا کہ وہ اور جناب فاطمہؑ غلہ پیس رہے ہیں، تو نبی اکرمؐ نے پوچھا تم دونوں میں کون زیادہ تھکا ہے؟ تو مولائے کائنات ـ نے کہا: یا رسول اللہؐ فاطمہؑ، تو آپ نے ان سے کہا: اے بیٹی تم اٹھ جاؤ، چنانچہ وہ اٹھ گئیں اور نبی کریمؐ ان کی جگہ بیٹھ کر مولائے کائنات کے ساتھ آٹا پیسنے لگے۔(۲)

جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں: ایک دن نبی اکرمؐ نے جناب فاطمہ زہراؑ کو دیکھا کہ ان کے اوپر اونٹ کے بالوں کی بنی ہوئی چادر ہے اور وہ اپنے ہاتھ سے آٹا پیس رہی ہیں اور اپنے بیٹے کو دودھ بھی پلا رہی ہیں یہ منظر دیکھ کر رسول اللہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ نے فرمایا:"يا بنتاه ، تعجّلي مرارة الدنيا بحلاوة الآخرة" "اے بیٹی! فی الحال آخرت کی حلاوت کے بدلے دنیا کی تلخی کا مزہ چکھ لو" تو آپ نے کہا: " يا رسول الله ، الحمد لله على نعمائه ، و الشكر لله علىٰ آلائه" یا رسول اللہ،

۱۔ بحار الانوار ۴۳/۸۵۔ ۲۔ بحار الانوار ۴۳/۵۰

اللہ کی حمد ہے اس کی نعمتوں پر، اور اللہ کا شکر ہے اس کے انعامات پر۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی " ولسوف یعطیک ربک فترضی" اور عنقریب آپ کا پروردگار آپ کو اتنا عطا کرے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔(۱)

ایک روایت میں امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے: "کان امیر المومنینؑ یحتطب و یستقی و یکنس ، و کانت فاطمة (ع) تطحن و تعجن و تخبز" امیر المومنین لکڑیاں اور پانی لاتے تھے اور جھاڑو لگاتے تھے اور جناب فاطمہؑ آٹا پیستی تھیں اور اسے گوندھ کر روٹی پکاتی تھی۔(۲)

انس سے روایت ہے : ایک دن جناب بلال صبح کی نماز میں تاخیر سے پہنچے تو نبی کریمؐ نے پوچھا "ماحبسک" تم کہاں پھنسے رہ گئے تھے؟ انہوں نے کہا میں جناب فاطمہؑ کے گھر کے پاس سے گذرا تو دیکھا وہ چکی چلا رہی ہیں اور ان کا بچہ رو رہا ہے تو میں نے ان سے کہا: آپ چاہیں تو میں چکی چلا دوں اور آپ بچہ کو دیکھ لیں یا اگر آپ اجازت دیں تو میں بچہ کو لے لوں اور آپ چکی چلا لیں تو آپ نے کہا: میں اپنے بچے کے لئے تم سے زیادہ مہربان ہوں، یا رسول اللہ تو بس مجھے اسی وجہ سے دیر ہوئی ہے تو آنحضرتؐ نے فرمایا: "فرحمتها، رحمک الله" تم نے ان پر رحم کھایا ہے، اللہ تعالیٰ تم پر رحمت نازل کرے۔(۳)

اسماء بنت عمیس جناب فاطمہؑ سے نقل کرتی ہیں: "أنّ الرسول (ص) أتی یوماً فقال: أین ابنای ؟یعنی حسنا و حسینا" ایک دن رسول اکرم میرے گھر تشریف لائے اور انہوں نے دریافت کیا کہ میرے دونوں بچے (یعنی حسنؑ اور حسینؑ) کہاں ہیں؟

شہزادی کائناتؑ نے جواب دیا: "أصبحنا و لیس عندنا فی بیتنا شی ء یذوقه ذائق، فقال علی: اذهب بهما إلی فلان؟ آج صبح سے ہمارے گھر میں چکھنے کے لئے بھی کوئی چیز نہیں تھی تو علیؑ نے کہا کہ میں انھیں فلاں جگہ لے جاؤں؟ چنانچہ رسولؐ اللہ بھی اسی جگہ تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا وہ

۱۔ بحار الانوار ۳/۸۶۔ ۲۔ بحار الانوار ۱/۱۵۱۔

۳۔ ذخائر العقبی ۶۱۔

دونوں ایک کنویں کے پاس کھیل رہے ہیں اور ان کے سامنے کچھ سوکھی ہوئی کھجوریں رکھی ہوئی ہیں، رسول اللہ نے فرمایا: "یا علیّ، ألا تقلب إبنيّ قبل أن يشتدّ الحرّ عليهما" اے علیؑ خیال رکھنا میرے دونوں بیٹوں کو دھوپ تیز ہونے سے پہلے واپس لیتے آنا تو مولائے کائناتؑ نے کہا: ؟" أصبحنا و ليس في بيتنا شيء، فلو جلست يا رسول الله حتى أجمع لفاطمة تمرات" صبح ہمارے گھر میں کھانے کے لئے کچھ بھی نہیں تھا، یا رسولؐ اللہ اگر آپ ذرا بیٹھ جائیں تو میں فاطمہؑ کے لئے کچھ کھجوریں جمع کرلوں، جب ان کے پاس کسی مقدار میں کھجوریں اکٹھا ہوگئیں تو وہ انھیں اپنے دامن میں رکھ کر گھر واپس آگئے۔(۱)

عمران بن حصین کہتے ہیں: میں رسول اکرمؐ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ وہاں فاطمہ زہراؑ آگئیں اور آنحضرتؐ کے سامنے آکر کھڑی ہوگئیں آپ نے ان کی طرف دیکھا تو ان کا چہرہ بالکل زرد تھا اور بھوک کی شدت کی وجہ سے گویا بدن میں خون نہیں رہ گیا تھا تو آپ نے فرمایا: "اُدني يا فاطمة" اے فاطمہؑ میرے نزدیک آؤ آپ ان سے قریب ہوگئیں آنحضرتؐ نے پھر فرمایا: "اُدني يا فاطمة" اے فاطمہؑ میرے نزدیک آجاؤ، تو وہ اور نزدیک چلی گئیں یہاں تک کہ ان کے بالکل نزدیک کھڑی ہوگئیں تو آپ نے ان کی گردن کے نیچے اپنا دست مبارک رکھا اور انگلیوں کو کھول دیا اور یہ دعا فرمائی: " اللهمّ مشبع الجاعة و رافع الوضعة لا تجع فاطمة بنت محمّد" اے بھوکوں کو شکم سیر کرنے والے اور گرے ہوئے کو اوپر اٹھانے والے پروردگار فاطمہ کو بھوکا نہ رکھنا۔(۲)

بے پناہ زحمتوں اور مشکلات نیز مسلسل بھوک برداشت کرنے کے باوجود دختر پیغمبر اکرمؐ جناب فاطمہ زہراؑ کی نظروں میں دنیا کی کل اوقات یہی تھی، اور اس میں بھی ہر جگہ صبر و ایثار کی شیرینی اور حلاوت کی آمیزش نمایاں ہے کیونکہ اس کے بعد نامحدود نعمتیں ہیں جو اس دن کا حصہ ہیں جس دن صابرین کسی حساب کے بغیر اپنا اجر حاصل کریں گے۔

۱۔ گذشتہ حوالہ ۵۹۔ ۲۔ نظم درالسمطین: ۱۹۱۔

جناب فاطمہ زہراؑ کی زندگی کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ہمارے سامنے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ آپ کے یہاں اس جفاکشی کی زندگی میں، آپ کے مالی حالات بہتر ہونے کے بعد بھی کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی (جب کہ بنی نضیر اور جنگ خیبر کی فتح کے بعد تو فدک وغیرہ آپ کی ملکیت میں آ گئے تھے) اور آپ کے پاس وافر مقدار میں غلہ وغیرہ موجود تھا کیونکہ روایت میں ہے کہ فدک کی سالانہ آمدنی چوبیس ہزار دینار اور دوسری روایت کے مطابق ستر ہزار دینار تھی۔(۱)

مگر پھر بھی جناب فاطمہؑ نے نہ گھر بنائے، نہ محل تعمیر کئے، نہ حریر و دیباج کے کپڑے پہنے اور نہ ہی آسائش و آرام کو اپنے قریب آنے دیا، بلکہ آپ اپنی پوری دولت فقراء و مساکین کی امداد اور اسلام کی تبلیغ کی راہ میں خرچ کر دیتی تھیں، ...اور بالکل یہی حال آپ کے شوہر نامدار مولائے کائنات- کا تھا، کہ آپ نے ینبع نامی جگہ پر اپنے ہاتھ سے سو (۱۰۰) کنویں کھود کر انھیں حاجیوں کے لئے وقف کر دیا تھا (۲)۔

اور آپ کے اموال کی زکات (صدقہ) ایک سال میں چالیس ہزار دینار تک پہنچ جاتی تھی۔(۳)

اور اگر ہم یہ مان لیں کہ یہ مقدار ایک پوری قوم کے لئے ناکافی ہوتی، تب بھی یہ بنی ہاشم کے لئے تو یقیناً کافی رہتی کیونکہ اس وقت ایک خادمہ کنیز بآسانی تیس درہم میں مل جاتی تھی اور ایک درہم اچھا خاصا سامان خریدنے کے لئے کافی ہوتا تھا۔

ب: حضرت علیؑ کے ساتھ آپ کی خوش گوار زندگی

حضرت زہراؑ نے ایسی عظیم شخصیت کے گھر میں زندگی گذاری ہے جو رسول اکرمؐ کے بعد ہر لحاظ سے دنیا کی سب سے عظیم شخصیت کے حامل تھے ایسی شخصیت جن کا عہدہ و منصب اور کل ہمّ و غم اسلام کی علمبرداری اور اس کا دفاع کرنا تھا۔

۱۔ سفینۃ البحار ۷/۴۵۔

۲۔ مناقب: ۲/۱۲۳؛ بحار الانوار: ۴۱/۳۲۔

۳۔ کشف الغمہ: ۱۳۳؛ انسان الاشراف: ۲/۱۱۷۔

اس دور کی سیاسی صورتحال اتنی نازک اور حساس تھی کہ اسلامی لشکر کو ہر لحہ کسی نہ کسی طرف سے حملہ کا خطرہ لاحق رہتا تھا، اور اسے ہر سال متعدد جنگوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا جن میں اکثر جنگوں میں امیر المومنین ؑ نے شرکت فرمائی تھی۔

جناب فاطمہ ؑ نے اپنے گھر میں لطف ومحبت اور گھریلو کام کاج اور دوسرے ضروریات زندگی کو فراہم کر کے اس مشترک گھر کے ماحول اور اس کی فضا کو ہمیشہ خوشگوار بنائے رکھا اور اس طرح آپ حضرت علیؑ کے جہاد میں برابر سے شریک رہیں کیونکہ ''عورت کا جہاد شوہر کی بہترین خدمت کرنا ہے''۔جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔(۱)

حضرت علیؑ کو جوش شجاعت دلانا، ان کی شجاعت وبہادری اور ایثار وقربانی کی تعریف کرنا، آئندہ جنگوں کے لئے ان کی حوصلہ افزائی، ان کے زخموں کی مرہم پٹی، مصیبتوں کا ازالہ، اور انھیں تھکن کا احساس نہ ہونے دینا یہ سب بھی آپ ہی کے کارنامے ہیں یہاں تک کہ آپ کے بارے میں حضرت علیؑ نے یہ فرما دیا:''ولقد كنت أنظر اليها فتنجلى عنّى الغموم و الأحزان بنظرتى إليها'' ''جب میں فاطمہ ؑ کی طرف دیکھتا تھا تو ان پر نظر پڑتے ہی میرے تمام ہم وغم دور ہو جاتے تھے۔(۲)

آپ کو اپنی ازدواجی ذمہ داریوں کی ادائیگی سے والہانہ شوق تھا، آپ نے ایک دن بھی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر قدم نہیں نکالا، نہ کبھی ان سے ناراض ہوئیں اور نہ ہی کسی قسم کے حیلہ وحوالہ سے کام لیا نہ کسی معاملہ میں ان کی نافرمانی کی، یہی وجہ تھی کہ حضرت علیؑ بھی آپ کا اُسی طرح احترام کرتے تھے کیونکہ آپ شہزادی کے مرتبہ ومنزلت سے بخوبی واقف تھے، جس کی تائید آپ کے ان الفاظ میں موجود ہے''فو الله ما أغضبتها و لا أكربتها من بعد ذلك حتى قبضها الله إليه ،و لا عصت لى أمرا'' ''اللہ کی قسم شادی کے بعد میں نے انھیں نہ کبھی ناراض کیا اور نہ ہی کوئی اذیت دی، یہاں تک کہ انھیں اللہ نے اپنی بارگاہ میں بلا لیا، اس طرح نہ انہوں نے کبھی مجھے ناراض کیا اور نہ ہی میری نافرمانی کی۔(۳)

۱۔ وسائل الشیعہ: ۲۰/۲۲۱؛ آل البیت ؑ۔ ۲۔ مناقب خوارزمی: ۳۵۳ موسسہ نشر اسلامی۔

۳۔ مناقب خوارزمی: ۳۵۳ موسسہ نشر اسلامی۔

پھر امامؑ نے جناب فاطمہ کی زندگی کے آخری لحات میں ان کی اس وصیت کا تذکرہ فرمایا جس میں آپ نے یہ فرمایا تھا: "یا ابن عمّ ! ما عهد تنی کاذبة و لا خائنة ، و لا خالفتک منذ عاشرتنی" اے ابن عم! آپ نے مجھ سے جھوٹا وعدہ نہیں کیا اور نہ کبھی کوئی خیانت کی اور جب سے میں آپ کے ساتھ زندگی بسر کر رہی ہوں میں نے آپ کی مخالفت نہیں کی، مولائے کائناتؑ نے فرمایا: "معاذ الله ، أنتِ أعلم بالله و أبرّ و أتقیٰ و أکرم و أشدّ خوفاً منه ، و الله جدّدت علیّ مصیبة رسول الله(ص) و قد عظمت وفاتکِ و فقدک ،فإنّا لله و إنّا الیه راجعون" معاذ اللہ: (یہ کیسے ہوسکتا ہے) تم اللہ کی بیحد معرفت رکھنے والی، نہایت نیک، متقی، کریم النفس اور اس سے حد درجہ خوف رکھنے والی ہو، اللہ کی قسم تم نے میرے لئے رسول اللہ کی مصیبت تازہ کردی ہے اور تمہاری وفات اور جدائی بہت عظیم ہے، اور ہم تو اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں۔(۱)

ابو سعید خدری کہتے ہیں: ایک دن صبح کے وقت حضرت علیؑ بالکل بھوکے تھے، تو آپ نے شہزادی سے کہا: "یا فاطمة هل عندک شی ء تغذینیه" اے فاطمہ کیا تمہارے پاس کھانے کے لئے کوئی چیز ہے؟ تو آپ نے کہا: "لا والذی أکرم أبی بالنبوة و أکرمک بالوصیة ماأصبح الغداة عندی شیء وما کان شی ء أُطعمناه مذ یومین إلّا شی ء کنت أُوثرک به علی نفسی وعلی ابنیّ (هذین الحسن والحسین)" "نہیں" اس ذات کی قسم جس نے میرے والد بزرگوار کو نبوت کے ذریعہ شرف بخشا اور آپ کو وصایت کے ذریعہ شرف عطا کیا، آج صبح سے ہمارے گھر میں کوئی غذا نہیں ہے اور پورے دو دن ہوگئے ہیں میں نے کچھ نہیں کھایا بلکہ گھر میں جو کچھ تھا وہ میں آپ کو اور اپنے ان دونوں (حسنؑ و حسینؑ) کو کھلا رہی تھی" آپ نے کہا: "یا فاطمة ألا کنت أعلمتنی فأبغیکم شیئاً" اے فاطمہؑ! تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا، تاکہ میں تمہارے لئے کسی چیز کا انتظام کردیتا، تو شہزادی نے کہا: "یاأبا الحسن إنّی لأ ستحی من إلهی أن أکلّف نفسک ما لا تقدر علیه" مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ میں آپ کو اس بات کی زحمت دوں کہ جو آپ کے لئے ممکن نہیں ہے۔(۲)

۱۔ روضة الواعظین: ۱/۱۵۱۔ ۲۔ بحار الانوار: ۵۹/۴۳۔

مختصر یہ کہ اسلام کے ان دونوں نمونۂ عمل زوجہ وشوہر نے اس طرح ایک خوشگوار زندگی گذاری، اور اپنے اپنے فرائض کو بخوبی ادا کیا کہ اعلیٰ اسلامی اخلاق واقدار کے لئے ایک ضرب المثل بن گئے اور بھلا ایسا کیوں نہ ہوتا؟ کہ جب شب عروسی میں ہی پیغمبر اکرمؐ نے مولائے کائناتؑ سے یہ فرمادیا تھا: ''یاعلی نِعم الزوجة زوجتک'' اے علیؑ تمہاری بیوی بہترین زوجہ ہے اور شہزادی دوعالم سے یہ کہہ دیا تھا: ''یافاطمة نعم البعل بعلُک'' اے فاطمہؑ تمہارا شوہر سب سے بہترین شوہر ہے۔(۱)

نیز آپ نے یہ بھی فرمایا: ''لولا علیّ لم یکن لفاطمة کفو'' اگر علی نہ ہوتے تو فاطمہؑ کا کوئی ہمسر نہ ہوتا۔(۲)

ج: جناب فاطمہؑ، بحیثیت مادر

ایک ماں ہونے کے اعتبار سے بھی جناب فاطمہؑ کے کاندھوں پر ایک اہم ذمہ داری تھی، کیونکہ خداوند عالم نے آپ کو پانچ اولادوں سے نوازا تھا۔ یعنی امام حسن- امام حسین-، جناب زینبؑ اور جناب ام کلثوم، جب کہ جناب محسن کو ان کی ولادت سے پہلے ہی ظالموں نے آپ کے شکم مبارک میں شہید کردیا تھا۔(۳) اللہ تعالیٰ کی یہی مشیت تھی کے رسولؐ اکرم کی نسل طیبہ جناب فاطمہؑ زہرا کے ذریعہ آگے بڑھے جس کی اطلاع رسولؐ اکرم نے اپنے اس قول میں بھی دی ہے: ''إنّ ا للہ جعل ذریة کل نبی فی صلبه وجعل ذریتی فی صلب علی بن أبی طالب'' اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی نسل کو اس کے صلب سے قرار دیا ہے اور میری نسل کو علیؑ کے صلب میں رکھا ہے''(۴)

شہزادی کائنات چونکہ خود بھی وحی ونبوت کی پروردہ تھیں لہٰذا آپ اسلامی تربیت کے اصولوں سے بخوبی واقف تھیں اسی لئے آپ نے اپنی اولاد کی ایسی تربیت کی کہ وہ بھی سب کے لئے مشعل بن گئی جس کے

۱۔ گذشتہ حوالہ: ۴۳/۱۱۷، ۱۳۲۔ ۲۔ کشف الغمہ: ۱/۴۷۲۔

۳۔ تاریخ ابن عساکر امام حسنؑ کے حالات زندگی کے ذیل میں۔

۴۔ تاریخ بغداد: ۱/۳۱۶؛ کنز العمال: ۱۱/۳۲۸۹۲۔

لئے سامنے کا ایک نمونہ حضرت حسنؑ ہیں جن کی پرورش آپ نے اس طرح فرمائی تھی کہ وہ مسلمانوں کی قیادت ورہبری کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھا سکیں اور راہ شریعت میں سخت حالات اور ہر طرح کے مصائب کا مقابلہ خندہ پیشانی کے ساتھ کر سکیں اور جب دین اسلام کی سلامتی اور مومنین کی جان خطرہ میں پڑ جائے تو درد اور خون کے گھونٹ پی کر معاویہ سے صلح کرلیں اور دنیا کے سامنے یہ اعلان کر دیں کہ دین اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے اور وہ اپنے دشمنوں کو اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتا کہ وہ اس کی اندرونی مشکلات سے غلط فائدہ اٹھا کر اسے کمزور کر ڈالیں یا اسے کسی قسم کا نقصان پہنچا سکیں، جس کی بنا پر معاویہ کی ساری پلاننگ فیل ہوگئی اور اس نے دور جاہلیت کو زندہ کرنے کے لئے جو منصوبے بنا رکھے تھے ان پر پانی پھر گیا، اور کچھ دنوں کے بعد خود بخود اس کے چہرہ سے نقاب الٹ گئی۔

یہ جناب فاطمہؑ کی تربیت کا ہی اثر تھا کہ امام حسینؑ نے ظلم اور ظالمین کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لئے خدا کی راہ میں اپنی قربانی کے ساتھ ساتھ اپنے اعزاء واقرباء اور چاہنے والوں کی قربانی پیش فرمائی اور اپنے خون سے اسلام کے مرجھاتے ہوئے درخت کو سینچ دیا۔

اسی طرح جناب فاطمہؑ نے جناب زینب وام کلثوم جیسی بیٹیوں کی پرورش بھی کی اور انھیں بھی جذبۂ ایثار و قربانی کے ساتھ ظالموں کو منھ توڑ جواب دینے کی ایسی تعلیم دی کہ وہ کسی بھی ظالم و جابر کے سامنے نہ جھکنے پائیں اور انہوں نے بنی امیہ کے جلادوں اور خونخواروں کے مقابلہ میں حق کے پرچم کو سربلند کر کے دین اسلام اور امت مسلمہ کے خلاف ان کے تیار کردہ تمام منصوبوں کو بے نقاب کر ڈالیں۔

۲۔ زہراؑ حکومت کے استحکام میں آنحضرتؐ کے قدم بقدم!

الف۔ فتح مکہ سے پہلے

مدینۂ منورہ میں داخل ہونے کے بعد رسول اسلام کی یہ سیرت تھی کہ آپ ہمیشہ جاہلیت کی جڑوں کی بیخ کنی کرتے رہتے تھے اور اس کے رسم ورواج کو ختم کرتے رہتے تھے۔ مختصر یہ کہ تبلیغ دین اور جہاد کے سلسلہ میں مدینہ میں بھی آپ کا انداز بالکل مکہ مکرمہ کی طرح تھا، اس کے ساتھ ساتھ مشرکین منافقین اور یہود ونصاری

سے جہاد، عظیم اسلامی حکومت کا قیام اور جہاں تک ممکن ہو وہاں تک کلمۂ توحید اور دین اسلام کا پیغام پہنچانے میں مصروف رہے، آپ کبھی زبانی اور کبھی عقیدتی سطح پر اور جب ضرورت پڑتی تھی تو تلوار سے بھی جہاد کرتے تھے اور ہر وقت اس کے مناسب حال حکمت عملی اور پالیسی پر عمل کیا کرتے تھے، رسول اللہ کو ایسے سخت اور دشوار حالات میں جنگیں لڑنا پڑیں کہ مختلف لشکروں اور دین و ہدایت کے دشمنوں کے مقابلہ میں آپ کے پاس کچھ بھی مال و دولت اور فوجی وعسکری قوت و طاقت نہیں تھی، بلکہ آپ کی کل طاقت خدا پر ایمان کے علاوہ پروردگار عالم کی نصرت وامداد اور مختصر سے مخلص اصحاب تھے۔

جو شخص رسول اکرم کی تبلیغ و جہاد اور صبر و حوصلہ نیز آپ کے عزم و ہمت کی تاریخ کا مطالعہ کرتا ہے اس کو اس عظیم المرتبت انسان کی عظمتوں کا اندازہ ہوجاتا ہے کہ آپ نے بالکل تن تنہا صرف اپنے صبر و حوصلہ اور عزم وہمت اور اللہ تعالی کی نصرت وحمایت اور اپنے مختصر سے نہتے اور غریب و نادار ساتھیوں کے ساتھ اتنی عظیم قدرت وطاقت حاصل کرلی جس سے آپ کی واقعی قدرت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

بالکل اسی نازک اور خطرات سے بھری ہوئی خطرناک صورتحال سے جناب فاطمہؑ بھی گذری ہیں کیونکہ آپ ہمیشہ سایہ کی طرح اپنے پدر بزرگوار اور شوہر نامدار کے ساتھ رہتی تھیں، جسمانی، روحانی اور گھریلو اعتبار سے آپ کی پوری زندگی سراپا جہاد تھی، اسی طرح پریشانیوں اور مشکلات میں برابر سے اپنے بابا کی شریک کار رہیں، حتی کہ اپنی آنکھوں سے اپنے بابا کے صبر وتحمل اور جہاد کا بھی بخوبی مشاہدہ فرمایا آپ نے وہ منظر بھی اپنی نگاہوں سے دیکھا جب احد میں آپ کے بابا کے دندان مبارک شہید ہوگئے تھے، منافقین نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا نیز آپ نے اپنے بابا کے چچا جناب حمزہؑ اور دوسرے شہیدوں کے جنازوں کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا مگر آپ کے پائے ثبات اور عزم وایمان میں کوئی تزلزل پیدا نہیں ہوا۔

روایت میں ہے کہ جب جنگ احد کے بعد جناب صفیہ اور جناب فاطمہؑ، رسول اللہ کے نزدیک پہنچیں تو آپ نے ان دونوں کو دیکھ کر حضرت علیؑ سے کہا: ''أمّا عمتی فاحبسها عنی و أمّا فاطمة فدعها'' ''میری پھوپھی کو تو میرے پاس نہ آنے دینا، البتہ فاطمہؑ کو آنے دو'' چنانچہ جب جناب فاطمہؑ رسول اللہ کے

قریب پہنچیں اور آپ نے یہ منظر دیکھا کہ آنحضرت کا چہرۂ مبارک زخمی ہے اور آپ کے منہ سے خون جاری ہے تو ایک چیخ ماری اور خون کو ہاتھ سے صاف کرنے لگیں اس وقت آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے: جس نے رسول اللہ کے چہرہ مبارک کو خون آلود کیا اس پر خدا کا غضب شدید ہو گیا ہے، نیز جو خون بہہ رہا تھا آپ اسے اپنے ہاتھ میں لے کر آسمان کی طرف پھینک دیتی تھیں اور اس میں سے کچھ بھی نیچے واپس نہیں آتا تھا۔(۱)

شہزادی کائنات نے آنحضرتؐ کی مرہم پٹی کی اور آپ کے جسم سے بہتا ہوا خون روکنے کی کوشش کرتی رہیں، حضرت علی علیہ السلام زخموں پر پانی ڈالتے تھے اور آپ انھیں دھوتی جا رہی تھیں اور آخر کار جب کسی طرح زخم کا خون بند نہیں ہوا تو آپ نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لے کر اسے جلایا اور جب وہ بالکل جل کر راکھ ہو گیا تو اسے زخم کے اندر بھر دیا جس سے خون رک گیا۔(۲)

تاریخ میں صرف یہی ایک واقعہ نہیں ہے بلکہ آپ متعدد میدانوں میں اپنے بابا کے جہاد میں شریک نظر آتی ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک بار رسول اکرمؐ ایک جنگ سے واپس پلٹے تو مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا کی اس کے بعد اپنی سیرت و عادت کے مطابق اپنی ازواج کے حجروں میں جانے سے قبل سب سے پہلے جناب فاطمہؑ کے خانۂ اقدس میں تشریف لے گئے تا کہ ان سے ملاقات کر کے اور انھیں دیکھنے کے بعد آپ کو سکون ہو جائے مگر جب شہزادی کائنات نے آنحضرت کے چہرے پر تھکن اور ضعف کے آثار دیکھے تو آپ ملول خاطر ہو کر رونے لگیں، تو آپ نے پوچھا: "ما یبکیک یافاطمة؟" اے فاطمہؑ تم کیوں رو رہی ہو؟ تو انھوں نے کہا: " أراک قد شحب لونک فقال(ص) لها : یافاطمة إنّ الله ـعز وجل ـ بعث أباک بأمر لم یبق علی ظهر الأرض بیت مدر ولا شعر إلّا دخله به عزاً أو ذلاً یبلغ حیث یبلغ اللیل" مجھے آپ کے چہرے کا رنگ بالکل بدلا ہوا دکھائی دے رہا ہے، تو آپ

۱۔ بحار الانوار: ۲۰/۹۶؛ مسند احمد حنبل: ۵/۳۳۴۔ ۲۔ فضائل الخمسہ: ۳/۱۶۱۔

نے ان سے فرمایا: اے بیٹی! پروردگار عالم نے تمہارے بابا کو ایسے امر کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ روئے زمین پر کوئی بستی اور بیابان ایسا باقی نہیں بچے گا مگر یہ کہ وہ اس کے ذریعہ اس میں عزت یا ذلت داخل کردے گا اور یہ امر وہاں تک پہنچے گا جہاں تک رات پہنچتی ہے۔(۱)

اپنے بابا کی الفت ومحبت، ان کا خیال اور ہر محاذ پر ان کی نصرت وامداد اور مشکلوں میں ان کا ساتھ دینا یا ان کے لئے ایثار وقربانی کا یہی ایک نمونہ نہیں تھا بلکہ آپ کے پاس جو کچھ بھی موجود ہوتا تھا آپ اسے پہلے اپنے بابا کی خدمت میں پیش فرمایا کرتی تھیں چنانچہ جب رسول اللہؐ اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ کی حفاظت کے لئے خندق کھودنے میں مشغول تھے تو شہزادی کائنات آپ کے لئے ایک روٹی لے کر آئیں اور اسے آپ کی خدمت میں پیش کردیا، آپ نے پوچھا: ''ما هذه يا فاطمة ؟'' اے فاطمہؑ یہ کیا ہے؟ شہزادی نے کہا: ''من قرص اختبزته لابنيّ جئتك منه بهذه الكسرة'' جو روٹی میں نے اپنے بچوں کے لئے پکائی تھی اس میں سے یہ حصہ آپ کے لئے لائی ہوں تو آپ نے فرمایا: ''يا بنيّة أما إنّها لأوّل طعام دخل في فم أبيك منذ ثلاث'' ''اے بیٹی تین دن کے بعد یہ پہلی غذا تمہارے بابا کے منھ تک پہنچ رہی ہے۔(۲)

ایک مسلمان عورت کے جہاد کی یہ تابندہ مثال ہے جو شہزادی کائنات نے اپنے بابا کے سایہ میں قائم کی ہے کیونکہ آپ اپنے بابا اور شوہر نیز اپنی اولاد کے پہلو بہ پہلو ہر محاذ اور ہر مرحلہ پر اسلام کی تقویت اور اس کے استحکام کے لئے ان کے ساتھ رہیں، اور تاریخ کے صفحات پر ایسے عمیق نقوش چھوڑے ہیں جو آئندہ نسلوں تک امت مسلمہ کے لئے بہترین درس رہیں گے اور آپ نے یہ سکھا دیا کہ لہو ولعب اور فضولیات سے دور رہ کر عقیدۂ توحید کے سانچہ میں ڈھلی ہوئی باایمان زندگی کیسے گذاری جاتی ہے!

۱۔ فضائل الخمسہ :۳/۱۶۱؛ حلیۃ الاولیاء، مؤلفہ ابونعیم :۲/۳۰؛ کنز العمال :۱/ح ۱۴۴۸۔

۲۔ ذخائر العقبیٰ ۴۷؛ فضائل الخمسہ :۳/۱۶۱۔

ب: معصومہؑ فتح مکہ میں:

شہزادی کائنات نے خوش قسمتی سے یہ مناظر بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے کہ جزیرہ نمائے عرب کا ایک بڑا حصہ اسلام قبول کر چکا ہے اور آپ کے بابا کی رسالت کا کلمہ پڑھ رہا ہے۔ اور یہ ہے قبیلۂ قریش جو نخوت و غرور کے باوجود اپنے ایک سرکردہ لیڈر کو اسلامی راجدھانی مدینہ کی طرف بھیجتا ہے تا کہ پیغمبر اکرمؐ ۶ھ میں جب عمرہ کے لئے مکہ تشریف لائے تھے اور اس وقت صلح حدیبیہ میں جو متفقہ معاہدہ ہوا تھا اس کی مدت کچھ دنوں کے لئے اور بڑھا دی جائے۔

چنانچہ جب اس معاہدہ کی میعاد ختم ہوگئی تو قریش نے اپنے اہم ترین لیڈر یعنی ابوسفیان کو اپنے مطالبات منوانے کے لئے پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں بھیجا۔ مگر اسے پیغمبر اکرمؐ سے کوئی جواب نہیں ملا، پھر اس نے کچھ مسلمانوں سے حتی کہ اپنی بیٹی رملہ زوجۂ پیغمبر سے سفارش کرانا چاہی مگر کسی نے بھی اس کی بات قبول نہیں کی پھر وہ خود حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ اور امام حسنؑ و امام حسینؑ کی خدمت میں رسول اکرمؐ کے پاس سفارش کرانے کے لئے حاضر ہوا تو حضرت علیؑ و فاطمہؑ اور امام حسینؑ اور امام حسینؑ سب نے اس کی سفارش کرنے سے صاف انکار کر دیا جب وہ ہر طرف سے مایوس ہو گیا تو خوف و ہراس کے ساتھ مایوسی سے سر جھکائے ہوئے واپس چلا گیا۔

ابوسفیان کے ساتھ پیغمبر اکرم کا یہ طرز عمل دیکھنے کے بعد شہزادی کائنات کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ عنقریب مکہ فتح ہو جائے گا، بالآخر وہ دن بھی آ گیا کہ جب رسول اکرمؐ دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے آپ کا علم آپ کے ابن عم اور وصی و جانشین حضرت علی بن ابی طالبؑ کے ہاتھوں میں تھا نیز جناب فاطمہؑ زہرا بھی دیگر خواتین کے ہمراہ روانہ ہوئیں، خدا کی امداد کے سہارے جناب فاطمہؑ اپنے پدر بزرگوار کے زیر سایہ بیحد خوش و خرم تھیں کیونکہ آپ نے اپنے بابا کے قدموں تلے بتوں کو کچلے جاتے ہوئے دیکھا اور یہ منظر بھی دیکھا کہ قریش آپ سے یہ کہہ کر پناہ مانگ رہے ہیں: اے کریم بھائی اور کریم بھائی کے بیٹے! اور آپ کے والدان سے یہ فرما رہے تھے، ''جاؤ جاؤ کہ تم سب آزاد ہو''۔

شہزادی نے جو دن مکہ میں اپنے بابا کے زیر سایہ گذارے تھے وہ آپ کو بخوبی یاد تھے کہ ان دنوں مشرکین آپ کو اور آپ کے اصحاب کو ہر طرف سے جھڑکتے تھے، انہوں نے شعب ابوطالبؑ میں آپ کا بائیکاٹ کر کے ہر طرف سے آپ کی ناکہ بندی کر رکھی تھی اس طرح آپ کو اپنی والدۂ گرامی جناب خدیجہؑ اور اپنے بابا کے چچا جناب ابوطالبؑ کی زندگی کا دور بھی اچھی طرح یاد تھا۔

آپ نے اس فتح مندانہ سفر میں یہ بھی دیکھا کہ قبیلۂ ہوازن وثقیف اور ان کے حلیف قبائل جنہوں نے اس وقت تک اپنی ہٹ دھری کی بنا پر اسلام قبول نہیں کیا تھا وہ جنگ حنین میں ذلت ورسوائی کے ساتھ سر جھکا ہوئے سپر انداختہ ہوگئے ان کے قلعے اور مورچے زیر ہوتے چلے گئے اور ان کا مال، بچے اور عورتیں وغیرہ سب مال غنیمت کے طور پر مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے۔

اپنے بچپنے کے وطن اور اعزا واقرباء اور بزرگوں کے وطن کو چھوڑ کر آپ دوبارہ مدینہ واپس آ گئیں اور اس سفر کے بعد تقریبا دو سال تک زندہ رہیں جو آپ کی زندگی کا سب سے سنہرا دور تھا کیونکہ اس وقت تک اسلام جزیرہ نمائے عرب میں چاروں طرف پھیل چکا تھا اور اس علاقہ کا سب سے بڑا مذہب بن گیا تھا۔(۱)

۳۔ حجۃ الوداع اور زندگی کا آخری دور:

یہ تلخیوں اور خوشیوں بھرے دن اسی طرح گذر گئے یہاں تک کہ ہجرت کا دسواں سال شروع ہوگیا اور پیغمبر اکرمؐ نے تمام مسلمانوں کو حج کے لئے مکہ آنے کا حکم دیا اور پھر ان کے ساتھ اپنی زندگی کا آخری حج بھی کیا اور انھیں حج کے مناسک کی تعلیم دی اور حج سے واپسی پر آپ نے غدیر خم کے مقام پر قیام فرمایا اور آپ اونٹوں کے کجاووں سے بنے ہوئے منبر پر تشریف لے گئے اور ایک خطبہ دینے کے بعد یہ ارشاد فرمایا: ”من کنت مولاہ فعلیّ مولاہ اللّھم وال من والاہ وعاد من عاداہ“ جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی بھی مولا ہیں، بارالٰہا! تو اس سے دوستی رکھنا جو اس سے دوستی رکھے اور تو اسے دشمن رکھنا جو اس سے دشمنی

۱۔ سیرۂ ائمہ اثنی عشر: ۱/۱۰۰، ۱۰۵۔

کرے، اس کے بعد آپ نے حضرت علی کو اپنا خلیفہ و جانشین منصوب کر دیا اور اس کے بعد مسلمانوں کو آپ کی بیعت کرنے کا حکم دیا سب نے آپ کی بیعت کر کے آپ کی خلافت کو تسلیم کر لیا، پھر سب اپنے اپنے وطن کی طرف واپس چلے گئے۔ اور نبی اکرمؐ بھی مدینہ آ گئے۔

ہجرت کا گیارہواں سال شروع ہونے کے بعد، ماہ صفر کے آخری دنوں میں آنحضرتؐ بیمار ہو گئے اس وقت آپ نے روم والوں سے جنگ کے لئے اسامہ بن زید (جنہوں نے ابھی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تھا) کی سربراہی میں ایک لشکر تیار کیا اور تمام مہاجرین وانصار کو اس میں شامل ہونے کا حکم دیا اور انھیں مدینہ سے روانہ ہو جانے کی تاکید کی بلکہ بعض لوگوں کو تو نام بنام اسامہ کے ساتھ جانے کا حکم دیا تاکہ گھات لگائے مخالفوں سے میدان بالکل صاف ہو جائے اور امام علیؑ سے خلافت چھیننے والوں کو اس کا موقع نہ مل سکے۔

ابتداء میں اکثر مسلمانوں کا یہی خیال تھا کہ یہ ایک مختصر سی بیماری ہے جو بہت جلد ختم ہو جائے گی لیکن اپنے بابا کی بیماری کی خبر سننے کے بعد شہزادی کائنات کا دل ٹوٹ گیا اور آپ اس طرح منقلب ہو گئیں جیسے موت بالکل سامنے کھڑی ہو۔

آنحضرتؐ پر موت کے اثرات نمایاں ہونے لگے روز بروز آپ کی صحت گرتی چلی گئی، آپ اس کے لئے بالکل آمادہ تھے، اسی لئے اپنے اعزا واقرباء کو وصیتیں فرمانے لگے، اسی طرح قبرستان بقیع میں جا کر وہاں کے مردوں سے ایسی باتیں کرتے تھے کہ جن سے یہ صاف ظاہر تھا کہ آپ کے وصال کا وقت قریب ہے، خاص طور سے شہزادی نے آنحضرتؐ کو اصحاب سے یہ فرماتے ہوئے سن لیا تھا:- "**یوشک أن اُدعی فاُجیب**" "وہ وقت قریب ہے کہ مجھے بلا لیا جائے اور میں چلا جاؤں" حجۃ الوداع کے موقع پر میدان عرفات میں جب آپ نے مسلمانوں کے درمیان خطبہ دیتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا تھا: "**لعلّی لاألقاکم بعد عامی ھذا**" عین ممکن ہے کہ اس سال کے بعد میں تم سے ملاقات نہ کر سکوں نیز اس طرح کے کلمات ۱۰ھ میں بار بار آپ کی زبان پر جاری ہوتے رہتے تھے۔

حجۃ الوداع کے بعد شہزادی کائنات نے یہ خواب دیکھا کہ وہ قرآن پڑھ رہی ہیں اور اچانک قرآن ان کے

ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر گیا اور اسی میں چھپ گیا، جناب فاطمہ گھبرا کر اٹھیں اور اپنے بابا سے آ کر پورا خواب بیان کیا، تو رسول اللہ نے فرمایا: ”أنا ذالک القرآن - یانور عینی - وسرعان ما أرحل“ اے میری نور نظر وہ قرآن میں ہی ہوں کیونکہ عنقریب میں رحلت کرنے والا ہوں۔(۱)

رسول اللہؐ کے مرض الموت سے لے کر ان کی رحلت تک امیر المومنینؑ اور شہزادی کائناتؑ ہی سب سے زیادہ آنحضرتؐ کے قریب رہتے تھے، جیسا کہ حضرت علیؑ سے روایت ہے: معاذ نے ام المومنین عائشہ سے یہ سوال کیا کہ مرض الموت اور رحلت کے وقت تم نے رسول اکرم کی کیا کیفیت دیکھی؟ تو انہوں نے کہا: ان کی وفات کے وقت میں آنحضرتؐ کے پاس موجود نہیں تھی بلکہ تمہارے سامنے یہ ان کی بیٹی فاطمہؑ ہیں لہٰذا ان سے دریافت کر سکتے ہو۔(۲)

اس طرح آنحضرتؐ کے مرض الموت میں شہزادی کائنات مسلسل آپ کی ازواج کے پاس تشریف لے جاتی تھیں اور ان سے فرماتی تھیں کہ پیغمبرؐ کے لئے آپ کے پاس آنا دشوار ہے تو وہ یہ جواب دیتی تھیں کہ ہماری طرف سے آنحضرت کو جس طرح آرام ہو انہیں اس کا اختیار ہے۔(۳)

آنحضرتؐ کی بیماری میں مزید اضافہ ہو گیا اور آپ اسی بستر رحلت پر لیٹے ہوئے تھے اور آپ کے پاس شہزادی بیٹھی ہوئی تھیں، ان کے درد میں بھی مسلسل شدت پیدا ہوتی جا رہی تھی اور وہ کہتی جا رہی تھیں، اے بابا آپ کے کرب و بے چینی سے میرا کرب و ملال بڑھتا جا رہا ہے اسی دوران کبھی آپ کی آنکھوں سے گرم گرم آنسو بہہ نکلتے تھے اور کبھی آپ آنحضرت کے لئے دعا کرنے لگتی تھیں۔

آنحضرتؐ کا مرض الموت اور سنگین ہو گیا اور آپ بے ہوش ہو گئے جب آپ کو غش سے افاقہ ہوا آپ نے ابوبکر و عمر اور دوسرے لوگوں کو اپنے پاس موجود دیکھا، تو ان سے فرمایا: ” ألم آمرکم بالمسیر فی جیش اسامة ؟“ کیا میں نے تمہیں اسامہ کے لشکر کے ساتھ روانہ ہونے کا حکم نہیں دیا تھا؟ تو وہ بہانہ بازی

۱۔ ریاحین الشریعہ: ۱/۲۳۹۔ ۲۔ الاصابہ: ۲/۱۷۸، ط: مصر۔

۳۔ عوالم العلوم: ۱۱/۳۹۰۔

کرنے لگے اگر چہ پیغمبر اکرمؐ کو ان کے دلوں کا حال بخوبی معلوم تھا کہ وہ مدینہ میں صرف اسی لئے رکے ہیں تا کہ اسلامی قیادت اور خلافت پر قبضہ کرلیں۔لہٰذا آپ نے فرمایا:''إئتونی بدواة وبیاض أكتب لكم كتاباً لا تضلوا بعدی أبداً'' مجھے دوات اور قلم وکاغذ لا دو تا کہ تمہارے لئے ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں جس کے بعد گمراہ نہ ہونے پاؤ۔تو وہ آپس میں جھگڑا کرنے لگے اور یہاں تک کہہ دیا کہ (معاذ اللہ) رسولؐ اللہ ہذیان کہہ رہے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ رسولؐ اللہ پر مرض کا غلبہ ہے لہٰذا ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے چنانچہ وہ اسی طرح اختلاف کرتے رہے یہاں تک کہ شور وشرابہ کی نوبت آ گئی تو پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: میرے پاس سے اٹھ کر چلے جاؤ میرے پاس جھگڑا کرنا مناسب نہیں ہے''(۱)

شہزادی کائناتؑ ملول وغمزدہ قلب وجگر اور بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ یہ منظر دیکھ رہی تھیں، اور گویا آپ کو اپنی زندگی کے سخت اور دشوار ترین دور کا انتظار تھا۔

۴۔پیغمبر اکرمؐ کی وصیت

جب آپ کا مرض الموت حد سے بڑھ گیا اور آپ کی وفات کا وقت قریب آ گیا تو مولائے کائناتؑ نے آپؐ کے سر مبارک کو اپنے زانو پر رکھ لیا، آپ پر اس وقت غشی طاری تھی۔اور جناب فاطمہؑ پر آپ کی یہ کیفیت دیکھ کر گریہ طاری تھا اور ان کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے۔

و ابیض یستسقیٰ الغمام بوجهه ثمال الیتمیٰ عصمة للارامل

یہ وہ نورانی شخصیت ہے جس کے چہرۂ انور سے بادل سیراب ہوتے ہیں یہ یتیموں کی پناہ گاہ اور بیواؤں کا محافظ ہے۔

تو رسول اکرم نے آنکھیں کھولیں اور دھیمی آواز میں فرمایا: اے بیٹی یہ کہو! ﴿وما محمد إلّا رسول قد خلت من قبله الرسل أفإن مات أو قتل انقلبتم علی أعقابكم ومن ینقلب علی عقبیه

۱۔الکامل فی التاریخ: ۲/۳۲۰؛ صحیح بخاری: کتاب العلم باب کتابۃ العلم۔

فلن یضرّ اللہ شیئاً و سیجزی اللہ الشاکرین ﴾ اور محمدؐ تو صرف ایک رسول ہیں جن سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل ہو جائیں تو تم الٹے پاؤں پلٹ جاؤ گے تو جو بھی ایسا کرے گا وہ خدا کا کوئی نقصان نہیں کرے گا اور خدا تو عنقریب شکر گذاروں کو ان کی جزا دے گا۔

آپ دیر تک روتی رہیں پھر آنحضرت نے آپ کو نزدیک آنے کا اشارہ کیا اور آہستہ سے آپ کے کان میں کچھ کہا جس سے آپ کا چہرہ کھل اٹھا چنانچہ جب پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بعد آپ سے یہ پوچھا گیا کہ پیغمبر نے اپنی وفات کے وقت آپ سے کیا کہہ دیا تھا کہ اتنے شدید رنج وغم کے باوجود آپ کا چہرہ کھل اٹھا تھا؟

تو آپؑ نے فرمایا: " إنّه أخبر نی أنّنی أول أهل بیته لحوقا به و أنّه لن تطول المدة لی بعده حتی أدر كه، فسریٰ ذلک عنّی " آنحضرتؐ نے مجھ سے یہ فرمایا تھا: کہ میرے اہل بیتؑ میں سب سے پہلے تم ہی مجھ سے ملحق ہوگی اور میرے بعد زیادہ مدت نہیں گذرے گی کہ تم میرے پاس پہنچ جاؤ گی اس سے میں خوش ہوگئی تھی۔(۱)

انس سے روایت ہے کہ جس بیماری میں پیغمبر اکرمؐ کی وفات ہوئی تھی اس میں جناب فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ کے ساتھ پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں آئیں اور جھک کر ان کے سینہ سے لگ گئیں اور رونا شروع کر دیا تو پیغمبرؐ نے فرمایا: "یا فاطمة لاتبکی علیّ و لا تلطمی و لاتخمشی علیّ خداً و لا تجزّی علیّ شعراً، و لاتدعی بالویل و الثبور ،وتعزّی بعزاء اللہ، ثمّ بکیٰ وقال : اللّھم أنت خلیفتی فی أهل بیتی، اللّھم ھؤلاء ودیعتی عندک وعند المومنین " میرے اوپر گریہ مت کرنا، نہ منھ پر طمانچے مارنا، اور نہ ہی رخساروں کو نوچنا، نہ ہی بال کاٹنا (نوچنا) پھر آپ رونے لگے اور فرمایا پروردگارا! تو ہی میرے بعد میرے اہل بیت کا سرپرست ہے بارالٰہا تیرے اور مومنین کے حوالے یہ سب میری امانتیں ہیں بخاری اور مسلم نے اپنی اپنی کتاب میں ام المومنین عائشہ سے روایت کی ہے: وہ کہتی ہیں ایک روز فاطمہؑ

۱۔ الکامل فی التاریخ:۲/۳۲۳؛ طبقات ابن سعد:۲/۳۹؛ مسند احمد:۶/۲۸۲۔

بالکل پیغمبر اکرم کے انداز میں چلتی ہوئی پیغمبر کے پاس آئیں تو آپ نے فرمایا: اے میری بیٹی مرحبا پھر آپ نے ان کو اپنے داہنی یا بائیں طرف بٹھالیا۔ پھر آہستہ سے ان سے کچھ کہا جس سے وہ رونے لگیں، میں نے ان سے کہا پیغمبر نے تو تم سے خصوصی انداز میں گفتگو کی ہے اور پھر تم رو رہی ہو، پھر پیغمبرؐ نے ان سے آہستہ سے کچھ اور کہا تو وہ ہسنے لگیں تو میں نے کہا: میں نے آج تک غم سے اتنی نزدیک خوشی نہیں دیکھی (اس طرح روتے ہوئے کو ہنستا ہوا نہیں دیکھا) پھر میں نے ان سے دریافت کیا کہ پیغمبر اکرمؐ نے کیا فرمایا تھا؟"ما کنت لأفشی سرّ رسول اللہ (ص) حتیٰ إذا قُبض النبی (ص) سألتها فقالت :إنّه أسرّ إلیّ فقال: إنّ جبرئیل (ع) کان یعارضنی بالقرآن فی کل عام مرة وإنّه عارضنی به هذا العام مرّتین، ولا أراه إلّا قد حضر أجلی فبکیت ثم قال لی :إنّک أوّل أهل بیتی لحوقاً بی ونعم السلف أنا لکِ، أما ترضین أن تکونی سیّدة نساء أهل الجنة ؟ فضحکتُ"، تو انھوں نے کہا میں رسول اللہ کا راز فاش نہیں کر سکتی، یہاں تک کہ: جب آنحضرت کی وفات ہوگئی تو میں نے ان سے پھر دریافت کیا: تو انہوں نے کہا: آنحضرتؐ نے خاموشی سے مجھ سے یہ کہا تھا کہ جبرئیل امین ہر سال ایک بار مجھ سے قرآن مجید (کا نسخہ) ملایا کرتے تھے جب کہ انہوں نے اس سال دوبار یہی عمل انجام دیا ہے جس سے میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ میری موت نزدیک آ چکی ہے یہ سن کر میں رو پڑی تھی پھر آپ نے مجھ سے یہ فرمایا: تم میرے اہل بیت میں سب سے پہلے مجھ سے ملحق ہوگی اور میں تمہارے لئے بہترین سلف (گذرا ہوا) ہوں، کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہو جاؤ یہ سن کر مجھے ہنسی آ گئی تھی۔(۱)

امام موسیٰ کاظمؑ نے اپنے والد گرامی سے یہ روایت نقل کی ہے:"لما کانت اللیلة التی قبض النبیّ فی صبیحتها ، دعا علیاً و فاطمة و الحسن و الحسین (ع) و أغلق علیه و علیهم الباب و قال (ص) : یا فاطمة ! و أدناها منه فناجاها من اللیل طویلاً فلمّا طال ذلک خرج علیّ

۱۔ مسند احمد ۶/۲۸۲۔

و معه الحسن و الحسين و أقاموا بالباب و النّاس خلف الباب ، و نساء النبيّ ينظرن إلى عليّ (ع) و معه إبناه" جس رات کی صبح کو آنحضرتؐ کی وفات ہوئی ہے اس رات آنحضرتؐ نے علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو بلایا اور پھر دروازہ بند کرلیا اور فرمایا: اے فاطمہؑ پھر آپ نے ان کو اپنے سے قریب بلایا اور کافی دیر تک ان سے سرگوشی کرتے رہے، جب کافی دیر ہوگئی تو حضرت علیؑ امام حسنؑ و حسین کو ساتھ لے کر دروازہ پر آ کر بیٹھ گئے جب کہ بقیہ لوگ دروازہ کے پیچھے تھے اور ازواج پیغمبرؐ حضرت علیؑ اور ان کے دونوں فرزندوں کو دیکھ رہی تھیں تو ام المومنین عائشہ نے ان سے کہا:" لأمر ما أخرجک منه رسول الله و خلا بابنته عنک في هذه الساعة ؟ فقال لها عليّ (ع) :قد عرفت الذى خلابها و أرادها له ، و هو بعض ما كنت فيه و أبوک و صاحباه فوجمت أن تردّ عليه كلمة "، پیغمبر اکرمؐ نے تم کو کس بنا پر باہر بھیج دیا ہے اور اپنی بیٹی سے تنہائی میں کیا گفتگو فرمارہے ہیں؟ تو حضرت علیؑ نے ان سے فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ آنحضرتؐ ان سے تنہائی میں کیا بات کررہے ہیں، اس کی وجہ وہی ہے جو تم اور تمہارے باپ اور ان کے دونوں ساتھیوں کا منصوبہ ہے تو انھوں نے خاموشی سے سر جھکا لیا اور ان سے کوئی جواب نہیں بن پڑا۔

حضرت علیؑ کہتے ہیں:"فما لبثت أن نادتني فاطمة (ع) فد خلت على النبيّ (ص) و هو يجود بنفسه فقال لي : ما يبكيک يا عليّ ؟ ليس هذا أوان بكاء فقد حان الفراق بيني و بينک ، فأستودعک الله يا أخي ، فقد اختار لي ربّي ما عنده ، وإنّما بكائي و غمّي و حزني عليک وعلىٰ هذه أن تضيع بعدى فقد أجمع القوم على ظلمكم و قد استودعتكم الله وقبلكم مني وديعة إنّي قد أوصيت فاطمة ابنتي بأشياء وأمرتها أن تلقيها إليک فنفّذها فهي الصادقة الصدوقة" ابھی کچھ دیر نہیں گذری تھی کہ مجھے فاطمہؑ نے آواز دی تو میں پیغمبرؐ کی خدمت میں پہنچا تو اس وقت آپ کی روح گویا پرواز ہی کرنے والی تھی آپ نے فرمایا: اے علیؑ! تم کیوں رو رہے ہو؟ یہ رونے کا وقت نہیں ہے اب مجھ سے تمہاری جدائی کا وقت قریب آ پہنچا ہے، اب میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور چونکہ اس نے مجھے اس کے لئے چن لیا ہے جو اس کے پاس

ہے، البتہ میرا گریہ و بکاء اور حزن و ملال اس بات پر ہے کہ میرے بعد تمہاری اور میری اس بیٹی کی حرمت ضائع ہو جائے گی، کیونکہ لوگوں نے تمہارے اوپر ظلم کرنے پر اتفاق کرلیا ہے۔ اور میں تمہیں اللہ کے حوالہ اور اپنی امانت کے طور پر تمہیں اس کے سپرد کرتا ہوں میں نے اپنی بیٹی کو کچھ وصیتیں کی ہیں اور انھیں یہ حکم دے دیا ہے کہ وہ تمہیں سب کچھ بتادیں لہٰذا ان پر عمل کرنا کیونکہ یہ صادقہ و صدوقہ (بے حد سچ بولنے والی) ہے۔

پھر آنحضرتؐ نے شہزادیؑ کو اپنے سینہ سے لگالیا اور آپ کے سر کا بوسہ لیا پھر فرمایا: ''فداکِ أبوک یا فاطمة'' تم پر تمہارا باپ قربان، اے فاطمہؑ! اتنے میں شہزادی کے گریہ کی آواز بلند ہوگئی آپ نے ان کو پھر اپنے سینہ سے لگایا اور فرمایا: ''أما و اللہ لینتقمنّ اللہ ربّی ، ولیغضبنّ لغضبک فالویل ثمّ الویل للظالمین ، ثمّ بکیٰ رسول اللہ'' ''بیشک میرا رب ضرور اس کا انتقام لے گا اور تیری ناراضگی سے ناراض ہوگا، ظالمین کے لئے تو ویل پر ویل ہے، پھر رسول اللہ بھی رونے لگے''۔

حضرت علیؑ کہتے ہیں: ''فو اللہ لقد حسبت قطعة منّی ذهبت لبكائه حتی هملت عيناه مثل المطر، حتی بلت دموعه لحيته و ملائة كانت عليه ، وهو يلتزم فاطمة لا يفارقها ورأسه علی صدری و أنا مسنده ، والحسن والحسين يقبلان يبكيان بأعلی أصواتهما﴾ قال علی (ع) فلو قلت إنّ جبرئيل فی البيت لصدقت لأنّی كنت أسمع بكاء نغمة، لاأعرفها، و كنت أعلم أنّها أصوات الملائكة لا شک فيها ، لأن جبرئيل لم يكن فی مثل تلک الليلة يفارق النبی (ص)، ولقد رأيت بكاء من فاطمة أحسب أنّ السماوات والأرضين بكت لها'' خدا کی قسم! مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے ان کے رونے کی وجہ سے میرا ایک حصہ شل ہو گیا ہے، اور ان کی آنکھوں سے بارش کے قطروں کی طرح آنسو ٹپک رہے تھے، یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں سے آپ کی ریش مبارک اور آپ کے اوپر جو چادر تھی وہ تر ہوگئی آپ فاطمہؑ کو سینہ سے لگائے تھے اور انھیں اپنے سے جدا نہیں کررہے تھے اور آپ کا سر مبارک میرے سینہ پر تھا اور وہ میرے اوپر ٹیک لگائے ہوئے تھے، اور حسنؑ و حسینؑ بلند آواز سے رو رہے تھے، مولائے کائناتؑ کہتے ہیں ''اگر

میں یہ کہوں کہ جبرئیل گھر کے اندر موجود تھے، تو میں سچ کہہ رہا ہوں کیونکہ میں نے رونے کی ایک ایسی آواز سن رہا تھا جسے میں پہچانتا نہیں تھا، البتہ میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ یہ ملائکہ کی آواز تھی جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ کیونکہ جبرئیل ایسی رات میں نبی اکرمؐ سے الگ نہیں رہ سکتے تھے اور میں نے فاطمہؑ کو اس انداز سے روتے دیکھا ہے کہ میرا خیال ہے ان کے اس رونے پر آسمان وزمین بھی رودئے ہوں گے"۔

پھر آنحضرتؐ نے شہزادی کائناتؑ سے فرمایا: "یـا بـنـیة ، الله خـلـیـفـتـی عـلـیـکم وهو خیر خلیفة والـذی بـعـثـنـی بـالـحق لقد بکی لبکائک عرش الله وماحوله من الملائکة والسموات والأرضـون ومـا بـیـنـهـمـا ، یافاطمة والذی بعثنی بالحق لقد حرمت الجنة علی الخلائق حتـی أدخـلـهـا ، وإنّک لأول خـلـق الله یـدخلها بعدی ، کاسیة حالیة ناعمة ، یافاطمة هنیئا لک والذی بعثنی بالحق إنّ جهنّم لتزفرزفرة لایبقی ملک مقرب ولانبیّ مرسل إلّا صـعـق ،فـیـنـادی إلیهـا أن یـا جهنّم یقول لک الجبار اسکنی بعزی واستقری حتی تـجـوز فـاطـمة بنت محمد(ص)إلی الجنان لا یغشاها فقر ولا ذلة والذی بعثنی بالحق لیـدخلن حسن و حسین ، حسن عن یمینک وحسین عن یسارک ولتشرفن من أعلی الـجـنـان بین یدی الله فی المقام الشریف ، ولواء الحمد مع علی بن أبی طالب والذی بـعـثـنـی بـالـحـق لأقـومـن بـخـصـومـة أعدائک ، ولیند من قوم أخذوا حقک وقطعوا مـودّتـک وکـذبـوا عـلـیّ ، ولیـختلجنّ دونی فأقول : امتی، امتی ،فیقال : إنّهم بدلوا بـعـدک وصاروا إلی السعیر" میرے بعد اللہ تمہارا سرپرست ہے اور وہ بہترین سرپرست ہے، اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، تمہارے گریہ وبکاء نے عرش الٰہی اور اس کے آس پاس موجود ملائکہ نیز آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کو رلا دیا ہے، اے فاطمہؑ اس ذات کی قسم جس نے مجھے برحق مبعوث کیا ہے تمام مخلوقات پر اس وقت تک جنت حرام ہے جب تک میں اس میں داخل نہ ہوجاؤں اور میرے بعد مخلوقات خدا میں تم سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگی ، اے فاطمہؑ تمہیں مبارک ہو، اور اس ذات کی قسم جس نے مجھے برحق مبعوث کیا ہے کہ جہنم کالا وا اس طرح ابل رہا

ہوگا کہ کوئی مقرب بارگاہ فرشتہ اور نبی مرسل ایسا نہ ہوگا جو اسے دیکھ کر چیخ نہ مار دے گا پھر اس کو یہ ندا دی جائے گی: اے جہنم تیرے لئے (خدائے) جبار کا یہ فرمان ہے کہ میری عزت کا واسطہ پرسکون ہو کر ٹھہر جا، یہاں تک کہ فاطمہؑ گذر کر جنت میں اس طرح چلی جائیں کہ ان کے لئے نہ کوئی فقر ہو نہ ذلت اور اس ذات کی قسم جس نے مجھے برحق مبعوث کیا ہے، حسنؑ و حسینؑ بھی داخل ہوں گے، حسنؑ تمہارے داہنی طرف اور حسینؑ تمہارے بائیں طرف اور تم جنت کے سب سے اعلیٰ اور شریف ترین مقام پر پہنچ جاؤ گی، اور لواء الحمد، علیؑ کے ساتھ ہوگا، اور اس کی قسم جس نے مجھے برحق مبعوث کیا ہے میں تمہارے دشمنوں سے انتقام لینے کے لئے ضرور کھڑا ہوں گا اور وہ قوم ضرور نادم ہوگی جس نے تمہارا حق چھینا ہوگا، تم سے مودت و محبت کا رشتہ توڑ لیا ہوگا اور میرے اوپر بہتان باندھا ہوگا۔ اور انھیں مجھ سے دور کر دیا جائے گا! تو میں کہوں گا، میری امت ہے میری امت! تو کہا جائے گا: انہوں نے تمہارے بعد سب کچھ بدل ڈالا اور جہنم میں چلے گئے۔(۱)

شہزادیؑ دو عالم کی زندگی کے تین مرحلوں کے بارے میں گفتگو یہیں ختم ہوتی ہے۔ آپ کی زندگی کا چوتھا مرحلہ آپ کے پدر بزرگوار کی وفات سے شروع ہو کر آپ کی شہادت پر ختم ہوتا ہے۔

اگرچہ یہ مرحلہ بہت مختصر ہے لیکن چونکہ یہ آپ کی حیات مبارکہ کا سب سے منفرد حصہ ہے لہٰذا اس کا تذکرہ ایک مستقل باب کی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

۱۔ بحار الانوار: ۲۲/۴۹۰؛ صحیح بخاری کتاب الفتن: ح ۱۔۵۔

تیسرا باب

اس باب میں چند فصلیں ہیں:

پہلی فصل

شہزادی کائناتؑ اپنے بابا کے بعد

دوسری فصل

شہزادی کائناتؑ کی بیماری اور شہادت

تیسری فصل

آپؑ کی میراث

پہلی فصل

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اپنے بابا کے بعد

ا۔ سقیفہ کا المیہ

امت اسلامیہ کی تاریخ کا سب سے سنگین واقعہ، جس کی سلگائی ہوئی آگ کی لپٹیں اور جس کے دھماکوں کی گونج آج تک باقی ہے اگرچہ وہ واقعہ رسول اسلامؐ کی وفات کے فورا بعد ہی رونما ہو گیا تھا۔

اس وقت کی پیچیدہ صورتحال پر کچھ بنیادی اور انفرادی عوامل حاوی تھے، رسول اکرمؐ نے خداوند عالم کی طرف سے لائے ہوئے دین کی تبلیغ ہر لحاظ سے مکمل کر دی اور آپ کا وجود پر نور، ایمانی شعاعوں کی ضوفشانی کا عنصر اور استقرار و تعمیر کا بہترین ذریعہ تھا، لیکن اسلامی سماج کے اندر جو گہرا فاصلہ پیدا ہو چکا تھا اور اس کی انتہا کا کوئی سرا نہیں تھا یہ فاصلہ کبھی کبھی ایسے متعدد لوگوں کی عقلوں اور ان کی حرکتوں سے بالکل مجسم شکل میں سامنے آ جاتا تھا جو جزیرہ نمائے عرب کے اندر اسلام کی تر و تازہ تحریک اور قدرت و طاقت کے اصل مرکز سے قریب تھے اور ان کی وجہ سے حق و باطل کے درمیان ردّ و قدح (نوک جھونک) وفاتؐ کے فوراً بعد ہی بالکل کھل کر سامنے آ گئی تھی۔

امت اسلامیہ کے درمیان جو اختلاف ظاہر ہوا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کے پاس صحیح اسلامی عقیدہ کما حقہ موجود نہیں تھا اور دوسرے یہ کہ اسی اختلاف کی بنیاد پر اسلامی حکومت میں کجروی پھیلی اور مسلمانوں کے درمیان آج تک اس کے جو مہلک نتائج سامنے آ رہے ہیں وہ سب اسی کی دین ہیں۔

جس دور میں رسول اکرم کی وفات ہوئی ہے اس کے فورا بعد متضاد قسم کے حادثات اچانک رونما ہوتے چلے

گئے ۔لہٰذا اس دور میں جناب فاطمہؑ کے درخشندہ کردار کا جائزہ لینے کے لئے پہلے ہمیں اس وقت کے عام حالات کے ساتھ ساتھ ان حادثات کا بھی گہرائی سے مطالعہ کرنا ہوگا تا کہ اس کے ذریعہ اس دور میں امت اسلامیہ کی صحیح صورتحال اور اس کے اندر موثر اور ایک دوسرے پر اثر انداز ہونے والی طاقتوں کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکے ،جن کی وجہ سے بطور عموم اور اہل بیت طاہرینؑ اور خاص طور سے شہزادی کائناتؑ پر جو ظلم وستم اور زیادتی ہوئی ان پر اس کا کیا اثر ہوا، اس سلسلہ میں سب سے پہلے سقیفہ کا واقعہ سامنے آتا ہے اور اس کے بعد رونما ہونے والے تمام واقعات میں اس کا بنیادی کردار ہے۔

ادھر مولائے کائناتؑ ،اہل بیتؑ پیغمبرؐ، بنی ہاشمؑ اور ان کے سب چاہنے والے تو نبی اکرمؐ کے غسل وکفن اور دفن میں ہی مصروف تھے کہ اس موقعہ سے ان عناصر نے غلط فائدہ اٹھالیا کہ جن کے منھ میں پیغمبرؐ کی خلافت کو دیکھ کر پانی آچکا تھا، اور پیغمبر اکرمؐ نے اللہ تعالیٰ کے جو اوامر ونواہی پہنچائے تھے انھیں ان کی کوئی پرواہ بھی نہیں تھی۔

اب ہمارے سامنے دو طرح کے طرز عمل ہیں:

۱۔عمر بن خطاب پیغمبر اکرم کے گھر کے چاروں طرف موجود، غمزدہ مسلمانوں کے درمیان چیخ چیخ کر یہ کہہ رہے ہیں: پیغمبر اکرمؐ کا انتقال نہیں ہوا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جو ایسی بات اپنی زبان سے نکالے گا اسے ،دھمکی بھی دے رہے ہیں اور وہ اپنی اس بات پر اس وقت تک اڑے رہے جب تک ابوبکر مدینہ کے باہر سے وہاں نہیں پہنچ گئے۔

۲۔دوسری طرف سقیفہ بنی ساعدہ کے اندر انصار، سعد بن عبادہ خزرجی کی سرکردگی میں اکٹھا ہیں۔

اس بات پر مورخین ومحدثین کا اتفاق ہے کہ عمر کا یہ انداز اس وقت تک باقی رہا جب تک ابوبکر نہ آگئے اور انہوں نے یہ آیت پڑھ کر نہیں سنادی: ﴿وما محمد إلّا رسول قد خلت من قبله الرسل أفإن مات أو قتل انقلبتم علی أعقابکم و من ینقلب علی عقبیه فلن یضرّ الله شیئاً و سیجزی الله الشاکرین﴾ اور محمدؐ تو صرف ایک رسول ہیں جن سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں کیا اگر وہ

مر جائیں یا قتل ہو جائیں تو تم الٹے پاؤں پلٹ جاؤ گے جو بھی ایسا کرے گا وہ خدا کا کوئی نقصان نہیں کرے گا اور خدا تو عنقریب شکر گذاروں کو ان کی جزا دے گا۔

جس سے عمر کا غصہ ٹھنڈا پڑ گیا اور وہ ابوبکر کے ساتھ نبی اکرمؐ کے گھر سے نکل کر چلے گئے اور آنحضرتؐ کے جنازہ کو ان کے غمزدہ گھر والوں کے درمیان یونہی چھوڑ دیا۔

قرائن اور تاریخ وسیرت سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہ دونوں وہاں سے نکل کر سیدھے اس جگہ پہنچے جسے انہوں نے وقت ضرورت اور ہنگامی پالیسی تیار کرنے کے لئے پہلے سے طے کر رکھا تھا، دوسری طرف اکثر انصار، جن میں سعد بن عبادہ بھی شامل تھے ان کے حساب سے تو رسول اکرم کے بعد صرف حضرت علی کو ہی خلیفہ ہونا چاہیئے تھا جب کہ عام مسلمانوں کا خیال بھی یہی تھا کہ خلافت حضرت علی کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں جا سکتی ہے۔

لیکن جب انصار کو یہ معلوم ہوا کہ بڑے بوڑھے (پرانے) مہاجرین نے اس کا رخ موڑنے اور اس پر قبضہ کرنے لئے باقاعدہ ایک گروپ تیار کر رکھا ہے اور وہ رسول اکرمؐ کی تمام تاکیدوں کو پس پشت ڈال کر خلافت کی باگ ڈور کو راہ حق سے منحرف کر کے اس میں اپنے اس نئے قرشی معاہدہ (پلاننگ) کے ذریعہ جاہلیت کی روح پھونکنے اور قبائیلی تنازعات کو دوبارہ زندہ کرنے کے درپے ہیں تو وہ بھی خلافت کی دوڑ میں کود پڑے کیونکہ انہوں نے پیغمبر اسلام اور آپ کی تبلیغ کے لئے اپنی جان و مال کی ایسی قربانی دی تھی کہ اتفاقاً خلافت پر قبضہ جمانے کا منصوبہ بنانے والے مہاجرین میں سے کسی ایک نے بھی ایسی قربانی پیش نہیں کی تھی چنانچہ جب انصار کو اس بات کا پورا یقین ہو گیا تو ان میں سے کچھ لوگ سعد بن عبادہ کی سرکردگی میں خلافت کے بارے میں غور وخوض کرنے کے لئے سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے اور انھیں میں سے کچھ لوگوں نے خلافت کے لئے سعد بن عبادہ کا نام پیش کرنا شروع کر دیا۔ اُدھر جب یہ خبر بعض ایسے انصار کے ذریعہ مہاجرین تک پہنچ گئی جن کی سعد سے ان بن رہتی تھی اور وہ سعد کے مفاد کے خلاف کام کیا کرتے تھے تو مہاجرین اپنی جگہ سے اٹھ کر تیزی کے ساتھ سقیفۂ بنی ساعدہ میں پہنچ گئے، چنانچہ انصار کی طرف سے ایک

مقرر کھڑا ہوا اور اس نے اسلام کی راہ میں انصار کے ایثار و قربانی کے ساتھ ساتھ مہاجرین کے اوپر ان کے احسانات کا تذکرہ کرنے کے بعد ان سے یہ خواہش کی کہ وہ ان کی تمام جانفشانیوں سے چشم پوشی نہ کریں اور اس میں ان کا بھی کچھ حق ہونا چاہئے اس کے بعد ابوبکر کھڑے ہوئے اور انھوں نے قریش کی عظمت و بزرگی کی تعریف کے پل باندھنا شروع کر دئے اور ان کے ذہنوں کو اسلام سے پہلے عربوں کے درمیان رائج طریقوں اور حسب ونسب پر فخر ومباہات کی طرف موڑ دیا۔

عقد الفرید کی روایت کے مطابق انہوں نے یہ کہا: ہم مہاجرین سب سے پہلے اسلام لانے والے حسب و نسب کے اعتبار سے ہر ایک سے برتر بستی کے بیچوں و بیچ رہنے والے، اور سب سے زیادہ خوبصورت اور رشتہ داری کے لحاظ سے رسول اللہ سے سب سے قریب ہیں پھر مزید یہ کہا: عرب قریش کے اس قبیلہ کے علاوہ کسی کی فرمانبرداری قبول نہیں کر سکتے ہیں لہٰذا جس چیز میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے مہاجر بھائیوں کو فضیلت بخشی ہے اس میں ان سے مقابلہ نہ کرو، لہٰذا میں تمہارے لئے ان دونوں میں کسی ایک کے لئے راضی ہوں یہ کہہ کر انھوں نے عمر بن خطاب اور ابو عبیدہ جراح کی طرف اشارہ کیا ابوبکر نے فرصت کو غنیمت سمجھا اور وہ اسی طرح قریش اور خاص طور سے مہاجرین کی تعریفوں کے پل باندھتے رہے۔ کیونکہ بشیر بن سعد خزرجی کو اپنے ابن عم (سعد بن عبادہ) سے حسد تھا لہٰذا ایک کونے سے ان کی یہ آواز ابھری: اے لوگو: یہ دھیان رہے کہ حضرت محمدؐ کا تعلق قریش سے ہے لہٰذا ان کے قبیلہ والے ان کی جانشینی کے زیادہ حقدار ہیں اور خدا کی قسم، اللہ مجھے کبھی بھی اس معاملہ میں ان سے اختلاف کرتے ہوئے نہیں دیکھے گا۔

حباب بن منذر خزرجی کو اپنے ابن عم کی یہ دھوکہ بازی اور حسد بھرا انداز بیحد ناگوار گذرا تو انھوں نے کہا: بشیر بن سعد کو یہ جلن ہوگئی ہے کہ نبیؐ کے بعد سعد بن عبادہ آنحضرتؐ کے جانشین اور خلیفہ بن جائیں لہٰذا انھوں نے ایسا انداز اپنایا کہ جس کے بارے میں کوئی بھی سعد کے استحقاق اور ان کی اولویت پر انگلی نہیں اٹھا سکتا پھر انہوں نے بشیر کی طرف رخ کر کے کہا: اے بشیر تمہیں یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ یقیناً تم نے امت کی سربراہی کے معاملہ میں اپنے ابن عم سعد بن عبادہ سے حسد کیا ہے۔

یہ اختلافات یہیں ختم نہیں ہوئے بلکہ قبیلۂ اوس کے ایک سردار اسید بن حضیر نے کھڑے ہوکر دور جاہلیت

کے دبے ہوئے کینے ابھارنا شروع کر دئے اور قبیلہ اوس وخزرج کے درمیان جن اختلافات کو اسلام نے دبا دیا تھا اس نے وہ گڑے مردے پھر سے اکھاڑنا شروع کر دئے اور اوس کو مخاطب کر کے یہ کہا: اے اوس کے بیٹو! اللہ کی قسم اگر تم نے ایک بار بھی سعد کو اپنا حاکم تسلیم کر لیا تو خزرج والوں کو تم پر فوقیت حاصل ہو جائے گی اور وہ تمہیں کبھی بھی اس میں حصہ دار نہیں ہونے دیں گے۔

ابوبکر نے بشیر بن سعد کے بھڑکانے والے ان جملات کو غنیمت سمجھا اور ایک ہاتھ سے عمر اور دوسرے ہاتھ سے ابوعبیدہ کا ہاتھ پکڑ کر یہ آواز لگائی اے لوگو! یہ عمر ہیں اور یہ ابوعبیدہ ہیں لہٰذا تم ان میں سے جس کی بیعت کرنا چاہو کر سکتے ہو، ان تینوں کی رچی ہوئی پالیسی کو دیکھ کر حباب بن منذر نے کھڑے ہو کر کہا: اے میرے انصار بھائیو! اپنے ہاتھ کھینچ لو اور اس کے اور اس کے ساتھیوں کی بات ہرگز نہ سننا ورنہ وہ تمہارے حق پر قبضہ کر لیں گے، یہ سن کر عمر بن خطاب کو غصہ آ گیا انھوں نے جھلا کر کہا: ہم (حضرت) محمدؐ کے دوست اور ان کے خاندان والے ہیں ان کی حاکمیت وسلطنت میں ہمارے مدمقابل کون آ سکتا ہے؟ مگر یہ کہ جو ناحق طریقہ سے گناہ کا سہارا لیتے ہوئے ہلاکت میں پڑ جائے؟

حباب بن منذر نے دوٹوک انداز میں جب عمر بن خطاب کا یہ چیلنج سنا تو ایک بار پھر انصار کی طرف رخ کر کے کہا: اگر یہ تمہارا مطالبہ نہ مانیں تو انھیں اس شہر سے باہر نکال دو، اللہ کی قسم تم اس کے ان سے زیادہ حقدار ہو تمہاری تلواروں کے زور پر ہی لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے یہ کہہ کر انھوں نے تلوار نکال لی اور اسے ہوا میں لہراتے ہوئے کہا میں باتجربہ اور واقف کار ہوں، اس کے اوپر بوجھ روکنے والا ہوں اور اللہ کی قسم اگر تم چاہو تو میں اسے اس کی پرانی شکل میں پلٹا دوں گا۔

یہ سن کر عمر بن خطاب کا غصہ بھڑک اٹھا اور ابھی دونوں کے درمیان فتنہ کی آگ بھڑکنے ہی والی تھی کہ ابوعبیدہ جراح نے کھڑے ہو کر کہا: اے گروہ انصار: آپ ہی لوگ وہ تھے جنھوں نے سب سے پہلے مدد اور پشت پناہی کی لہٰذا سب سے پہلے رخ پھیرنے اور بدل جانے والے نہ ہو جانا اور پھر وہ ان سے ایسے پر التماس انداز میں گذارش کرتے رہے کہ جس سے انصار کچھ ٹھنڈے پڑ گئے اور انصار اسی طرح دو دھڑوں میں بٹے ہوئے تھے کہ اس گفتگو کے بعد حضرت عمر بڑی تیزی کے ساتھ ابوبکر کی طرف بڑھے اور ان سے کہا

اے ابوبکر اپنا ہاتھ بڑھایئے، کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ اللہ نے تمہیں جو مقام اور مرتبہ عنایت فرمایا ہے اسے کم کرسکے، اس کے بعد ابوعبیدہ نے یہ کہا: تم مہاجرین میں سب سے افضل ہو اور پیغمبرؐ کے یار غار اور نماز میں رسول اللہؐ کے خلیفہ ہو، تو ابوبکر صاحب نے ان دونوں کے سامنے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور ان دونوں نے ابوبکر کی بیعت کرلی اس کے فورا بعد بشیر بن سعد اور کچھ خزرجیوں نے بھی بیعت کرلی اور پھر اسید بن حضیر اور اوس کے کچھ لوگوں نے بھی ان کی بیعت کرلی اور ابوبکر کا نعرہ لگاتے ہوئے سقیفۂ بنی ساعدہ سے باہر نکل گئے اور راستہ میں جس کے پاس سے بھی گذرتے تھے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے ابوبکر کی بیعت کرنے کے لئے کہتے تھے اور جو کوئی انکار کرتا تھا عمر اس پر کوڑے برساتے تھے اور ان کے ساتھی اس پر ٹوٹ پڑتے تھے یہاں تک کہ اسے بیعت کرنے پر مجبور کردیتے تھے اور اس انداز سے ابوبکر کی بیعت لی جاتی رہی جو اکثر لوگوں کے لئے بالکل اتفاقی اور غیر متوقع تھی۔

اس پوری صورتحال کو دیکھنے کے بعد یہ واضح ہوجاتا ہے کہ حضرت علیؑ کو خلافت وحکومت سے دور رکھنے کا منصوبہ صرف ان چند گھنٹوں کا کرشمہ نہیں تھا، جس کی تائید موجود شواہد سے بھی ہوئی ہے نیز یہ کہ سعد بن عبادہ کے لئے ان کی پہلے سے کوئی تیاری نہیں تھی جس کا اظہار ان کے درمیان موجود اختلاف سے بھی ہوتا ہے جیسا کہ یہ بھی ظاہر ہے کہ تینوں سربراہ (لیڈر) یعنی ابوبکر، عمر بن خطاب اور ابوعبیدہ جراح قریش کے اس گروہ کے سربراہ تھے جو خلافت پر قبضہ کرکے مولائے کائناتؑ کو اس سے دور کردینا چاہتے تھے اور انصار کے مقابلہ میں ان کے پاس کل دو دلیلیں تھیں: پہلی یہ کہ مہاجرین پہلے اسلام لائے، اور دوسری یہ کہ وہ رسول اللہؐ کے قریبی رشتہ دار ہیں اور اس طرح ان سربراہوں نے اپنے لئے اس دلیل کو سہارا بنالیا کیونکہ اگر خلافت کا معیار واقعا سابق الاسلام ہونا یا رسول اکرمؐ سے قربت کا ہونا ہوتا جیسا کہ وہ اس کے مدعی تھے تب تو یہ صرف حضرت علیؑ کا حق تھا، کیونکہ تمام مسلمانوں کے اجماع کے مطابق سب لوگوں سے پہلے آپ نے ہی رسول اکرمؐ کی تصدیق کی اور ان پر ایمان رکھنے کا اعلان کیا نیز جب پیغمبر اکرمؐ نے مدینہ میں مہاجرین و انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا تھا تو اس وقت حضرت علیؑ کو آپ نے اپنا بھائی قرار دیا تھا اس طرح وہ نسبی اعتبار سے آپ کے ابن عم اور دوسروں کے بالمقابل آپ سے بے حد قریب تھے۔

اس طرح تو ابو بکر نے اس وقت اپنی ہی مخالفت میں بیان دیا تھا کہ جب انھوں نے انصار کے مقابلہ میں قرابت داری اور پہلے اسلام لانے کو دلیل بنا کر پیش کیا تھا اور اسی وجہ سے انہوں نے سابق الاسلام اور نبی کریمؐ کے رشتہ دار ہونے کی بنا پر عمر بن خطاب اور ابوعبیدہ کا نام تو خلافت کے لئے پیش کر دیا مگر حضرت علیؑ کے حق کے بارے میں بالکل انجان بن گئے جن کے ہاتھوں پر غدیر خم کے میدان میں صرف دو تین مہینے پہلے ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان حاجیوں نے بیعت کی تھی، اور آپؑ نے ہی سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا تھا نیز آپؑ نسب کے اعتبار سے پیغمبرؐ کے ابن عم اور برائے خدا ان کے تنہا بھائی تھے جس کے بارے میں تمام مورخین اور محدثین کا اجماع ہے اور انھیں کے جہاد، ایثار و قربانی کے کارناموں کی وجہ سے اسلام کی بنیادیں مضبوط ہوئیں اور اس کے پیر جم گئے اور وہ شرک و بت پرستی اور قریش کے مقابلہ میں کامیاب ہوا۔

مختصر یہ کہ جب ابو بکر نے ان دونوں باتوں کو صحیح و سالم اور مضبوط دلیل کے طور پر پیش کیا تھا اور خلافت کے لئے دو نام بھی پیش کر دئے تو اس وقت ان کی نظروں سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں تھا بلکہ بات دراصل یہ ہے کہ وہ اور ان کے ساتھی اس بارے میں پہلے ہی پورا نقشہ تیار کر چکے تھے اور بعض انصار و مہاجرین کے ساتھ مل کر حضرت علیؑ کو خلافت سے دور کرنے اور خود خلافت پر ہر طرح سے تسلط قائم کرنے کے بارے میں متفق ہو چکے تھے دوسری طرف انصار سے تعلق رکھنے والے اس دوسرے فریق کے ساتھ گفتگو بھی جاری تھی جنھوں نے ابو بکر اور ان کے ساتھیوں کی پوزیشن کو خطرہ میں ڈال دیا تھا اور وہ سب سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو کر خلافت کے بارے میں بات چیت میں مشغول تھے، ابو بکر اور ان کے ساتھیوں نے انصار کی اُس پارٹی سے طاقت کی زبان استعمال کی اور کسی نہ کسی طرح حقائق پر پردہ ڈال کر اور ان کی آنکھوں میں دھول جھونک کر سہی انھیں زیر کر لیا جو اپنے دوسرے دھڑے پر غلبہ پانے کی کوشش کر رہے تھے۔

جس کا ثبوت یہ ہے کہ جب ابو بکر نے یہ اشارہ کیا کہ تم لوگ عمر بن خطاب اور ابوعبیدہ میں سے جس کی

بیعت کرنا چاہو کر سکتے ہو تو عمر نے فوراً یہ کہا: تمہاری زندگی میں یہ کیسے ممکن ہے؟ کسی کو ہرگز یہ اختیار نہیں ہے کہ رسول اللہ نے تمہیں جو مقام عنایت کیا ہے کوئی تمہیں اس مقام سے نیچے اتار دے۔(۱)

یہ جواب ان دونوں کے تیار کردہ اس منصوبہ کی طرف بہترین اشارہ ہے جس کے نتیجہ میں ابوبکر کی بیعت لی گئی تھی، اور یہ کہ عین اسی وقت حضرت عمر نے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے رائے عامہ کو اس طرح گمراہ کرنے کی کوشش کی کہ جیسے انھیں پیغمبر اکرم نے ہی اپنا جانشین منتخب کیا ہو جیسا کہ ان کے اس جملہ ''کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ رسول اللہؐ نے تمہیں جو مقام عطا کیا ہے وہ تم کو اس سے پیچھے ڈھکیل دے'' کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ حیات پیغمبر لکھنے والے تمام قدیم مورخین و محدثین اور وہ موثق حضرات جنہوں نے آپ کی حدیثوں کی حفاظت کی ہے اور انھیں اپنی آئندہ نسلوں تک منتقل کیا ہے ان میں سے کسی نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ وہ عہدہ جس کے لئے ابن خطاب اور ان کے ہم نواؤں نے یہ سب کچھ کیا ہے اس کے لئے پیغمبرؐ نے (چاہے دور سے ہی سہی) ان کے حق میں کبھی کوئی اشارہ کیا ہو۔ بلکہ ان کے ساتھ تو پیغمبر کا برتاؤ کچھ اس کے برخلاف ہی نظر آتا ہے یعنی آپ نے نہ ہی ان کو کوئی عہدہ دیا ہے اور نہ ہی کوئی ایسی ذمہ داری سونپی ہے جسے دوسروں پر ان کا کوئی امتیاز قرار دیا جاسکے اور بالفرض اگر انھیں کسی جنگ میں بھیج بھی دیا جیسے غزوۂ ذات السلاسل یا کسی جنگ میں لشکر کا علم ان کے حوالہ کر دیا جیسے جنگ خیبر میں دیکھنے میں آیا تو وہ وہاں سے مغلوب ہو کر سر جھکائے ہوئے واپس پلٹ آئے۔

اپنی عمر کے تقریباً بالکل آخری دور میں جب آنحضرتؐ کو اپنی موت کے نزدیک ہونے کا یقین تھا پیغمبر اکرمؐ نے انھیں اور عمر دونوں کو ہی اسامہ بن زید کی سرداری مدینہ چھوڑنے کا حکم دے دیا تھا جو ایک عام سپاہی تھے اس وقت اسامہ بن زید کی عمر (آخری اندازہ کے مطابق) بیس سال سے زیادہ نہیں تھی۔

۱۔ سقیفہ کے تفصیلی واقعات کے لئے ملاحظہ فرمائیے: سیرۂ ابن ہشام: ۳/۳۳۴، ۳۳۵؛ تاریخ طبری ۱۱ھ کے واقعات ۲/۲۴۳؛ انساب الاشراف: ۱/۵۶۳، ۵۶۷؛ طبقات ابن سعد: ۲ق۲/۵۳، ۵۴؛ تاریخ ابو الفداء: ۱/۱۶۴؛ شرح نہج البلاغہ (ابی الحدید) ۲/۲۱، ۵۷؛ حیاۃ الامام الحسن بن علی: ۱/۱۵۰۔

رہا پیغمبرؐ کے مرض الموت میں ابوبکر کے نماز پڑھانے کا قصہ جس کی طرف ابوعبیدہ نے انصار سے گفتگو کے دوران اشارہ کیا تھا، تو یہ کوئی خاص بات نہیں ہے کیونکہ یہ ہمیشہ سے ایک عام بات رہی ہے کہ چھوٹا، بڑا اور فاضل ومفضول ایک دوسرے کی امامت اور اقتداء کرتے رہے ہیں اور اگر امامت کی بھی ہو تو اس سے کسی پر کوئی فوقیت پیدا نہیں ہوتی ہے، اور یہ شرف انبیاء ومرسلین یا قدیسین سے مخصوص نہیں ہے، اور اس کے لئے بھی انھیں ان کی بیٹی عائشہ نے اس وقت بلایا تھا کہ جب پیغمبر اکرمؐ بستر سے نہیں اٹھ پا رہے تھے اور جب آپ کو اس کا علم ہوا تو حضرت علیؑ اور عباس کے کاندھوں کا سہارا لیتے ہوئے مسجد میں تشریف لے آئے اور انھیں محراب سے ہٹا دیا اور اسی حالت میں نماز پڑھائی جب کہ بیماری کی وجہ سے آپ کو سخت تکلیف تھی۔

اور سب سے عجیب بات جو عقل ومنطق کے کسی معیار پر پوری نہیں اترتی یہی ہے مگر اسے محدثین وعلمائے اہلسنت نے حضرت ابوبکر کی ایسی فضیلت بنا دیا جو انہیں خلافت کا اہل بنا دیتی ہے جب کہ اسی کے ساتھ وہ یہ اعتراف بھی کرتے ہیں کہ شب ہجرت میدان احد، جنگ خندق، صلح حدیبیہ، جنگ خیبر، حنین، تبوک، اور غدیر خم نیز مکہ ومدینہ میں مواخات جیسے اہم واقعات میں حضرت علیؑ نے حضور اکرم کے ساتھ اہم کردار ادا کیا ہے اور وہ ان تمام باتوں کو حضرت علیؑ کے لئے نہ صرف یہ کہ خلافت کی دلیل کے طور پر قبول نہیں کرتے بلکہ اسے اس کا اشارہ تک قرار نہیں دیتے جب کہ حضرت ابوبکر کی دو رکعت کی امامت کو مسلمانوں کی خلافت، قیادت ورہبری اور انھیں اس کے لائق قرار دینے کی واضح دلیل بنا دیتے ہیں۔

نیز یہ کہ سقیفہ میں انصار کا اجتماع دراصل مہاجرین کے اس منصوبہ کا ردعمل تھا جس کے تحت وہ خلافت پر قبضہ کرنا چاہتے تھے، اس کی ایک دلیل وہ روایت بھی ہے جس میں زبیر بن بکار کا یہ قول نقل ہے جیسا کہ وہ کہتے ہیں:

جب کچھ لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کر لی، تو وہ انھیں مسجد میں اس طرح لے کر آئے جیسے کسی دلہن کو لایا جاتا ہے، جب شام ہوئی تو کچھ انصار اور کچھ مہاجرین جمع ہوئے اور اس بارے میں بات کرنے لگے، تو عبدالرحمن بن عوف نے کہا: اے گروہ انصار، اگرچہ تم اہل فضل ونصرت اور سابقین میں سے ہو لیکن تمہارے

درمیان میں کوئی بھی ابو بکر، عمر، علیؑ اور ابو عبیدہ جیسا نہیں ہے۔

تو زید بن ارقم نے کہا: اے عبد الرحمن جن کے فضائل کا تم نے تذکرہ کیا ہے ہم ان کے منکر نہیں ہیں مگر ہم میں سے انصار کے سردار سعد بن عبادہ ہیں اور جسے اللہ نے اپنے رسولؐ سے سلام کہلوایا ہے اور یہ کہا ہے کہ اس سے قرآن لے لیں یعنی ابی بن کعب ہیں، اور اسی طرح جو روز قیامت علماء کا امام بن کر آئے گا یعنی معاذ بن جبل اور جن کی ایک گواہی کو رسول اللہؐ نے دو گواہوں کے برابر قرار دیا ہے یعنی خزیمہ بن ثابت انصاری، اور ہمیں معلوم ہے کہ قریش کے جن لوگوں کا تم نے نام لیا ہے ان کے درمیان وہ بھی ہے کہ اگر وہ خلافت کا مطالبہ کرے تو اس بارے میں کوئی ان کا پاسنگ بھی نہیں ہے اور وہ علی بن ابی طالبؑ ہیں۔

تاریخ طبری میں ہے کہ جب ابو بکر نے خلافت کے لئے دو افراد یعنی ابو عبیدہ اور عمر بن خطاب کا نام پیش کیا اور وہ دونوں ابو بکر کے لئے اصرار کرنے لگے تو انصار نے کہا: ہم علی بن ابی طالب کے علاوہ کسی کی بیعت نہیں کریں گے۔(۱)

یہ دونوں روایتیں اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ اگر مہاجرین کی طرف سے حضرت علی کا نام پیش کیا جاتا تو وہ آپؑ کے مقابلہ میں نہ کھڑے ہوتے جس کا مطلب یہ ہے کہ سقیفہ میں ان کا ابو بکر کے مقابلہ میں کھڑا ہونا دراصل ان کے اس منصوبہ کی مخالفت میں تھا جسے قریش نے خلافت پر قبضہ کرنے اور اس کے شرعی حقداروں سے چھین لینے کے لئے تیار کیا تھا۔

استاد توفیق ابو علم اپنی کتاب ''اہل البیتؑ'' میں کہتے ہیں: کوئی بعید نہیں ہے کہ جب سعد بن عبادہ نے مہاجرین کا یہ پختہ ارادہ بھانپ لیا کہ وہ حق کو صاحبان حق تک نہیں جانے دیں گے تو انھوں نے اس کے لئے اپنا نام پیش کر دیا ہو۔

بہر حال اصل حقیقت چاہے جو کچھ بھی ہو، لیکن حضرت علیؑ کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ کا طرز عمل اور مختلف

۱۔ تاریخ طبری: ۴/ ۲۱، بیروت دار الفکر۔

مواقع پر آپ کی تصریحات کی بنا پر آپ جمہور مسلمین کے ایک بڑے حصہ کے نظریہ کے مطابق ان کے حاکم تھے حتیٰ کہ حضرت علیؑ بھی اس بارے میں پر اعتماد تھے کہ خلافت انھیں کا حق ہے۔

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں تحریر کیا ہے: حضرت علیؑ کو اس بارے میں کوئی شک نہیں تھا کہ خلافت ان کا حق ہے اور اس سلسلہ میں کوئی بھی ان کا مدمقابل نہیں ہے، وہ مزید کہتے ہیں:

اور ان سے ان کے چچا عباس نے کہا: اپنا ہاتھ بڑھاؤ تا کہ یہ کہا جا سکے کہ رسولؐ کے چچا نے رسول کے ابن عم کی بیعت کرلی ہے تا کہ تمہارے بارے میں کوئی دو آدمی بھی اختلاف نہ کریں تو انھوں نے کہا: اے چچا، کیا میرے علاوہ بھی کوئی اس کا دعوے دار ہے؟

تو انھوں نے کہا جلد ہی تمہیں معلوم ہو جائے گا پھر آپ نے فرمایا: اس دردسری میں مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

چنانچہ وہ اور ان کے ساتھی اس وقت انگشت بدنداں رہ گئے کہ جب انھوں نے اس عجیب وغریب حادثہ کی خبر سنی اور یہ دیکھا کہ لوگ ابوبکر کو اس طرح مسجد میں لا رہے ہیں جیسے کسی دلہن کو لایا جاتا ہے جب کہ حضور اکرم کا جنازہ ابھی تک آنحضرتؐ کے گھر میں ہی موجود تھا اور آپ کے اہل خانہ اور ازواج آپ کو سپرد خاک کئے جانے کے منتظر تھے اور جب حضرت علی علیہ السلام کو یہ معلوم ہوا کہ ابوبکر نے اپنے مخالف انصار کے سامنے رسول اللہؐ سے اپنی قرابت اور اپنے سابق الاسلام ہونے کو دلیل کے طور پر پیش کیا تھا تو ان کے لئے بھی یہ ضروری تھا کہ وہ بھی ان کو انھیں دلیلوں سے لاچار کر دیتے جو انہوں نے دوسروں کے سامنے پیش کی تھیں اور اگر وہ ان دلائل کو صحیح تسلیم نہ کرتے یا انھیں قبول کرنے سے انکار کرتے تو آپ کے لئے عین ممکن تھا کہ ان کے سامنے ایسی دسیوں دلیلیں پیش کر دیتے جن میں کسی قسم کے بحث ومباحثہ اور غور وفکر کی گنجائش نہیں تھی البتہ اگر ان کے پاس دلیل ومنطق کا کوئی خانہ ہوتا! اور آپ ان کو ان کے ان ہی دلائل سے خاموش کر دیتے جن پر وہ خود مصر تھے، اگر چہ اس کے باوجود بھی آپ نے انھیں باتوں کو دلیل بنا کر پیش کیا جن کے ذریعہ انہوں نے انصار پر غلبہ حاصل کرلیا تھا، نیز اپنے بارے میں رسول اللہؐ کے اقوال، نصوص اپنا ماضی

، جہاد، رسول خداؐ سے اخوت جیسے دلائل بھی پیش کئے اور مسلسل اپنے حق کا مطالبہ کرتے رہے اور آپ کے ساتھ آپ کی زوجہ سیدۂ نساء عالمین جناب فاطمہ زہراؑ فدک کے ساتھ اپنے شوہر نامدار کی خلافت کا مطالبہ بھی کرتی رہیں۔

اکثر راویوں نے نقل کیا ہے کہ ابوسفیان نے حضرت علیؑ کو بھڑکانے کی کوشش کی تھی اور آپ کو ان سے ڈرا کر سبز باغ دکھانے کی کوشش کرتے ہوئے یہ کہا: خدا کی قسم میں ان کے خلاف مدینہ کو گھوڑوں اور سواروں سے بھر دوں گا، اور حضرت علی کو بخوبی معلوم تھا کہ یہ مسلمانوں کے درمیان فتنہ کو ہوا دے کر انھیں آپس میں لڑانا چاہتا ہے تاکہ اسے اور اس جیسے ان تمام لوگوں کو جنہوں نے اپنے دلوں میں شرک ونفاق کو چھپا رکھا ہے موقع مل جائے اور وہ اپنے اسلام دشمن مقاصد کے تحت ان مسلمانوں سے اپنا بدلہ چکا سکیں جن سے بیس سال تک ابوسفیان نے جنگ کی تھی، اور اسی وجہ سے فتح مکہ کے موقع پر اس کا اور اس کی بیوی ہندہ جگر خوارہ کا اسلام مسلمانوں کے درمیان سب سے زیادہ ناگواری میں قبول کیا جانے والا اسلام تھا۔ کیونکہ یہ اس مغلوب کا اسلام تھا جس کے اوپر ہر طرف سے راستے بند ہو چکے تھے اور اس کے لئے مسلمانوں کی صف میں داخل ہونے کے علاوہ کوئی اور چارۂ کار باقی نہیں رہ گیا تھا جب کہ ان دونوں کے دل کینے سے بھرے ہوئے تھے جو اس قسم کے حالات میں اکثر ظاہر ہوتا رہتا تھا۔

طبری اور کامل ابن اثیر کی روایت میں ہے: امیر المومنین نے ابوسفیان کو ڈانٹتے ہوئے اس سے یہ کہا: خدا کی قسم فتنہ وفساد کے علاوہ تیرا کوئی ارادہ نہیں ہے اور اللہ کی قسم تو ہمیشہ سے اسلام کا بدترین دشمن رہا ہے ہمیں تیری مدد کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔(۱)

۲۔ سقیفہ کے نتائج

واقعۂ سقیفہ میں تین قسم کے مخالف سامنے آئے:

۱۔ انصار: جنہوں نے سقیفہ میں خلیفہ اور ان کے دونوں ہمنواؤں کی جم کر مخالفت کی یہاں تک کہ ان کے

۱۔ سیرۂ ائمہ اثناعشر: ۱/۲۶۰ تا ۲۶۷۔

درمیان زبانی تکرار کے ساتھ لڑائی کی نوبت تک آ گئی اور بالآخر عربوں کی دینی وراثت والی ذہنیت اور انصار کے دو دھڑوں میں تقسیم ہو جانے اور ان کے پرانے جھگڑوں کے سر ابھارنے کی وجہ سے اس کا خاتمہ قریش کی کامیابی پر ہوا۔(۱)

دراصل اپنے دفاع کے لئے ان کا سارا زور اسی نکتہ پر تھا جو ان کے خیال میں ان کا حق تھا اور بہت سے لوگوں کی نظر میں عزت و شرف کا ذریعہ بھی تھا کیونکہ قریش رسول اللہ کے خاندان والے اور ان کے اقرباء تھے لہٰذا وہ دوسرے مسلمانوں کے مقابلہ میں آپ کی خلافت و حکومت کے زیادہ حقدار تھے اسی وجہ سے ابوبکر اور ان کی تائید کرنے والوں نے سقیفہ میں انصار کے اجتماع سے دوہرا فائدہ اٹھایا:

پہلے یہ کہ: انصار نے ایسا راستہ (طریقۂ کار) اپنایا تھا جو انہیں حضرت علی -کی صف میں کھڑے ہونے اور آپ کی لیاقت و حکومت اور استحقاق کو اپنے لئے استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔

دوسرے یہ کہ: ابوبکر کا ان حالات نے اس طرح ساتھ دیا کہ انہیں انصار کے مجمع میں مہاجرین کے حقوق کا تنہا مدافع بنا ڈالا اور انھیں اپنی مصلحتوں کے لئے سقیفہ سے بہتر پلیٹ فارم نہیں مل سکتا تھا کیونکہ اس وقت اس پلیٹ فارم پر ایسے بڑے بڑے مہاجرین موجود نہیں تھے کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی وہاں موجود ہوتا تو پھر اس دن سقیفہ کا قصہ تمام نہیں ہو سکتا تھا۔

جب ابوبکر سقیفہ سے باہر نکلے تو ان کی بیعت صرف ان بعض مسلمانوں نے کی تھی جنہیں اس میں کچھ حصہ مل چکا تھا یا پھر وہ اس پر کسی طرح بھی سعد بن عبادہ کا قبضہ نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔

۲۔ بنی امیہ: جن کا ارادہ یہ تھا کہ انھیں بھی حکومت میں کچھ حصہ مل جائے تا کہ وہ اپنی کھوئی ہوئی اس سیاسی طاقت کی تلافی کر سکیں جو اسلام آنے کے بعد ان کے ہاتھ سے نکل چکی تھی۔ ان میں سب سے آگے آگے ابوسفیان تھا اور حاکم جماعت (یعنی ابوبکر اور ان کے ساتھی) کو بنی امیہ کی مخالفت خاص طور سے ابوسفیان کی

۱۔ تاریخ طبری: ۴/۲۵، ط، دار الفکر، بیروت۔

دھمکیوں اوراس کوپیغمبر اکرم نے اموال جمع کرنے کے لئے جس سفر پر بھیجا تھا اس سے واپسی پر اس نے ان کی حکومت کا تختہ الٹنے کی جو دھمکی دی تھی انھیں اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی ، کیونکہ وہ بنی امیہ کی فطری دولت پرستی سے بخوبی واقف تھے اوراس طرح بنی امیہ کوحکومت کی طرف جھکانا بہت آسان تھا جیسا کہ ابوبکر نے یہی کیا تھا کہ انھوں نے اپنے بلکہ (ایک نقل کے مطابق) عمر نے ان کے لئے یہ جائز کردیا تھا کہ مسلمانوں کے جواموال اورزکات ابوسفیان کے پاس ہیں انھیں اسی کے حوالہ کردیا جائے اوراس کے علاوہ بھی بنی امیہ کے لئے حکومت کے کئی اہم دروازوں سے کچھ حصے مخصوص کردیے گئے۔

۳۔ بنی ہاشم اوران کے قریبی چاہنے والے جیسے جناب سلمان، ابوذر، مقداد رضوان اللہ تعالیٰ علیہم جو یہ سمجھتے تھے کہ فطری اورسیاسی اعتبار سے ہاشمی گھرانہ ہی پیغمبر اکرم کا اصل وارث ہے۔(۱)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حاکم طبقہ کوانصار اور بنی امیہ کے ساتھ رکھ رکھاؤ اوران سے امتیاز حاصل کرنے میں کسی طرح کامیابی ملی ۔لیکن اسی کامیابی نے اسے ایک واضح سیاسی ٹکراؤ سے دوچار کردیا کیونکہ سقیفہ کے حالات کا تقاضا تو یہی تھا کہ حاکم طبقہ رسول اللہ کی قرابت کومسئلہ خلافت کی اہم گوٹ قرار دے اوردینی قیادت کے لئے وراثت کے راستہ کو پختہ کردے لیکن سقیفہ کے بعد یہ صورت حال یکسر تبدیل ہوگئی اوراس مسئلہ نے اس انداز سے دوسرا رنگ اختیار کرلیا کہ اگر رسول اللہؐ کی قرابت کی وجہ سے آپ کی خلافت کے لئے قریش تمام عربوں سے اولیٰ ہیں تو بنی ہاشم بقیہ قریش کے مقابلہ میں اس کے زیادہ سزاوار اور مستحق ہیں۔ اس کا اعلان حضرت علیؑ نے ان الفاظ میں کیا تھا: جب ان کے اوپر مہاجرین نے رسول اللہؐ کی قرابت کو حجت بنا کر پیش کیا تھا تو یہی پہلو مہاجرین کے اوپر ہماری حجت ہے اوراگر ان کی دلیل ناقص ہوجائے تو بھی ہمارے پاس دلیل موجود ہے نہ کہ ان کے لئے ورنہ انصار کا مطالبہ اپنی جگہ پر باقی ہے۔

اسی بات کی وضاحت جناب عباس نے حضرت ابوبکر سے اپنی ایک گفتگو میں اس طرح فرمائی ہے: اورتمہارا یہ کہنا کہ ہم رسول اللہ کے شجرہ سے ہیں'' تو پھر'' تم تو اس شجرہ کے پڑوسی ہواورہم اس کی شاخیں ہیں''۔(۲)

۱۔فدک تاریخ کی روشنی میں شہید محمد باقر الصدر۸۴۔

۲۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید:۶/۵۔

نیز حضرت علیؑ کو معلوم تھا کہ حاکم طبقہ کے دلوں میں موجودہ دہشت کی بنیاد بنی ہاشم کی مخالفت ہے کیونکہ ان کے مخصوص حالات اور (وسائل) اس نو مولود حکومت کے خلاف دو مثبت پہلوؤں سے مددگار ثابت ہوں گے۔

ا۔حکومت کی دشمن پارٹیوں کو اپنے ساتھ ملا لیا جائے جیسے بنی امیہ اور مغیرہ بن شعبہ وغیرہ جنہوں نے اپنی حمایت کی نیلامی کی بولی لگانا شروع کر دی تھی اور وہ ہر رخ کو نظر میں رکھ کر اس کی بھاری سے بھاری قیمت وصول کرنا چاہتے تھے، جس کا پتہ ہمیں ابوسفیان کی اس بات سے لگتا ہے جو اس نے مدینہ پہنچتے ہی سقیفائی خلافت کے سامنے رکھی تھی، نیز اس نے حضرت علیؑ کو اکسانے کی کوشش کی اور جب خلیفہ نے اسے مسلمانوں کے وہ تمام اموال بخش دئے جنہیں وہ اپنے سفر کے دوران وصول کر کے لایا تھا تو پھر وہ خلیفہ کی طرف جھک گیا کیونکہ اس زمانہ میں عام طور سے لوگوں کی ایک جماعت کے اوپر زر پرستی کا غلبہ تھا۔

اور یہ واضح ہے کہ رسول اللہ نے جو خمس، یا مدینہ کی آراضی کے غلات یا فدک جیسے سرمائے چھوڑے تھے اور ان کی ایک بڑی آمدنی تھی حضرت علیؑ ان کے ذریعہ ان تمام لوگوں کے منہ بند کر سکتے تھے۔

دوسرے یہ کہ حضرت علیؑ کے پاس ان کے مقابلہ کے لئے آسان حربہ یہ تھا جس کی طرف آپ نے خود بھی یہ کہہ کر اشارہ فرمایا ہے: ''احتجوا بالشجرۃ و اضاعوا الثمرۃ'' انھوں نے شجرہ (پیڑ) کو تو حجت بنا لیا مگر اس کے پھل کو ضائع کر ڈالا۔ یعنی چونکہ اس وقت رائے عامہ اہل بیتؑ کی تقدیس اور ان کے احترام کے بارے میں متفق تھی اور انھیں رسول اللہ کی قرابتداری کی بنا پر ایک خاص امتیاز حاصل تھا اور یہی ان کی مخالفت کے برحق ہونے کی ایک مضبوط سند تھی۔(۱)

ا۔فدک فی التاریخ؛ شہید محمد باقر الصدر/۸۶۔

برسراقتدار پارٹی کے اقدامات

پہلا اقدام: حضرت علیؑ کی مالی قوت کمزور کرنا

برسراقتدار طبقہ کے سامنے بڑی سخت صورتحال پیدا ہوگئی تھی کیونکہ اسلامی مملکت کے جن ثروتمند طبقوں سے حکومت کا خزانہ چلتا تھا انھوں نے اس وقت تک نئی حکومت کے سامنے سر جھکانے سے انکار کردیا تھا جب تک کہ خود مدینہ کے اندر اس کی پوزیشن مستحکم نہ ہوجائے، اور مدینہ والے سو فیصد اس کے اوپر متفق نہیں ہوسکتے تھے، کیونکہ مثلاً اگر ابوسفیان یا اس جیسے لوگوں نے اگرچہ باقاعدہ سودے بازی کرکے حکومت کی حمایت کی تھی مگر پھر بھی یہ ممکن تھا کہ کل اگر کوئی دوسرا انھیں اس سے زیادہ مال کی پیش کش کرتا تو وہ پرانا سودا ختم کردیتے اور یہ کام حضرت علیؑ کے لئے ہر وقت آسان تھا، تو جب یہ صورتحال تھی، تو اس وقت حضرت علیؑ سے ان کی مالی طاقت ختم کرنا حکومت کے لئے یقیناً ضروری تھا کیونکہ وہ اس وقت تو مقابلہ کے لئے آمادہ نہیں تھے۔ مگر ان کا سرمایہ جو کسی بھی وقت برسراقتدار طبقہ کے مصالح کو خطرات سے دوچار کرسکتا تھا تاکہ اس کے ذریعہ انصار حکومت کی حمایت پر باقی رہیں اور اس کے مخالفین اہل حرص وطمع لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرکے ایک پارٹی کی شکل میں ان کے مقابلہ کے لئے سر ابھارنے کے لائق نہ رہ جائیں۔

اس تجزیہ کو برسراقتدار طبقہ کی سیاست سے بعید قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ یہ تجزیہ ان کی اس سیاست کے عین مطابق ہے جس کے بغیر ان کے پاس کوئی چارۂ کار نہیں تھا اور خاص طور سے جب کہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ ابوبکر نے بنی امیہ کو اس وقت دولت وحکومت دونوں کے ذریعہ خرید لیا تھا جب ابوسفیان کے بیٹے کو گورنر بنایا تھا جیسا کہ روایت میں ہے کہ جب ابوبکر خلیفہ بنا دئے گئے تو ابوسفیان نے کہا: ہمیں اور ابوفصیل کو کیا ملے گا؟ کہ وہ بھی اولاد عبد مناف میں سے ہے، تو اسے یہ جواب دیا گیا، اس نے تمہارے بیٹے کو گورنری دے دی ہے تو اس نے کہا تم نے صلۂ رحم کیا ہے۔(۱)

۱۔ تاریخ طبری: ۲۸/۴۔

دوسرا اقدام؛ امامؑ کی مخالفت کا سامنا

برسر اقتدار طبقہ اس کشمکش میں پڑ گیا کہ دوسرے پلیٹ فارم کا سامنا کس طرح کیا جائے اور اس کے مقابلہ کے لئے مندرجہ ذیل دو صورتوں میں سے کون سا طریقۂ کار زیادہ مستحکم رہے گا؟۔

ا۔رسول اکرمؐ کی قرابت داری کو کوئی اہمیت نہ دی جائے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ ابوبکر کی خلافت کے اوپر سے وہ شرعی لبادہ اتار دیا جائے جو اس نے سقیفہ کے دن زیب تن کیا تھا۔

۲۔اپنی ہی بات کاٹ کر خود اپنی مخالفت کر بیٹھیں یعنی سقیفہ میں جن چیزوں کا اعلان کیا گیا ہے ان پر ثابت قدم رہیں لیکن بنی ہاشم کو کسی قسم کا کوئی حق اور امتیاز نہ دیا جائے اور اگر انھیں کوئی رعایت دی بھی جائے تو وہ ایسی ہو کہ ان لوگوں نے جو حکومت تیار کی ہے اور اس بارے میں جو معاہدے ہوئے ہیں اس سے ان کے ٹکراؤ کا کوئی امکان نہ ہو اور جب ایسا ہو گا تو پھر کوئی بھی بنی ہاشم کی مدد نہیں کرے گا۔

چنانچہ اقتدار پر قابض طبقہ نے یہی ترجیح دی کہ انصار کی میٹنگ میں انھوں نے جن نظریات کی ترویج کی تھی انھیں کو مزید مستحکم بنایا جائے اور اپنے مخالفوں پر یہ اعتراض کر دیا جائے کہ خلیفہ کی بیعت کے بعد ان لوگوں کی مخالفت صرف ایک نیا فتنہ ہے جو اسلام میں حرام ہے۔(۱)

آل محمدؐ کے مقابلہ کے لئے دوسرے عملی اقدامات

جب ہم سلاطین سقیفہ کی سیاست پر مزید غور و فکر کرتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے اپنے اقتصادیات مضبوط کرنے کے ساتھ ساتھ شروع سے ہی آل محمدؐ کے مقابلہ میں ایک خاص قسم کی سیاست اپنائے رکھی تا کہ اس طرز فکر پر کنٹرول کیا جا سکے جس کی پشت پناہی کی بنا پر بنی ہاشم ان کی مخالفت پر کمر بستہ تھے جس طرح کہ انھوں نے اپنی مخالفت کا ہی گلا گھونٹ دیا تھا۔اور یہ سب اس کے باوجود تھا کہ جب بنی ہاشم رسول اللہؐ کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار تھے۔

ا۔فدک تاریخ کی روشنی میں شہید محمد باقر الصدر ۹۱/۔

ہم اس سیاست کا اس طرح تجزیہ کر سکتے ہیں کہ اس سیاست کا اصلی مقصد ہاشمی گھرانہ کی تمام مراعات کو ختم کر کے ان کے تمام چاہنے والے مخلصوں کو اہم حکومتی عہدوں سے دور رکھنا تھا اور مسلمانوں کے درمیان ان کی جو قدر و منزلت تھی اسے بالکل ختم کر دینا تھا چنانچہ ہمارے اس نظریہ کی تائید مندرجہ ذیل تاریخی حادثات سے ہوتی ہے۔

۱۔حضرت علیؑ کے ساتھ خلیفہ اور ان کے ہمنواؤں کا بیحد سخت رویہ حتی کہ عمر کی یہ دھمکی کہ ان کے گھر کو آگ لگا کر جلا دیا جائے گا چاہے اس کے اندر فاطمہؑ ہی کیوں نہ ہوں! جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ چاہے جناب فاطمہؑ یا بنی ہاشم کی اور کوئی محترم شخصیت ہی کیوں نہ ہو اس کا احترام ان کے راستہ میں حائل نہیں ہو سکتا اور وہ اس کے ساتھ بھی بالکل ویسا ہی سلوک کریں گے جو سقیفہ کے دن سعد بن عبادہ کے ساتھ کیا تھا لوگوں کو ان کے قتل کرنے کا حکم تک دے دیا تھا اور اس تشدد کی ایک اور شکل، حضرت علیؑ کے بارے میں خلیفہ کا یہ کہنا ہے کہ وہی سارے فتنہ کی جڑ ہیں یا ان کی یہ مثال دینا کہ وہ ایک لومڑی کی طرح ہیں (معاذ اللہ) یا عمر نے حضرت علیؑ سے یہ کہا تھا: رسول اللہؐ ہم میں سے اور تم میں سے ہیں۔

۲۔خلیفہ اول نے کسی بھی ہاشمی کو حکومت کے کسی اہم کام میں دخیل نہیں ہونے دیا اور نہ ہی ان کو اتنی وسیع مملکت اسلامیہ کی کسی ایک بالشت زمین کا حاکم (گورنر) بنایا جب کہ بنی امیہ کا اس میں ایک وافر حصہ تھا بلکہ خلیفۂ دوم اور ابن عباس کی گفتگو سے ہم آسانی یہ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ سب ایک سوچی سمجھی سیاست کے تحت کیا گیا تھا جب انھوں نے ان کو ''حمص'' کا گورنر بنایا تو اس خوف کا اظہار کیا تھا کہ اگر بنی ہاشم اسلامی مملکت کے مختلف علاقوں کے حاکم ہو گئے اور اسی دوران خلیفہ کا انتقال ہو گیا تو اس سے خلافت کی بری طرح کایا پلٹ ہو سکتی ہے جو انھیں ہرگز پسند نہیں ہے۔(۱)

۳۔خلیفۂ اول کا خالد بن سعید بن عاص کو فتح شام کے لئے بھیجے جانے والے لشکر کی سپہ سالاری سے معزول کرنا جس کی وجہ اس کے علاوہ کچھ نہیں تھی کہ عمر نے خالد کے ہاشمیوں اور اہل بیتؑ پیغمبر اکرمؐ کی

۱۔مروج الذہب؛ تاریخ ابن اثیر کی پانچویں جلد کے حاشیہ پر ۱۳۵/۔

طرف ان کے رجحان اور وفات پیغمبر کے بعد ان کے بارے میں ان کے دوستانہ رویہ کی وجہ سے خلیفۂ اول کے کان بھر دئے تھے۔

مختصر یہ کہ برسر اقتدار طبقہ کی ساری کوشش یہ تھی کہ بنی ہاشم اور دوسرے تمام مسلمانوں کو ہر لحاظ سے ایک صف میں کھڑا کر دیا جائے اور رسول اللہؐ سے ان کو جو خاص نسبت ہے اس کی اہمیت کو ختم کر دیا جائے تاکہ اس طرز تفکر کا خاتمہ ہو جائے جس کے بل بوتے پر بنی ہاشم کی مخالفت میں سارا زور ہے اور حتی کہ اگر ارباب خلافت کو یہ اطمینان بھی ہوتا کہ حضرت علیؑ اس وقت اسلام کو درپیش خطرات کے پیش نظر ان کے خلاف انقلاب برپا نہیں کریں گے مگر اس کے باوجود ان کا دل اس طرف سے ہرگز مطمئن نہیں تھا کہ وہ کسی بھی وقت ان کے خلاف قیام کر سکتے ہیں، لہٰذا یہ ایک فطری تقاضا تھا کہ جب تک سکون کا ماحول ہے اور اس سے پہلے کہ آپ ان کے خلاف انھیں نگل جانے والی مہم شروع کریں وہ آپ کی مادی طاقت (فدک) اور معنوی طاقت (خلافت) پر اپنا کنٹرول قائم کرلیں۔

۴۔ لہٰذا اس کے بعد یہ ایک سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ خلیفہ وہ تاریخی حکم صادر کر دیں جو حقِ جناب فاطمہؑ یا ''قصۂ فدک'' کے نام سے مشہور ہے۔ اور یہ ایسا ہتھکنڈہ تھا جس سے خلافت کے دونوں سیاسی منصوبے ایک ساتھ پورے ہو گئے کیونکہ جن اسباب کی بنا پر انھوں نے اپنے کارندے بھیج کر جناب فاطمہؑ سے فدک کا علاقہ چھینا تھا ان کا تقاضا یہی تھا کہ اپنے مخالف سے اس کی وہ دولت چھین لی جائے جو اس دور کے لحاظ سے ایک مضبوط اسلحہ تھا اور اس کی بنا پر ان کی حکومت کو ہر لحمہ خطرہ لاحق رہتا، ورنہ اگر یہ وجہ نہ ہوتی تو انھیں فدک جناب فاطمہؑ کے حوالہ کرنے میں کون سی پریشانی تھی کہ جب آپ نے ان سے یہ پختہ وعدہ کرلیا تھا کہ آپ اس کی آمدنی کو صرف کار خیر اور عوام کی بھلائی کے راستوں میں خرچ کریں گی؟ مگر کیا کیا جائے کہ خلیفہ کو یہ ڈر تھا کہ کہیں وہ (معاذ اللہ) وعدہ خلافی نہ کر بیٹھیں اور فدک کا کل سرمایہ سیاسی میدان میں پانی کی طرح نہ بہا دیا جائے اور مزید یہ کہ اگر بالفرض یہ ثابت بھی ہو جائے کہ فدک مسلمانوں کا حق تھا تو انہوں نے جناب فاطمہؑ کو اس میں سے ان کا وہ حق کیوں نہیں دیا جو تمام صحابہ کو دیا گیا تھا؟ جسکے صاف معنی یہ ہیں کہ وہ اس کے ذریعہ اپنی خلافت کو مضبوط کرنا چاہتے تھے۔

نیز یہ کہ ہمیں بخوبی معلوم ہے کہ جناب فاطمہؑ اپنے شوہر نامدار کی حقانیت کی ایک زندہ دلیل تھیں اور حضرت علیؑ کے چاہنے والے آپ کو باقاعدہ ایک زندہ سند کے طور پر پیش کرتے تھے اس سے ہمارے لئے یہ بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ فدک سے متعلق حضرت فاطمہؑ کے دعوے کے مقابلہ میں خلیفہ کی پوری کوشش یہی تھی کہ وہ اپنے سیاسی منصوبہ کے تحت بالکل اسی راستے پر چلتے رہیں جس پر چلنا اس وقت کا تقاضا تھا، چنانچہ خلیفہ نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور نہایت زیرکی کے ساتھ بالواسطہ انداز میں عام مسلمانوں کے ذہن میں یہ بات بٹھادی کہ جناب فاطمہؑ عام عورتوں کی طرح ایک خاتون ہیں لہٰذا فدک جیسے عام معاملات میں ان کی رائے یا ان کا دعویٰ قبول کرنا صحیح نہیں ہے چہ جائیکہ خلافت جیسے اہم مسئلہ میں؟!

اور جب وہ ایک ایسی زمین کا مطالبہ کرسکتی ہیں جو ان کا حق نہیں ہے تو پھر عین ممکن ہے کہ وہ آئندہ اپنے شوہر کے لئے پوری مملکت اسلامیہ کا مطالبہ کر بیٹھیں جب کہ وہ اس کے حقدار نہیں ہیں۔(۱)

۳۔فدک نبی اکرم اور حضرت فاطمہ زہراؑ کے درمیان:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فآت ذا القربیٰ حقّه و المسکین و ابن السبیل ذلک خیر للّذین یریدون وجه الله و اولئک هم المفلحون﴾(۲)

ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اس آیت میں خداوند عالم نے نبی اکرم کو یہ حکم دیا ہے کہ قرابتداروں کو ان کا حق دے دیں، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کے قرابتدار کون لوگ ہیں؟ اور ان کا حق کیا ہے؟ تو اس بارے میں مفسرین کا اتفاق ہے کہ قرابتداروں سے آپ کے قریبی رشتہ دار یعنی حضرت علیؑ فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ مراد ہیں، جس کے یہ معنی ہوں گے کہ اپنے ان قرابتداروں کو ان کا حق دے دیجئے۔

سیوطی کی تفسیر درالمنثور میں ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ: جب یہ آیت (فآت ذا القربیٰ حقّه...) نازل ہوئی تو رسولؐ اللہ نے جناب فاطمہ کو بلایا اور انھیں فدک عطا کر دیا۔(۳)

۱۔مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے فدک تاریخ کی روشنی میں ر۹۲۔ ۲۔روم ۳۰ر۳۸۔

۳۔درالمنثور: ۴ر۱۷۷، کشف الغمہ: ۱ر۴۷۶، از عطیہ، تاریخ حاکم نیشاپوری۔

ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں نقل کیا ہے کہ عمر نے کہا: میں تمہیں اس امر کے بارے میں بتائے دیتا ہوں کہ خداوند عالم نے یہ حصہ اپنے پیغمبر کے لئے مخصوص کر دیا تھا اور اس میں سے ان کے علاوہ کسی کو کچھ بھی نہیں دیا ہے جیسا کہ اس کا ارشاد ہے: ''و ما أفاء الله علىٰ رسوله منهم فما أوجفتم عليه من خيل و لا ركاب و لكنّ الله يسلط ...'' اس طرح یہ (یعنی فدک) صرف اور صرف رسول اللہؐ کا حق تھا۔

تاریخی اسناد سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ فدک جناب فاطمہؑ کے قبضہ میں اور آپ کے زیر تصرف تھا، نیز فدک کے آل رسولؐ کے قبضہ میں ہونے کی ایک بہترین دلیل حضرت علیؑ کا وہ خط بھی ہے جو آپ نے بصرہ میں اپنے گورنر عثمان بن حنیف کے نام لکھا تھا جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے: ''بلىٰ كانت في أيدينا فدك من كلّ ما أظلّته السماء فشحّت عليها نفوس قوم و سخت عنها نفوس قومٍ آخرين ، و نعم الحكم الله ....''

''آسمان کے نیچے ہمارے پاس کل ایک فدک ہی تھا جس پر ایک قوم کے کچھ لوگوں کی رال ٹپک گئی اور دوسرے لوگ اس کی وجہ سے ناراض ہو گئے اور بہترین قاضی اللہ ہے۔(۱)

بعض روایات میں اس طرح کا اشارہ ہے کہ جب ابوبکر کی حکومت مضبوط ہو گئی تو انہوں نے جناب فاطمہؑ سے فدک چھین لیا (۲) جس کے معنی یہ ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ کے زمانہ سے ہی فدک حضرت فاطمہؑ کے قبضہ اور آپ کے تصرف میں تھا اور خلیفہ اول نے اسے آپ سے چھین لیا تھا۔

علامہ مجلسی کی روایات میں ہے: فدک پر قبضہ ہونے کے بعد جب رسول اللہؐ مدینہ پہنچے تو جناب فاطمہؑ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا: ''يا بنية إنّ الله قد أفاء على أبيكِ بفدك و اختصّه بها،فهي له خاصة دون المسلمين ، أفعل بها ما أشاء و إنّه قد كان لأُمك خديجة علىٰ أبيك مهر ، إنّ أباك قد جعلها لك بذلك ، و أنحلها لك و لولدك بعدك''

۱۔نہج البلاغہ مکتوب/۴۵۔ ۲۔صواعق محرقہ: ۲۵۔

اے بیٹی! خداوند عالم نے تمہارے بابا کو فدک عطا فرمایا ہے اور اسے ان کے لئے مخصوص کر دیا ہے لہٰذا وہ صرف انھیں کا حق ہے نہ کہ مسلمانوں کا، مجھے اس کے بارے میں ہر طرح کا اختیار ہے اور چونکہ تمہارے بابا پر تمہاری والدہ خدیجہ کا مہر تھا لہٰذا تمہارے بابا نے ان کے بدلے یہ تمہیں دے دیا ہے اور اسے تمہارے لئے اور تمہارے بعد تمہاری اولاد کے لئے اپنی طرف سے عطیہ قرار دیا ہے۔ پھر آپ نے ایک کھال منگائی اور حضرت علیؑ کو طلب کر کے ان سے فرمایا: ''اُکتب لفاطمة بفدک نحلة من رسول اللّٰه'' ''فاطمہؑ کے لئے رسول اللہؐ کا ہبہ نامہ لکھ دو'' پھر اس کے اوپر حضرت علیؑ اور رسول اللہؐ کے خادم نیز ام ایمن نے گواہی دی۔ (۱)

۴۔ غصب فدک

جب رسول اکرمؐ کی وفات ہوگئی، ابوبکر خلافت نشین ہو گئے اور دس دن گذرنے کے بعد ان کی پوزیشن مضبوط ہوگئی تو انھوں نے اپنے کارندوں کو بھیج کر فدک سے جناب فاطمہؑ کے وکیل کو باہر نکلوا دیا۔

روایت میں ہے کہ جناب فاطمہؑ نے کسی کو خلیفہ کے پاس بھیج کر ان سے یہ پوچھا: تم رسول اللہؐ کے وارث ہو یا ان کے گھر والے؟ تو انھوں نے کہا: ان کے گھر والے، تو آپ نے فرمایا: رسول اللہؐ کا حصہ (میراث) کیا ہوا؟ تو خلیفہ نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے ''إنّ اللّٰه أطعم نبيّه طعمة'' ''بیشک خداوند عالم نے اپنے نبی کو (ان کا رزق) کھلا دیا پھر ان کی روح قبض کر لی اور اسے اس کے لئے قرار دے دیا جو ان کی جگہ خلیفہ بنا ہو لہٰذا میں ان کے بعد خلیفہ ہوں تا کہ اسے مسلمانوں کو واپس پلٹا دوں۔

ام المومنین عائشہ سے روایت ہے کہ شہزادی کائنات نے کسی کو بھیج کر خلیفہ سے پیغمبر اکرمؐ کی میراث کا مطالبہ کیا جس میں مدینہ میں موجود پیغمبرؐ کی تمام ملکیتوں کے علاوہ فدک اور خیبر کے باقی ماندہ خمس کا مطالبہ کیا تھا، تو خلیفہ نے کہا کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا ہے: ہم کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے ہیں بلکہ ہم جو چھوڑ کر

۱۔ بحار الانوار: ۱۷/۳۷۸۔

جاتے ہیں وہ صدقہ ہے اور بیشک آل محمدؐ اس مال سے کچھ نہیں کھا سکتے ہیں۔ اور (خدا کی قسم) میں رسول اللہؐ کے صدقات میں سے کسی چیز کو تبدیل نہیں کر سکتا ہوں بلکہ وہ رسول اللہؐ کے زمانہ میں جس طرح تھے ان کو اسی طرح رہنے دوں گا اور اس کا وہی مصرف کروں گا جو رسول اللہؐ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ابوبکر نے ان میں سے کچھ بھی فاطمہؑ کے حوالہ کرنے سے انکار کر دیا۔(۱)

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے جناب فاطمہؑ سے کہا: " إنطلقي فاطلبي ميراثك من أبيك رسول الله (ص) فجائت إلى أبي بكر و قالت: لم تمنعني ميراثي من أبي رسول الله(ص) ؟ و أخرجتَ وكيلي من فدك و قد جعلها لي رسول الله (ص) بأمر الله تعالى؟" جاؤ اپنے بابا کی میراث میں سے اپنے حق کا مطالبہ کرو تو آپ ابوبکر کے پاس گئیں اور ان سے کہا: تم نے میرے بابا کی میراث سے مجھے کیوں محروم کر دیا ہے؟ اور میرے کارندوں کو فدک سے کیوں نکال دیا؟ جب کہ مجھے وہ رسول اللہؐ نے خدا کے حکم سے عنایت فرمایا تھا۔ تو انھوں نے کہا کہ انشاء اللہ آپ حق کے سوا کچھ نہیں کہہ رہی ہیں لیکن آپ اس کے لئے گواہ پیش کریں، تو ام ایمن آئیں اور انھوں نے خلیفہ سے کہا: اے ابوبکر میں اس وقت تک گواہی نہ دوں گی جب تک تمہارے سامنے رسول اللہؐ کے قول سے حجت تمام نہ کر دوں میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتی ہوں کہ بتاؤ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ رسول اللہؐ نے یہ فرمایا ہے: ام ایمن اہل جنت کی خواتین میں سے ہیں"، تو خلیفہ نے جواب دیا ہاں یہی فرمایا تھا تو وہ بولیں، تو اب میں یہ گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالی نے رسول اللہؐ کو یہ تاکید فرمائی ﴿فآت ذا القربى حقه﴾ تو آپ نے فدک کا علاقہ فاطمہؑ کو بخش دیا اور پھر علیؑ نے بھی یہی گواہی دی، تو ابوبکر نے ایک نوشتہ لکھ کر اسے آپ کے حوالہ کر دیا اتنے میں عمر آ گئے اور بولے یہ نوشتہ کیسا ہے؟ تو خلیفۂ اول نے کہا کہ فاطمہؑ نے فدک کا دعویٰ کیا تھا اور ام ایمن نیز علیؑ نے ان کے حق میں گواہی دی ہے لہٰذا میں نے ان کے لئے یہ نوشتہ لکھ دیا تو عمر نے اسے جناب فاطمہؑ کے ہاتھ سے لے کر پہلے اس پر تھوکا اور پھر اسے پھاڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا، تو شہزادی کائنات وہاں سے روتی ہوئی باہر نکل آئیں۔

۱۔ شرح نہج البلاغہ: ۲۱۷/۱۶۔

روایت میں ہے کہ ایک بار مولائے کائنات خلیفۂ اول کے پاس گئے اس وقت وہ مسجد میں تھے تو آپ نے خلیفہ سے کہا: "یا أبا بکر لِمَ منعت فاطمة میراثها من رسول الله (ص) و قد ملكته في حياة رسول الله (ص) ؟" "اے ابوبکر تم نے فاطمہؑ کو اور رسول اللہؐ کی میراث سے کیوں محروم کر دیا جب کہ وہ رسول اللہ کی زندگی سے ہی اس کی مالک تھیں؟" تو ابوبکر بولے، یہ مسلمانوں کا حق ہے، لہٰذا اگر اس بارے میں گواہی پیش ہو جائے کہ آنحضرتؐ نے فدک انھیں دے دیا تھا تو ٹھیک ہے ورنہ اس میں ان کا کوئی حق نہیں ہے تو مولائے کائناتؑ نے جواب دیا:" یا أبابکر أتحکم فينا بخلاف حكم الله في المسلمين ؟" اے ابوبکر کیا تم ہمارے لئے مسلمانوں کے برعکس اللہ کا جو حکم ہے اس کے برخلاف فیصلہ کر رہے ہو؟ تو انھوں نے کہا نہیں تب آپ نے فرمایا:" فإن كان في يد المسلمين شيء يملكونه، ثم ادّعيت أنا فيه، من تسأل البينة ؟" (تو یہ بتاؤ کہ) اگر کسی مسلمان کے ہاتھ میں کوئی چیز ہو اور میں اس کے اوپر دعویٰ کرنے لگوں تو تم کس سے گواہوں کا مطالبہ کرو گے؟ تو خلیفہ بولے تم سے گواہی پیش کرنے کا مطالبہ کروں گا۔ تو آپ نے فرمایا:"فما بال فاطمة سألتها البيّنة على ما في يدها و قد ملكته في حياة رسول الله (ص) و بعده، و لم تسأل المسلمين بيّنة على ما ادّعوا شهوداً كما سألتني على ما ادّعيت عليهم ؟ " تو کیا وجہ ہے کہ جو چیز رسول اللہؐ کے زمانے میں اور اس کے بعد بھی فاطمہؑ کے قبضہ میں تھی اور وہ ان کی ملکیت بھی تھی تم ان سے گواہی پیش کرنے کو کہہ رہے ہو، اور جو مسلمان دعویٰ کر رہے ہیں ان سے کیوں گواہی طلب نہیں کرتے ہو؟ جیسا کہ تم نے میرے دعوے کے موقع پر مجھ سے گواہ پیش کرنے کا مطالبہ کیا تھا! تو خلیفہ بالکل چپ رہ گئے۔

تو عمر نے کہا: اے علیؑ! ہمیں اپنی باتوں سے دور ہی رکھو! ہمارے اندر تمہاری حجتوں کا مقابلہ کرنے کی تاب نہیں ہے اگر تم عادل گواہ لے آئے تو ٹھیک ورنہ وہ مسلمانوں کا حق ہے اور اس میں نہ تمہارا کوئی حق ہے اور نہ ہی فاطمہؑ کا حق ہے۔

حضرت علیؑ نے کہا:"یا أبابکر تقرأ كتاب الله؟" اے ابوبکر کیا تم کتاب خدا کی تلاوت کرتے ہو؟ وہ بولے ہاں! آپ نے فرمایا: تم مجھے یہ بتاؤ کہ یہ آیت ﴿إنّما يريد الله ليذهب عنكم الرجس

أهل البيت و يطهّركم تطهيراً ﴾ کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟ ہماری شان میں یا ہمارے علاوہ کسی اور کی شان میں؟ کہنے لگے، تم لوگوں کے بارے میں، تو آپ نے فرمایا: "فلو أنّ شهوداً شهدوا علیٰ فاطمة بنت رسول الله (ص) بفاحشة ما كنت تصنع بها؟" ذرا یہ بتاؤ کہ اگر چند گواہ تمہارے سامنے آ کر پیغمبر اکرمؐ کی بیٹی فاطمہؑ کے بارے میں کسی غلط بات کی گواہی دیں تو تم ان کے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟ تو ابوبکر نے کہا ان پر اسی طرح حد جاری کروں گا جس طرح دوسری مسلمان عورتوں پر حد جاری کرتا ہوں۔ تو مولائے کائناتؑ نے جواب دیا: "كنتَ إذن عند الله من الكافرين" تب تو تم خدا کے نزدیک کافر ہو جاؤ گے وہ بولے کس لئے؟ آپ نے فرمایا: "لأنّک رددت شهادة الله بالطهارة و قبلت شهادة الناس عليها ، كما رددت حكم الله و حكم رسوله أن جعل لها فدكاً و زعمت أنّها فيء للمسلمين ، و قد قال رسول الله (ص) : البيّنة على من ادّعیٰ و اليمين على من أنكر" اس لئے کہ تم نے ان کی طہارت و پاکدامنی کے بارے میں اللہ کی گواہی کو ٹھکرا دیا اور اس کے بالمقابل لوگوں کی گواہی مان لی، بالکل اسی طرح جس طرح تم نے فدک کے معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول کی گواہی کو ٹھکرا دیا اور اپنے خیال خام میں اسے مسلمانوں کا حق قرار دے دیا۔ جب کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ گواہی پیش کرنا اس کی ذمہ داری ہے جو مدّعی ہو اور قسم اس کے لئے ہے جو منکر ہے" یہ سنکر لوگ چلانے لگے اور ایک دوسرے کی مخالفت کرنے لگے اور یہ کہنے لگے، خدا کی قسم علیؑ سچ کہہ رہے ہیں۔(۱)

۱۔ احتجاج طبرسی: ۱/۲۳۴؛ کشف الغمہ: ۱/۴۷۸؛ شرح نہج البلاغہ، ابی الحدید ۱۶/۲۷۶۔

۵۔ مسجد نبیؐ میں جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا خطبہ

جب شہزادی کو یہ اطلاع ملی کہ ارباب خلافت نے یہ طے کرلیا ہے کہ ان کو فدک سے محروم ہی رکھا جائے تو آپ نے مسجد میں جا کر اپنی مظلومیت کا اعلان کرنے اور لوگوں کے درمیان ایک تاریخی خطبہ ارشاد فرمانے کا پختہ ارادہ کرلیا چنانچہ پورے مدینہ اور اس کے اطراف میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ بضعۃ الرسولؐ، ریحانۂ پیغمبرؐ اپنے بابا کی مسجد میں خطبہ ارشاد فرمانے والی ہیں، یہ خبر پا کر آپ کا تاریخی خطبہ سننے کے لئے ہر طرف سے لوگ جوق در جوق مسجد نبوی میں پہنچنے لگے چنانچہ ہم سے عبداللہ بن الحسن نے اپنے آبائے کرام کے ذریعہ سے اس خطاب کی تفصیل یوں بیان کی ہے:

جب ابوبکر اور عمر نے مل کر جناب فاطمہؑ سے فدک واپس نہ کرنے کا پختہ فیصلہ کرلیا اور آپ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے اپنی چادر سر پر اوڑھی، مقنعہ کو درست کیا، اور اپنے خاندان نیز بنی ہاشم کی خواتین کے حلقہ میں گھر سے باہر تشریف لائیں اس وقت آپ کی چادر کے گوشے زمین پر خط دے رہے تھے، اور آپ کے چلنے کا انداز بالکل رسول اللہؐ کے انداز سے مشابہ تھا۔ یہاں تک کہ آپؑ اس خلیفہ کے پاس پہنچ گئیں جو اس وقت مہاجرین و انصار کے مجمع میں بیٹھے ہوئے تھے پھر آپ کے اور ان کے درمیان ایک پردہ ڈال دیا گیا اور آپؑ اس کے پیچھے بیٹھ گئیں، اس کے بعد آپ نے ایک ایسی آہ و فریاد کی کہ جس سے پورا مجمع دہل گیا اور ہر طرف گریہ کی آوازیں بلند ہوگئیں اور مجلس پر لرزہ طاری ہوگیا، آپ نے تھوڑی دیر انتظار کیا یہاں تک کہ لوگوں کی ہچکیاں رک گئیں اور رونے کی آوازیں دھیمی پڑ گئیں، آپ نے حمد و ثنائے الٰہی اور اس کے پیغمبر پر صلوات سے خطبہ کا آغاز کیا۔ جس سے لوگوں کی آواز گریہ دوبارہ بلند ہوگئی۔ جب سب خاموش ہوگئے تو آپ نے اپنے سلسلۂ کلام کا دوبارہ یوں آغاز کیا:

الحمد للّٰہ علی ما أنعم، و له الشّکر علی ما ألهم، و الثناء بما قدّم من عموم نعمٍ ابتدأها، و سبوغ آلاء أسداها، و تمام منن أولاها، جمّ عن الاحصاء عددها، و نأیٰ عن الجزاء أمدُها، و تفاوت عن الادراک أبدُها، و نَدَبَهم لا ستزادتِها بالشُّکرِ لاتّصالها،

و استحمَدَ إلى الخلائِقِ بإجزالها، و ثنى بالندب إلى أمثالها ، و أشهد أن لا إله إلّا الله و حده لا شريک له ، كلَمَةً جعل الإخلاصَ تأويلَها ، و ضَمّنَ القلوبَ مَوصولَها ، و أنارَ فی التفكُرِ معقولَها.

الممتنع من الأبصار رؤيته ، و من الألسُنِ صفَتُه ، و من الأوهامِ كيفيتُهُ ، ابتدع الأشياء لا من شيءٍ كان قَبلها ، أنشأها بلا احتذاءِ أمثلةٍامتثَلَها، كوّنَها بقدرته، و ذَرَأها بمشيَّتِه، من غير حاجةٍ منه إلى تكوينها ، و لا فائدة له فی تصويرِها، إلّا تثبيتاً لحكمته، و تنبيهاً على طاعته، إظهاراً لقدرته و تعبُّداً لبريّته إعزازاً لدعوته، ثمّ جعل الثواب على طاعته، و وضع العقاب على معصيته، ذِيادة لعباده عن نقمته ، و حياشة لهم إلى جنّته.

و أشهد أنّ أبی محمّداً عبده و رسوله اختاره قبل أن أرسله ، و سمّاه قبل أن اجتباه، و اصطفاه قبل أن ابتعثه، إذ الخلائق بالغيب مكنونة ، و بستر الأهاويل مصونة ، و بنهاية العدم مقرونة ، علماً من الله تعالى بمآيل الاُمُورِ ،و إحاطةً بحوادث الدهور ، و معرفةً بمواقع الاُمور، ابتعثه الله إتماماً لأمره، و عزيمة على إمضاء حكمه ، إنفاذاً لمقادير حتمه، فرأى الاُمم فِرَقاً فی أديانها، عُكّفاً على نيرانها، عابدة لأوثانها، منكرة لله مع عِرفانِها.

فَأنَارالله بأبی محمّد (ص) ظُلَمها، و كَشَفَ عن القلوب بُهَمَها، و جَلٰى عن الأبصارِ غُمَمَها ، وقام فی النّاس بالهداية ، فأنقذهم من الغواية ،و بصّرهم من العماية ، و هداهم إلى الدين القويم ، و دعاهم إلى الطريق المستقيم .

ثمّ قبضه الله إليه قبض رأفة و اختيار ، و رغبة و إيثار ، فمحمّد (ص) من تعب هذه الدار فی راحة ، قد حفّ بالملائكة الأبرار ، و رضوان الربّ الغفّار ، ومجاورة الملک الجبّار ، صلّى الله على أبی نبيّه ، و أمينه ، و خيرته من الخلق وصفيّه ، و السّلام عليه

و رحمة الله و بركاته﴾ .

ثـمّ التفتت إلى أهل المجلس و قالت : ﴿أنتم عباد الله نصب أمره و نهيه، و حملة دينه و وحيه، و امناء الله على أنفسكم ، و بلغاؤه إلى الامم ، زعيم حق له فيكم ، و عهد قدّمه إليكم ، و بقيّة استخلفها عليكم ، كتاب الله الناطق ، و القرآن الصادق، و النور الساطع ، و الـضياء اللامع ، بيّنة بصائره ، منكشفةً سرائره ، منجلية ظواهره ، مغتبطةٌ به أشياعه ، قـائـداً إلـى الـرضـوان اتّبـاعـه ، مؤدٍّ إلى النجاة استماعه ، به تنال حجج الله المنوّرة ، و عـزائـمـه الـمـفسّـرة ، و مـحـارمـه الـمحذّرة ، و بيّناته الجالية ، و براهينه الكافية ، و فضائله المندوبة ، و رخصه الموهوبة ، و شرائعه المكتوبة .

فجعل الله الأيمان تطهيراً لكم من الشرك ، و الصلاة تنزيهاً لكم عن الكبر ، و الزكاة تـزكية لـلـنفس ، و نماء في الرزق، و الصيّام تثبيتاً للإخلاص ، و الحجّ تشييداً للدين ، و الـعـدل: تنسيقاً للقلوب ، و طاعتنا نظاماً للملّة ، وإمامتنا أماناً للفرقة ، و الجهاد عزّاً لـلإسلام ، و الـصبّر معونةً على استيجاب الأجر ، و الأمر بالمعروف مصلحة للعامّة ، و بـرّ الـوالـديـن و قـاية مـن الـسـخط ، وصلة الأرحام منسأة في العمر و منماة للعدد، و الـقصاص حقناً للدماء و الوفاء بالنذر تعريضاً للمغفرة ، و توفية المكاييل و الموازين تغييراً للبخس ، و النهى عن شرب الخمر تنزيهاً عن الرجس ، و اجتناب القذف حجاباً عن اللعنة ، و ترك السرقة إيجاباً للعفّة ، و حرّم الله الشرك إخلاصاً له بالربوبية .

فـاتّـقوا الله حقّ تقاته، ولا تـموتنّ إلّا و أنتم مسلمون ، أطيعوا الله فيما أمركم به و نهاكم عنه ، فإنّه يخشى الله من عباده العلماء .

ثـمّ قـالت : أيّها الناس ! اعلموا أنّي فاطمة و أبي محمّد ، أقول عوداً و بدواً ، و لا أقول مـا أقـول غـلـطـاً ، و لا أفـعل ما أفعل شططاً ﴿لقد جآئكم رسول من انفسكم عزيزٌ عيه

ما عنتم حريص عليكم بالمومنين رووف رحيم﴾فإن تعزوه و تعرفوه تجدوه أبي دون نسائكم ، و أخا ابن عمّي دون رجالكم ، و لنعم المعزّى إليه ، فبلّغ الرسالة صادعاً بالنذارة مائلاً عن مدرجة المشركين ، ضارباً ثبجهم آخذاً بأكظامهم داعياً إلى سبيل ربّه بالحكمة و الموعظة الحسنة ، يجف الأصنام و ينكث الهام ، حتّى انهزم الجمع و ولّوا الدبر ، حتّى تفرّى اللّيل عن صبحه، و أسفر الحقّ عن محضِه ، ونَطَقَ زعيم الدّين ، و خرست شقاشق الشياطين ، وطاح وشيظ النفاق ، وانحلّت عقد الكفروَ الشقاق ، و فُهتُم بكلمة الإخلاص في نفرٍمن البيض الخِماصِ و كنتم على شفا حفرة مِن النار ،مِذقَةَ الشاربِ و نَهزَة الطامع، وَ قَبْسَةَ العجلان ، و موطئ الأقدام تشربون الطرق ، و تفتاتون القدّ أذلّة خاسئين ، تخافون أن يتخطّفكم النّاس من حولكم ، فأنقذكم الله تبارك و تعالى بمحمد (ص) ، بعد اللتيا و الّتي ، و بعد أن مُنىَ ببهُم الرجال و ذؤبان العرب ، و مردة أهل الكتاب ، كلّما أوقدوا ناراً للحرب أطفأها الله ، أونَجَمَ قرنُ الشيطان ، أو فَغَرت فاغِرة من المشركين قذف أخاه في لهواتها، فلا ينكفئ حتّى يطأ جناحها بأخمصه ، و يخمد لهبها بسيفه، مكدوداً في ذات الله ، مجتهداً في أمر الله ، قريباً من رسول الله ، سيّداً في أولياء الله ،مشمّراً ناصحاً ، مجدّاً كادحاً ، لا تأخذه في الله لومة لائمٍ، و أنتم في رفاهية من العيش ، و ادعون فاكهون آمنون ، تتربّصون بنا الدوائر و تتوكّفون الأخبار و تنكصون عند النزال ،و تفرّون من القتال .

فلمّا اختار الله لنبيّه (ص) دار أنبيائه ومأوىٰ أصفيائه ظهر فيكم حَسَكَةُ النفاق ، و سَمُلَ جِلبابُ الدين ، و نطق كاظم الغاوين ، ونَبَغَ خامِلُ الأقلّين ، وَ هَدَرَ فَنيقُ المبطلين ، فَخَطَرَ في عَرصَاتكم ، و أطلع الشيطان رأسه من مَغرِزِه هاتفاً بكم فألفاكُم لدعوته مستجيبين ، وللغرة فيه ملاحظين ، ثمّ استنهضكم فوجدكم خفافا ، وأحشمكم فألفاكم غضاباً، فَوَسمتُم غيرَ إبلكم ، ووردتم غير مَشرَبكم ، هذا والعهد

قريب ، والكلم رحيب ، والجُرحُ لمّا يندَمِل ، وَالرّسول لمّا يُقبَر، إبتدارا زعمتم خوف الفتنة.

﴿آلا فى الفِتنَةِ سَقَطُوا وَاِنَّ جَهَنَّم لَمُحِيطَةٌ بالكافرين﴾

فهيهاتَ منكم ، وكيف بكم ، وأنّىٰ تؤ فكون ، وكتاب الله بين أظهركم ، امورُه ظاهرة، وأحكامه زاهرة ، وأعلامه باهرة ، وأعلامه وزواجره لايحة ، وأوامره واضحة، وقد خلّفتموه وراء ظهوركم ، أرغبةً عنه تريدون ؟ أم بغيره تحكمون ؟ ،

﴿بِئسَ للظالمين بدلا﴾

﴿ وَمن يبتغ غير السلام ديناً فلن يُقبل منه و هو فى الآخرةِ من الخاسرين﴾

ثمّ لم تلبثوا إلّا ربث أن تسكن نِفرتها ويسلس قيادها، ثمّ أخذتم تورون وقدتها ، وتهيّجون جمرتها، وتستجيبون لهتاف الشيطان الغويّ وإطفاء أنوار الدين الجلى ، وإهمال سنن النبيّ الصفيّ(ص)، تشربون حسوا فى ارتغاء وتمشون لأهله ووُلده فى الخمرة والضرّاء ونصبر منكم على مثل حَزِّ المُدىٰ وَوَخْزالسِنان فى الحشا، وأنتم الآن تزعمون :أن لاإرث لنا، أفحكم الجاهليّة تبغون ؟ ومن أحسن من الله حكما لقوم يوقنون ! أ فلا تعلمون ؟ بلى قد تجلّى لكم كالشمس الضاحية : أنّى ابنته ، أيّها المسلمون أأُغلَبُ على إرثى؟.

يابن أبى قُحافة أفى كتاب الله تَرِثُ أباک ولاأَرِثُ أبى ؟ لقد جئتَ شيئا فريّا أفعلىٰ عمدٍ تركتم كتاب الله ونبذتموه وراء ظهورِكم ؟ إذ يقول : ﴿وورث سليمان داود﴾، وقال فيما اقتص من خبر يحيى بن زكريا إذ قال : فهب لى من لدنک ولياً. يرثنى و يرثُ من آل يعقوبَ.

وقال :﴿و اولوالارحام بعضهم اولىٰ ببعضٍ فى كتاب اللّه﴾ وقال :﴿يوصيكم اللّه فى

اولادکم للذکر مثل حظّ الانثیین﴾ وقال :﴿ان ترک خیراً الوصیَّةُ للوالدین و الاقربین بالمعروف حقاً علی المتقین﴾

وزعمتم أن لاحُظْوَة لی ولا إرث من أبی ولا رحم بیننا ، أفخصّکم الله بآیة أخرج أبی منها ؟ أم هل تقولون : إنّ أهل ملّتین لا یتوارثان ؟ أوَلستُ أنا وأبی من أهل ملّة واحدة؟ أم أنتم أعلم بخصوص القرآ ن وعُمومه من أبی وابنِ عمّی ؟.

فدونکها مخطومة مرحولة تلقاک یوم حَشرِک ، فنعم الحَکَمُ الله ، والزعیم محمد(ص)والموعد القیامة ، وعند الساعة یخسر المبطلون، ولا ینفعکم إذتندمون ، ولکلّ نبأ مستقرّ وسوف تعلمون من یأتیه عذاب یخزیه ویحِلّ علیه عذاب مقیم﴾

ثمّ رمت بطرفها نحوالأنصار فقالت : ﴿یامعشرالنقیبة وأعضاد الملّة وحَضَنَةَ الإسلام ، ماهذه الغَمِیزَةُ فی حقی والسنةُ عن ظُلَامَتِی ؟ أماکان رسول الله (ص) أبی یقول:﴿المرء یُحفَظُ فی وُلْده﴾ ؟ سرعان ما أ حدثتم ،وعجلان ذا إهالَةٍ ولکم طاقة بما اُحاول ، وقوّة علی ما أطلُب واُزاول ، أتقولون مات محمد(ص)؟ فخطب جلیل استوسع وهنُه واستنهر فَتقُهُ وانفتق رَتقُهُ واظلمّت الأرض لغیبته ، وکُسِفَتِ الشمسُ وَالقَمَرُ ،وانکدرت النجوم لمصیبته و اکدت الآمالُ و خَشَعْتِ الجبالُ و اضیع الحریم واُزیلت الحرمة عند مماته ، فتلک والله النازلة الکبری ، والمصیبة العظمی ، لامثلها نازلة ، ولابائقة عاجلة ، أعلن بها کتاب الله جلّ ثناؤه فی أفنِیتِکم ، ولقَبلِه ما حلّ بأنبیاء الله ورسله حکمٌ فصلٌ، وقضاءٌ حتم :

﴿و ما محمدٌ الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات اوّ قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم و من ینقلب علیٰ عقبیه فلن یضرَّ الله شیئا و سیجزی اللّه الشاکرین﴾

إیهاً بنی قیلَةَ أاُهضَمُ تُراث أبی ؟ و أنتم بمرأیً منّی و مَسمَع و مُنتَدیً و مَجمَع ،

تُـلبسُـكُـم الـدّعـوَـة ، و تشـمـلـكم الحيَرَةُ ، أنتم ذوو العدد و العُدّة ، و الأداة و القوّة ، و عندكم السلاح و الجُنة ، توافيكم الدعوَةُ فلا تجيبون ، و تأتيكم الصَرخة فلا تغيثون ، وأنتـم مـوصـوفـون بـالـكِفاح ، معروفون بالخير و الصّلاح ، و النُخبة الّتى انتُخِبت ، و الخير ة التـى اختيـرت لـنـا أهـل البيـت ، قـاتـلتم العرب ،و تحمّلتم الكدّ و التعب ، و نـاطـحتـم الامـم و كـافـحتـم البُهَمَ ، لا نبرح أو تبرحون ، نأمركم فتأتمرون حتّى إذا دارت بنا رحى الإسلام ، و درّ حَلَبُ الأيامِ ، و خَضَعتْ ثَغرةُ الشِّرك ، و سكنت فَورَةُ الإفكِ ، و خـمدت نيران الكفر ، و هدأت دعوة الهَرَج ، واستَوسَقَ نظام الدّين ، فأنى حـزتـم بـعـد البيـان ؟ و أسـررتـم بـعـد الاعـلان ؟ و نـكصتم بعد الأقدام ؟ و أشركتم بعد الايمان ؟ .

بُـؤساً لقوم نكثوا أيمانهم من بعد عهدهم ، و همّوا بإخراج الرّسول ، وهُم بدأوكم أوّل مـرّـة ، أتـخشـونهـم فـالله أحقّ ان تخشوه ان كنتم مومنين الا و قدارىٰ انقداخلدتم الىٰ الـخفض و ابعدتم من هو احقُّ بالبسط و القبض ، و خلوتم بالدعة و نجوتم بالضّيق من السعة ، فمججتم ما وعيتم ، و دسعتم الذى تسوّغتم فإنّ تكفروا أنتم و من فى الأرض جميعاً فإنّ الله لغنى حميد.

ألا و قـد قـلـتُ مـا قـلـتُ هـذا عـلـى مـعرفة منّى بالخذلة الّتى خامرتكم و الغدرة التى استشعَـرَتْهـا قـلوبكم ، و لكنّها قَضْيَةُ النفس و نفثة الغيظ ، وخور القناة و بثةُ الصدر و تَـقـدِمةُ الـحـجّة ، فـدونكموها فاحتقِبوها دَبِرَةَ الظَهر، نَقِبَةَ الخُفّ باقيةَ العار، موسومةً بغضب الجبّار و شـنـارِ الأبد، موصولة بنار الله الموقدة، الّتى تطّلع على الأفئدة، فبعين الله مـا تـفـعـلـون ﴿و سيعلم الذين ظلموا أىّ منقلب ينقلبون﴾. و أنا ابنة نذير لكم بين يدى عذاب شديد فاعملوا إنّا عاملون ، و انتظروا إنّا منتظرون ﴾.

﴿سبـحـان الله مـا كـان أبى رسول الله (ص) عن كتاب الله صادفاً و لا لأحكامه مخالفاً !

بل كان يتّبع أثره ، و يقفو سوره ، أفتجمعون إلى الغدر اعتلالاً عليه بالزُور، و هذا بعد وفاته شبيه بما بُغى له من الغوائل فى حياته ، هذا كتاب الله حكماً عدلاً،و ناطقاً فصلاً يقول: ﴿يرثنى و يرث من آل يعقوب﴾ و يقول : ﴿و ورث سليمان داود﴾ و بيّن عزّوجلّ فيما وزّع من الأقساط ، و شرع من الفرائض و الميراث ، وأباح من حظ الذُكران و الإناث ما أزاح به علّة المبطلين ، أزال التظنّى و الشبهات فى الغابرين ، كلّا بل سوّلت لكم انفسكم أمراً فصبرٌ جميل و الله المستعان على ما تصفون﴾ .

﴿ثمّ التفتت فاطمة (ع) إلى الناس و قالت : ﴿معاشر المسلمين المسرعة إلى قيل الباطل ، المغضية على الفعل القبيح الخاسر، أفلا تتدبّرون القرآن أم على قلوب أقفالها؟ كلّا بل ران على قلوبكم ما أسأتم من أعمالكم . فاخذ بسمعكم و أبصاركم و لبئس ما تأوّلتم ، و ساء ما به أشرتم، و شرّ ما منه اغتصبتم ، لتجدنّ و الله محمله ثقيلاً ، وغبّه وبيلاً ، إذا كشف لكم الغطاء و بان ما وراءه الضرّاء و بدا لكم من ربّكم ما لم تكونوا تحتسبون ﴿و خسر هُنالك المبطلون ﴾.

ثم عطفت على قبر النبىّ (ص) و قالت :

قد كان بعدك أنباء وهنبثة   لو كنت شاهدها لم تكثر الخُطب
إنّا فقدناك فقْد الأرض و ابلها   و اختلّ قومك فاشهدهم و لا تغب
و كلّ أهل له قربى و منزلة   عند الإله على الأدنين مقترب
أبدت رجال لنا نجوى صدورهم   لمّا مضيت و حالت دونك الترب
تجهّمتنا رجال و استخفّ بنا   لمّا فقدت و كل الأرض مغتصب
و كنت بدراً و نوراً يستضاء به   عليك ينزل من ذى العزة الكتب
و كان جبريل بالآيات يؤنسنا   فقد فقدت و كل الخير محتجب
فليت قبلك كان الموت صادفنا   لمّا مضيت و حالت دونك الكتب

ترجمہ ا: ساری تعریف اللہ کے لئے ہے اس کے انعام پر اور اس کا شکر ہے اس کے الہام پر۔ وہ قابل ثنا ہے کہ اس نے بے طلب نعمتیں دیں اور مکمل نعمتیں دیں اور مسلسل احسانات کئے جو ہر شمار سے (ا) بالاتر ہر معاوضہ سے بعید تر اور ہر ادراک سے بلند تر ہیں۔

بندوں کو دعوت دی کہ شکر کے ذریعہ نعمتوں میں اضافہ کرائیں پھر ان نعمتوں کو مکمل کر کے مزید حمد کا مطالبہ کیا اور انھیں دہرایا۔ میں شہادت دیتی ہوں کہ خدا وحدہٗ لاشریک ہے اور اس کلمہ کی اصل اخلاص ہے، اس کے معنی دلوں سے پیوست ہیں۔ اس کا مفہوم فکر کو روشنی دیتا ہے۔ وہ خدا وہ ہے کہ آنکھوں سے جس کی رویت ، زبان سے تعریف اور خیال سے کیفیت کا بیان محال ہے۔ اس نے چیزوں کو بلا کسی مادہ اور نمونہ کے پیدا کیا ہے صرف اپنی قدرت اور مشیت کے ذریعہ، اسے نہ تخلیق کے لئے نمونہ کی ضرورت تھی، نہ تصویر میں کوئی فایدہ تھا سوائے اس کے کہ اپنی حکمت کو مستحکم کر دے اور لوگ اس کی اطاعت کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ اس کی قدرت کا اظہار ہو اور بندے اس کی بندگی کا اقرار کریں۔ وہ تقاضائے عبادت کرے تو اپنی دعوت کو تقویت دے۔ چونکہ اس نے اطاعت پر ثواب رکھا اور معصیت پر عذاب رکھا تاکہ لوگ اس کے غضب سے دور رہوں اور جنت کی طرف کھنچ آئیں۔

میں شہادت دیتی ہوں کہ میرے والد حضرت محمدؐ اللہ کے بندے اور وہ رسولؐ ہیں جن کو بھیجنے سے پہلے چنا گیا اور بعثت سے پہلے منتخب کیا گیا۔ اس وقت جب مخلوقات پردۂ غیب میں پوشیدہ اور حجاب عدم میں محفوظ اور انتہائے عدم سے مقرون تھیں آپ مسائل امور اور حوادث زمانہ اور مقدرات کی مکمل معرفت رکھتے تھے۔

اللہ نے آپ کو بھیجا تاکہ اس کے امر کی تکمیل کریں، حکمت کو جاری کریں اور حتمی مقررات کو نافذ کریں مگر آپ نے دیکھا کہ امتیں مختلف ادیان میں تقسیم ہیں آگ کی پوجا، بتوں کی پرستش اور خدا کے جان بوجھ کر انکار میں مبتلا ہیں۔ آپ نے ظلمتوں کو روشن کیا، دل کی تاریکیوں کو مٹایا، آنکھوں سے پردے اٹھائے،

ا۔ واضح رہے کہ شہزادی کائناتؑ کی معجز نما فصاحت و بلاغت کے پیش نظر آپ کے دونوں خطبوں کا ترجمہ ''صحیفۃ الزہرا'' مترجمہ علامہ سید ذیشان حیدر جوادی طاب ثراہ سے نقل کیا جارہا ہے۔

ہدایت کے لئے قیام کیا، لوگوں کو گمراہی سے نکالا، اندھے پن سے بابصیرت بنایا، دین قویم اور صراط مستقیم کی دعوت دی۔

اس کے بعد اللہ نے انتہائی شفقت و مہربانی اور رغبت کے ساتھ انہیں بلا لیا اور اب وہ اس دنیا کے مصائب سے راحت میں ہیں، ان کے گرد ملائکہ ابرار اور رضائے الٰہی ہے اور سر پر رحمتِ خدا کا سایہ ہے خدا میرے اس باپ پر رحمت نازل کرے جو اس کا نبی، وحی کا امین، مخلوقات میں منتخب، مصطفےٰؐ اور مرتضیٰؑ تھا۔

اس پر سلام و رحمت و برکتِ خدا ہو۔ بندگان خدا:

تم اس کے حکم کا مرکز، اس کے دین و وحی کے حامل، اپنے نفس پر اللہ کے امین، اور امتوں تک اس کے پیغام رساں ہو۔

تمہارا خیال ہے اس پر تمہارا کوئی حق ہے حالانکہ تم میں اس کا وہ عہد موجود ہے جسے اس نے بھیجا ہے اور بقیہ ہے جسے اپنی خلافت دی ہے۔

وہ خدا کی کتاب قرآن ناطق قرآن صادق، نور ساطع اور ضیأ روشن ہے جس کی بصیرتیں نمایاں اور اسرار واضح ہیں، ظواہر منور ہیں اور اس کا اتباع قابل رشک ہے۔ وہ قاید رضاۓ الٰہی ہے اور اس کی سماعت ذریعہ نجات ہے۔ اسی سے اللہ کی روشن حجتیں، اسکے واضح فرایض، مخفی محرمات روشن بینات کافی دلایل، مندوب فضایل، لازمی تعلیمات اور قابلِ رخصت احکام کا انداز ہوتا ہے۔

اس کے بعد خدا نے ایمان کو شرک سے تطہیر، نماز کو تکبر سے پاکیزگی، زکوٰۃ کو نفس کی صفائی اور رزق کی زیادتی، روزہ کو خلوص کے استحکام، حج کو دین کی تقویت، عدل کو دلوں کی تنظیم، ہماری اطاعت کو ملت کے نظام، ہماری امامت کو تفرقہ سے امان، جہاد کو اسلام کی عزت، صبر کو طلب اجر کا معاون، امر بالمعروف کو عوام کی مصلحت، والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کو عذاب سے تحفظ، صلہ رحم کو عدد کی زیادتی، قصاص کو خون کی حفاظت، ایفاءَ نذر کو مغفرت کا وسیلہ، ناپ تول کو فریب دہی کا توڑ، حرمت شراب خوری کو رجس سے پاکیزگی، تہمت سے پرہیز کو لعنت سے محافظت اور ترک سرقت کو عفت کا سبب قرار دیا ہے، اس نے شرک کو

حرام کیا تا کہ ربوبیت سے اخلاص پیدا ہو۔لہٰذا اللہ سے باقاعدہ ڈرو اور بغیر مسلمان ہوئے نہ مرنا،اس کے امرونہی کی اطاعت کرو اس لئے کہ اس کے بندوں میں خوف رکھنے والے صرف صاحبانِ علم ومعرفت ہی ہوتے ہیں۔

لوگو: یہ جان لو کہ میں فاطمہؑ ہوں،اور میرے باپ محمد مصطفیؐ ہیں۔یہی اول وآخر کہتی ہوں اور نہ غلط کہتی ہوں نہ بے ربط۔وہ تمھارے پاس رسول بن کر آئے،ان پر تمہاری زحمتیں شاق تھیں،وہ تمہاری بھلائی کے خواہاں اور صاحبانِ ایمان کے لئے رحیم ومہربان تھے۔اگر تم انھیں اوران کی نسبت کو دیکھو تو تمام عرب میں صرف میرے باپ،اور تمام مردوں میں صرف میرے ابن عم کو ان کا بھائی پاؤگے،اور اس نسبت کا کیا کہنا؟

میرے پدر بزرگوار نے کھل کر پیغام خدا کو پہنچایا،مشرکین سے بے پرواہ ہوکر ان کی گردنوں کو پکڑ کر اوران کے سرداروں کو مارکر دین خدا کی طرف حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ دعوت دی۔وہ مسلسل بتوں کو توڑ رہے تھے اور مشرکین کے سرداروں کو سرنگوں کررہے تھے یہاں تک کہ مشرکین کو شکست ہوئی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔

رات کی صبح ہوگئی،حق کی روشنی ظاہر ہوگئی،دین کا ذمہ دار گویا ہوگیا شیاطین کے ناطقے گنگ ہوگئے،نفاق تباہ ہوا،کفر وافترا کی گرہیں کھل گئیں اور تم لوگوں نے کلمۂ اخلاص کو ان روشن چہرہ فاقہ کش لوگوں سے سیکھ لیا،جن سے اللہ نے رجس کو دور رکھا تھا اور انھیں حق طہارت عطا کیا تھا تم جہنم کے کنارے پر تھے میرے باپ نے تم کو بچایا،تم ہر لالچی کے لئے مال غنیمت اور ہر زودکار کے لئے چنگاری تھے ہر پیر کے نیچے پامال تھے،گندہ پانی پیتے تھے،پتے چباتے تھے،ذلیل اور پست تھے،ہر وقت چار طرف سے حملہ کا اندیشہ تھا لیکن خدا نے میرے باپ محمدؐ کے ذریعہ تمھیں ان تمام مصیبتوں سے بچالیا۔

خیر ان تمام باتوں کے بعد بھی جب عرب کے نامور سرکش بہادر اور اہل کتاب کے باغی افراد نے جنگ کی آگ بھڑکائی تو خدا نے اسے بجھا دیا یا شیطان نے سینگ نکالی یا مشرکوں نے منھ کھولا تو میرے باپ نے اپنے بھائی کو ان کے حلق میں ڈال دیا اور وہ اس وقت تک نہیں پلٹے جب تک ان کے کانوں کو کچل نہیں دیا

اوران کے شعلوں کو آب شمشیر سے بجھا نہیں دیا۔ وہ اللہ کے معاملہ میں زحمت کش اور جدو جہد کرنے والے رسولؐ اللہ کے قریبی، اولیاء اللہ کے سردار، پند و نصیحت کرنے والے سنجیدہ اور کوشش کرنے والے اور اللہ کی راہ میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈرنے والے تھے۔

اور تم عیش کی زندگی، آرام سکون چین کے ساتھ گذار رہے تھے، ہماری مصیبتوں کے منتظر اور ہماری خبر بد کے خواہاں تھے۔ تم لڑائی سے منہ موڑ لیتے تھے اور میدان جنگ سے بھاگ جاتے تھے۔

پھر جب اللہ نے اپنے نبی کے لئے انبیاءً کے گھر اور اصفیاءً کی منزل کو پسند کر لیا تو تم میں نفاق کی روشنی ظاہر ہوگئی گمراہوں کا منادی بولنے لگا۔ اہل باطل کے دودھ کی دھاریں بہ بہ کر تمھارے صحن میں آ گئیں، شیطان نے سر نکال کر تمھیں آواز دی تو تمھیں اپنی دعوت کا قبول کرنے والا اور اپنی بارگاہ میں عزت کا طالب پایا۔ تمہیں اٹھایا تو تم ہلکے دکھائی دئے، بھڑکایا تو تم غصہ ور ثابت ہوئے، تم نے دوسروں کے اونٹ پر نشان لگا دیا اور دوسروں کے چشمہ پر وارد ہو گئے حالانکہ ابھی زمانہ قریب کا ہے اور زخم کشادہ ہے جراحت مندمل نہیں ہوئی ہے اور رسولؐ قبر میں سو بھی نہیں سکے ہیں۔ یہ جلدی بازی تم نے فتنہ کے خوف سے کی حالانکہ تم فتنہ ہی میں پڑ گئے اور جہنم تو تمام کفار کو محیط ہے۔

افسوس تم پر تمھیں کیا ہو گیا ہے، تم کہاں بہک رہے ہو؟ تمھارے درمیان کتابِ خدا موجود ہے جس کے امور واضح، احکام آشکار، علایم روشن، نواہی تابندہ اور اوامر نمایاں ہیں تم نے اسے پس پشت ڈال دیا۔ یا کوئی دوسرا حکم چاہتے ہو تو یہ بہت برا بدَل ہے اور جو غیر اسلام کو دین بنائے گا اس سے وہ قبول بھی نہ ہوگا اور آخرت میں خسارہ بھی ہوگا۔

اس کے بعد تم نے صرف اتنا انتظار کیا کہ اس کی نفرت ساکن ہو جائے اور مہار ڈھیلی ہو جائے، پھر آتش جنگ کو روشن کر کے شعلوں کو بھڑکانے لگے، شیطان کی آواز پر لبیک کہنے اور دین کے انوار کو خاموش کرنے اور سنت پیغمبرؐ کو برباد کرنے کی کوششیں شروع کر دیں تم پانی ملے ہوئے دودھ کو بار بار پینے میں اپنی سیری

سمجھتے ہو اور رسول کے اہل واہلبیتؑ کے لئے پوشیدہ ضرر رسانی کرتے ہو۔ ہم تمھاری حرکات پر یوں صبر کرتے ہیں جیسے چھری کی کاٹ اور نیزے کے زخم پر۔ تمھارا خیال ہے کہ میرا میراث میں حق نہیں ہے۔ کیا تم جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہو، جب کہ ایمان والوں کے لئے اللہ سے بہتر کوئی حاکم نہیں ہے کیا تم نہیں جانتے ہو؟ جی ہاں! تمہارے لئے روز روشن سے زیادہ عیاں ہے کہ میں ان کی پارۂ جگر ہوں۔ اے مسلمانو! کیا مجھے میری میراث سے محروم کر دیا جائے گا؟

اے ابوبکر! کیا قرآن میں یہی ہے کہ تو اپنے باپ کا وارث بنے اور میں اپنے باپ کی وارث نہ بنوں۔ یہ کیسا افتراء ہے؟

کیا تم نے قصداً کتابِ خدا کو پس پشت ڈال دیا ہے جب کہ اس میں سلیمانؑ کے وارث داؤد ہونے کا ذکر ہے (۱) اور جناب زکریاؑ کی یہ دعا خدایا مجھے ایسا ولی دیدے جو میرا اور آل یعقوبؑ کا وارث ہو۔ (۲)

اور یہ اعلان ہے قرابتدار بعض بعض سے اولیٰ ہیں۔ (۳)

اور یہ ارشاد ہے خدا اولاد کے بارے میں تمھیں یہ نصیحت کرتا ہے کہ لڑکے کو لڑکی کا دوگنا ملے گا (۴) اور یہ تعلیم ہے کہ مرنے والا اپنے والدین اور اقربا کے بارے میں وصیت کرے۔ یہ متقین کی ذمہ داری ہے۔ (۵) اور تمہارا خیال ہے کہ نہ میرا کوئی حق ہے اور نہ میرے باپ کی کوئی میراث ہے اور نہ میری کوئی قرابتداری ہے۔ کیا تم پر کوئی خاص آیت نازل ہوئی ہے جس میں میرا باپ شامل نہیں ہے؟

یا تمھارا کہنا یہ ہے کہ میں اپنے باپ کے مذہب سے الگ ہوں اس لئے وارث نہیں ہوں۔ کیا تم عام وخاص قرآن کو میرے باپ اور میرے ابن عم سے زیادہ جانتے ہو۔ خیر ہوشیار ہو جاؤ: آج تمھارے سامنے وہ

۱۔ سورۂ نمل/۱۴۔ ۲۔ سورۂ مریم/۵، ۶۔

۳۔ سورۂ انفال/۷۵۔ ۴۔ سورۂ نساء/۱۱۔

۵۔ سورۂ بقرہ/۱۸۰۔

سیم رسیدہ ہے جو کل تم سے قیامت میں ملے گی جب اللہ حاکم اور محمدؐ طالب حق ہوں گے۔ موعد قیامت کا ہوگا اور ندامت کسی کے کام نہ آئے گی اور ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہوگا۔

عنقریب تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ کس کے پاس رسوا کن عذاب آتا ہے اور کس پر مصیبت نازل ہوتی ہے۔

(اس کے بعد آپ انصار کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا)

اے جواں مرد گروہ: ملت وقوم کے بازوو! اسلام کے ناصرو!

یہ میرے حق سے چشم پوشی میری ہمدردی سے غفلت کیسی ہے؟ کیا وہ رسولؐ میرے باپ نہ تھے جنھوں نے یہ کہا تھا انسان کا تحفظ اس کی اولاد میں ہوتا ہے۔ تم نے بہت جلدی خوف زدہ ہوکر یہ اقدام کیا حالانکہ تم میں وہ حق والوں کی طاقت تھی جس کے لئے میں کوشاں ہوں اور وہ قوت تھی جس کی میں طالب اور تگودو میں ہوں۔ کیا تمہارا یہ بہانہ ہے رسولؐ کا انتقال ہوگیا ہے! تو یہ تو بہت بڑا حادثہ رونما ہوگیا ہے۔

جس کا رخنہ وسیع، شگاف کشادہ ہوگیا ہے، زمین ان کی غیبت سے تاریک، ستارے بے نور، امیدیں ساکن، پہاڑ سرنگوں، حریم زایل اور حرمت برباد ہوگئی ہے۔ یقیناً یہ بہت بڑا حادثہ اور بہت عظیم مصیبت ہے، نہ ایسا کوئی حادثہ ہے اور نہ سانحہ۔ خود قرآن نے تمھارے گھروں میں صبح وشام بہ آواز بلند تلاوت والحان کے ساتھ اعلان کر دیا تھا کہ اس سے پہلے جو انبیاؑ پر گذرا وہ اٹل حکم تھا اور حتمی قضا تھی اور یہ بھی ایک رسولؐ ہیں جنھیں موت آئے گی تو کیا تم الٹے پاؤں پلٹ جاؤ گے؟

ظاہر ہے کہ اس سے اللہ کا کوئی نقصان نہ ہوگا، اور وہ اہلِ شکر کو جزا دے کے رہے گا ہاں اے انصار: کیا تمھارے دیکھتے سنتے اور تمھارے مجمع میں میری میراث ہضم ہوجائے گی؟ تم تک میری آواز بھی پہنچی۔ تم باخبر بھی ہو۔ تمھارے پاس اشخاص، اسباب، آلات، قوت، اسلحہ اور سپر سب کچھ موجود ہے۔ لیکن تم نہ میری آواز پر لبیک کہتے ہو، اور نہ میری فریاد کو پہنچتے ہو، تم تو مجاہد ہو، خیر وصلاح کے ساتھ معروف ہو، منتخب روزگار اور سرآمد زمانہ تھے۔ تم نے عرب سے جنگ میں رنج وتعب اٹھایا ہے، امتوں سے ٹکرائے ہو، لشکروں کا مقابلہ کیا ہے، ابھی ہم دونوں اسی جگہ ہیں جہاں ہم حکم دیتے تھے اور تم فرمانبرداری کرتے تھے۔ یہاں تک

کی ہمارے دم سے اسلام کی چکی چلنے لگی۔ زمانہ کا دودھ نکال لیا گیا، شرک کے نعرے پست ہو گئے، افتراٗ کے فوارے دب گئے، کفر کی آگ بجھ گئی، فتنہ کی دعوت خاموش ہوگئی، دین کا نظام مستحکم ہوگیا، تو اب تم اس وضاحت کے بعد کہاں چلے گئے اور اس اعلان کے بعد کیوں پردہ پوشی کرلی؟

آگے بڑھ کے قدم کیوں پیچھے ہٹاؤ ے؟

ایمان کے بعد کیوں مشرک ہوئے جارہے ہو؟

برا ہو اس قوم کا جس نے اپنی قسموں کو عہد کرنے کے بعد توڑا اور رسول گو نکالنے کی فکر کی اور پہلے تم سے مقابلہ کیا کیا تم ان سے ڈرتے ہو جب کہ خوف کا مستحق صرف خدا ہے۔

اگر تم ایمان دار ہو۔ خبر دار:

میں دیکھ رہی ہوں کہ تم دائمی پستی میں گر گئے اور تم نے بست وکشاد کے صحیح حق دار کو دور کر دیا، آرام طلب ہو گئے اور تنگی سے وسعت میں آ گئے، جو سنا تھا اسے پھینک دیا اور جو بادلِ نخواستہ نگل لیا تھا اسے اُگل دیا۔ خیر تم کیا اگر ساری دنیا بھی کافر ہو جاۓ تو اللہ کو کسی کی پرواہ نہیں ہے۔ خیر مجھے جو کچھ کہنا تھا وہ کہہ چکی، تمہاری بے رخی اور بے وفائی کو جانتے ہوئے جس کو تم لوگوں نے شعار بنالیا ہے۔ لیکن یہ تو ایک دل گرفتگی کا نتیجہ اور غضب کا اظہار ہے، ٹوٹے ہوئے دل کی آواز ہے، ایک اتمام حجت ہے چاہے تو اسے ذخیرہ کرلو۔ مگر یہ پیٹھ کا زخم ہے، پیروں کا گھاؤ ہے

ذلت کی بقا اور غضبِ خدا اور ملامتِ دائمی سے موسوم ہے اور اللہ کی اس بھڑکتی آگ سے متصل ہے جو دلوں پر روشن ہوتی ہے۔ خدا تمہارے کرتوت کو دیکھ رہا ہے اور عنقریب ظالموں کو معلوم ہو جاۓ گا کہ وہ کیسے پلٹائے جائیں گے۔

میں تمہارے اس رسول کی بیٹی ہوں جس نے عذاب شدید سے ڈرایا ہے۔

اب تم بھی عمل کرو میں بھی عمل کرتی ہوں۔

تم بھی انتظار کرو اور میں بھی وقت کا انتظار کر رہی ہوں۔

اس کے جواب میں ابوبکر (عبداللہ بن عثمان) نے لوگوں کو گمراہ اور غافل کرنے کے لئے یوں تقریر شروع کی تاکہ اپنے موقف کو بچا سکے۔

دختر رسول خداؐ: آپ کے بابا مومنین پر بہت مہربان۔ رحم وکرم کرنے والے اور صاحب عطوفت تھے۔ وہ کافروں کے لئے دردناک عذاب اور سخت ترین قہر الہی تھے۔ آپ اگر ان کی نسبتوں پر غور کریں تو وہ تمام عورتوں میں صرف آپ کے باپ تھے اور تمام چاہنے والوں میں صرف آپ کے شوہر کے چاہنے والے تھے اور انھوں نے بھی ہر سخت مرحلہ پر نبیؐ کا ساتھ دیا ہے۔ آپ کا دوست نیک بخت اور سعید انسان کے علاوہ کوئی نہیں ہوسکتا ہے اور آپ کا دشمن شقی اور بد بخت کے علاوہ کوئی نہیں ہوسکتا۔

آپ رسول اکرمؐ کی پاکیزہ عترت اور ان کے منتخب پسندیدہ افراد ہیں۔ آپ ہی حضرات راہ خیر میں ہمارے رہنما اور جنت کی طرف ہمیں لے جانے والے ہیں۔ اور خود آپ اے تمام خواتین عالم میں منتخب اور خیر الانبیاء کی دختر۔ یقیناً اپنے کلام میں صادق اور کمال عقل میں سب پر مقدم ہیں۔ آپ کو نہ آپ کے حق سے روکا جا سکتا ہے اور نہ آپ کی صداقت کا انکار کیا جا سکتا ہے

مگر خدا کی قسم میں نے رسولؐ کی رائے میں عدول نہیں کیا ہے اور نہ کوئی کام ان کی اجازت کے بغیر کیا ہے اور میر کارواں قافلہ سے خیانت بھی نہیں کر سکتا ہے۔ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں اور وہی گواہی کے لئے کافی ہے کہ میں نے خود رسول اکرمؐ سے سنا ہے کہ ہم گروہ انبیاءؑ۔ سو۔ نے چاندی اور خانہ وجایداد کا مالک نہیں بناتے ہیں۔ ہماری وراثت کتاب، حکمت، علم ونبوت ہے اور جو کچھ مال دنیا ہم سے بچ جاتا ہے وہ ہمارے بعد ولی امر کے اختیار میں ہوتا ہے۔ وہ جو چاہے فیصلہ کر سکتا ہے۔

اور میں نے آپ کے تمام مطلوبہ اموال کو سامان جنگ کے لئے مخصوص کر دیا ہے جس کے ذریعہ مسلمان کفار سے جہاد کریں گے اور سرکش فاجروں سے مقابلہ کریں گے اور یہ کام مسلمانوں کے اتفاق رائے سے

کیا ہے(۱)۔ یہ تنہا میری رائے نہیں ہیں اور نہ میں نے ذاتی طور پر طے کیا ہے۔ یہ میرا ذاتی مال اور سرمایہ آپ کے لئے حاضر ہے اور آپ کی خدمت میں ہے جس میں کوئی کوتاہی نہیں کی جا سکتی ہے۔

آپ تو اپنے باپ کی امت کی سردار ہیں اور اپنی اولاد کے لئے شجرۂ طیبہ ہیں۔ آپ کے فضل وشرف کا انکار نہیں کیا جا سکتا ہے اور آپ کے اصل وفرع کو گرایا نہیں جا سکتا ہے۔ آپ کا حکم تو میری تمام املاک میں بھی نافذ ہے تو کیسے ممکن ہے میں اس مسئلہ میں آپ کے بابا کی مخالفت کر دوں۔

یہ سن کر جناب فاطمہ زہراؑ نے فرمایا:

سبحان اللہ۔ نہ میرا باپ احکام خدا سے روکنے والا تھا اور نہ اس کا مخالف تھا۔ وہ آثار قرآن کا اتباع کرتا تھا اور اس کے سوروں کے ساتھ چلتا تھا۔ کیا تم لوگوں کا مقصد یہ ہے کہ اپنی غداری کا الزام اسکے سر ڈال دو۔ یہ ان کے انتقال کے بعد ایسی ہی سازش ہے جیسی ان کی زندگی میں کی گئی تھی۔

دیکھو یہ کتاب خدا حاکم عادل اور قول فیصل ہے جو اعلان کر رہی ہے کہ خدایا وہ ولی دیدے جو میرا بھی وارث ہو اور آل یعقوب کا بھی وارث ہو اور سلمانؑ داؤدؑ کے وارث ہوئے۔

خدائے عزوجل نے تمام حصے اور فرائض کے تمام احکام بیان کر دیے ہیں جہاں لڑکوں اور لڑکیوں کے حقوق کی بھی وضاحت کر دی ہے اور اس طرح تمام اہل باطل کے بہانوں کو باطل کر دیا ہے اور قیامت تک کے تمام شبہات اور خیالات کو ختم کر دیا ہے۔ یقیناً یہ تم لوگوں کے نفس نے ایک بات گڑھ لی ہے تو اب میں بھی صبر جمیل سے کام لے رہی ہوں اور اللہ ہی تمہارے بیانات کے بارے میں میرا مددگار ہے۔

۱۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں، ج۱۶ ص۲۲۱ میں کہا ہے: ''انہ لم یرو حدیث انتفاء الارث الا ابو بکر وحدہ''، ابوبکر کے علاوہ کسی نے نفی میراث فاطمہؑ کے حوالے سے کوئی حدیث نقل نہیں کی ہے، ملاحظہ ہو، ص۲۲۷ و ۲۲۸، سیوطی نے تاریخ الخلفاء ۷۳ میں، ابو القاسم بغوی اور ابوبکر شافعی نے فوائد میں اور ابن عساکر نے عائشہ سے نقل کیا ہے، کہ عائشہ نے کہا کہ میراث فاطمہؑ کے سلسلہ میں اختلاف ہے، اور اس کے بارے میں کسی کو علم نہیں ہے،'' فقال ابو بکر، سمعت رسول اللّٰہ یقول ان معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقہ''۔

(اس کے بعد ابوبکر نے پھر تقریر شروع کی)

اللہ، رسولؐ اور رسولؐ کی بیٹی سب سچے ہیں۔ آپ حکمت کے معادن، ہدایت و رحمت کا مرکز، دین کے رکن، حجت خدا کا سر چشمہ ہیں۔ میں نہ آپ کے حرف راست کو دور پھینک سکتا ہوں اور نہ آپ کے بیان کا انکار کر سکتا ہوں۔ مگر یہ ہمارے اور آپ کے سامنے مسلمان ہیں۔ جنہوں نے مجھے خلافت کی ذمہ داری دی ہے اور میں نے ان کے اتفاق رائے سے یہ عہدہ سنبھالا ہے۔ اس میں نہ میری بڑائی شامل ہے نہ خود رائی اور نہ شوق حکومت۔ یہ سب میری اس بات کے گواہ ہیں یہ ابوبکر کی پہلی کشش تھی جس میں انہوں نے مسلمانوں کے جذبات اور ان کی رائے کو حضرت زہراؑ کی نصرت سے منحرف کیا اور اس کے لئے انہوں نے امت کی صلاح و فلاح اور سنت رسولؐ کے اتباع کا حوالہ دے کر رائے عامہ کو اپنی ظاہر داری کے ذریعہ گمراہ کیا۔

جسے سن کر جناب فاطمہ زہراؑ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا:

اے گروہ مسلمین جو حرف باطل کی طرف تیزی سے سبقت کرنے والے اور فعل قبیح سے چشم پوشی کرنے والے ہو۔ کیا تم قرآن پر غور نہیں کرتے ہو اور کیا تمھارے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔ یقیناً تمھارے اعمال نے تمھارے دلوں کو زنگ آلود کر دیا ہے اور تمھاری سماعت اور بصارت کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ تم نے بدترین تاویل سے کام لیا ہے۔

اور بدترین راستہ کی نشان دہی کی ہے اور بدترین معاوضہ پر سودا کیا ہے۔ عنقریب تم اس بوجھ کی سنگینی کا احساس کرو گے اور اس کے انجام کو بہت دردناک پاؤ گے جب پردے اٹھائے جائیں گے اور پس پردہ کے نقصانات سامنے آجائیں گے اور خدا کی طرف سے وہ چیزیں سامنے آجائے گی جن کا تمھیں وہم گمان بھی نہیں ہے اور اہل باطل خسارہ کو برداشت کریں گے۔

اس کے بعد قبر پیغمبرؐ کا رخ کر کے فریاد کی:

بابا آپؐ کے بعد بڑی نئی نئی خبریں اور مصیبتیں سامنے آئیں کہ اگر آپ سامنے ہوتے تو مصائب کی یہ کثرت نہ ہوتی۔ ہم نے آپ کو ویسے ہی کھو دیا جیسے زمین ابر کرم سے محروم ہو جائے۔ اور اب آپ کی قوم

بالکل ہی منحرف ہوگئی ہے۔

ذرا آپ آ کر دیکھ تو لیں دنیا کا جو خاندان خدا کی نگاہ میں قرب ومنزلت رکھتا ہے وہ دوسروں کی نگاہ میں محترم ہوتا ہے مگر ہمارا کوئی احترام نہیں ہے کچھ لوگوں نے اپنے دل کے کینوں کا اس وقت اظہار کیا جب آپ اس دنیا سے چلے گئے اور میرے اور آپ کے درمیان خاک قبر حائل ہوگئی۔لوگوں نے ہمارے اوپر ہجوم کرلیا اور آپ کے بعد ہم کو بے قدر و قیمت سمجھ کر ہماری میراث کو ہضم کرلیا۔

آپ کی حیثیت ایک بدر کامل اور نور مجسم کی تھی جس سے روشنی حاصل کی جاتی تھی اور اس پر ربِّ عزت کے پیغامات نازل ہوتے تھے۔

جبریل آیات الٰہی سے ہمارے لئے سامان انس فراہم کرتے تھے مگر آپ کیا گئے کہ ساری نیکیاں پس پردہ چلی گئیں۔کاش مجھے آپ سے پہلے مَوت آ گئی ہوتی اور میں آپ کے اور اپنے درمیان خاک کے حائل ہونے سے پہلے مرگئی ہوتی۔

شہزادی کائناتؑ نے اپنا خطاب مکمل کیا اور حق کو بالکل واضح و آشکار فرمادیا، آپؑ نے خلیفہ سے جواب طلب کیا۔خلیفہ کو منھ کی کھانی پڑی، اور مستحکم و واضح ادلہ و براہین سے، ان کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا اسی کے ساتھ ساتھ آپ نے اسلام کے حقیقی خلیفہ کے فضائل وکمالات کا تذکرہ بھی کردیا جس سے مدینہ کی سیاسی فضا بالکل بدل گئی اور رائے عامہ شہزادی کی موافق ہوگئی اور ابوبکر کے سامنے مشکلات کھڑی ہوگئیں اوران کے لئے اس سے چھٹکارے کے تمام راستے بند نظر آنے لگے۔

ابن ابی الحدید کا بیان ہے: میں نے مدرسۂ غربیہ بغداد کے مدرس ابن الفارقی سے پوچھا: کیا فاطمہؑ واقعاً سچی تھیں؟ انھوں نے کہا ہاں! میں نے کہا تو پھر ابوبکر صاحب نے ان کو فدک کیوں واپس نہیں کیا تھا؟ جب کہ وہ ان کے نزدیک بھی صادقہ تھیں یہ سنکر وہ مسکرائے اور انہوں نے ایک حسین اور پرلطف بات کہی: اگر وہ آج صرف ان کے دعوے کی بنا پر فدک ان کے حوالے کردیتے تو وہ اگلے روز ان کے پاس پھر تشریف لاتیں اور اپنے شوہر کے لئے خلافت کا دعوی پیش کردیتیں اوران کو ان کے مقام سے ہٹا دیتیں اور پھر ان

کے لئے کسی قسم کے عذر کی گنجائش باقی نہ رہتی، کیونکہ انھوں نے خود اپنے قلم سے صادقہ لکھا ہے لہٰذا اب وہ جو دعویٰ بھی کرتیں اس کے لئے کسی بینہ اور گواہی کی ضرورت نہیں تھی۔(۱)

شہزادی کائناتؑ کے خطبہ پر خلیفہ کا ردعمل

دربار خلافت بالکل تہ و بالا ہو گیا، لوگ منتشر ہو گئے، ہر طرف آوازیں بلند ہو گئیں لوگوں کی زبان پر صرف شہزادی کے خطبے کا چرچا رہتا تھا چنانچہ اس کے اثرات کو دبانے کے لئے خلیفہ نے طاقت اور دھمکیوں کا سہارا لیا۔

روایت میں ہے کہ جب خلیفہ نے لوگوں پر شہزادی کے خطبہ کا یہ اثر دیکھا تو عمر سے کہا: تیرے دونوں ہاتھ شل ہو جائیں اگر تو نے مجھے چھوڑ دیا ہوتا تو تمہارا کیا بگڑ جاتا؟ نہ جانے کتنے بے وقوف مر گئے اور کتنے شگاف بھر گئے کیا وہ ہم سے زیادہ حقدار نہیں تھے؟ تو خلیفۂ دوم نے جواب دیا اس سے تو تمہاری حکومت کمزور ہوتی، اور تم سب کی سبکی تھی، اور مجھے تو صرف تمہارا خیال تھا، انھوں نے کہا: تم پروائے ہو، پیغمبرؐ کی بیٹی کا کیا جواب دیں؟ سب لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ وہ کس چیز کی طرف دعوت دے رہی ہیں اور ہم نے کیا کیا غداری کی ہے؟ عمر بولے یہ تو ایک ریلا تھا جو گذر گیا اور ایک گھڑی تھی جو چلی گئی اور یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کچھ تھا ہی نہیں، تو خلیفہ نے عمر کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: اے عمر تم نے کتنی مشکلات آسان کر دی ہیں۔ پھر نماز جماعت کا اعلان ہوا، اور تمام لوگ جمع ہو گئے اور انھوں نے منبر پر جا کر یہ تقریر کی:

ایھا الناس اے لوگو! ہر نقص نکالنے والی کی طرف یہ جھکاؤ کیسا ہے؟ رسول اللہ کے زمانے میں یہ سب باتیں کہاں تھیں؟ یاد رکھو جو بن رہا ہے وہ بیان کر دے جو موجود ہے وہ دوسروں کو بتا دے یہ وہ لومڑی ہے جس کے ساتھ اس کی دم چپکی ہوئی ہے ہر فتنہ کی جڑ یہی ہے جو یہ کہتا ہے اس کو کمزور ہونے کے بعد تناور بنا کر مضبوط کر دو یہ کمزوروں سے مدد مانگتے ہیں عورتوں کی نصرت حاصل کرتے ہیں اس لومڑی کی طرح جو اپنے گھر والوں کے لئے بغاوت ہی پسند کرتی ہے یاد رکھو اگر میں چاہوں تو کہہ سکتا ہوں اور اگر کہوں گا تو کچھ بھی

۱۔ شرح ابن ابی الحدید: ۱۶/۲۸۴۔

کہہ دوں گا بیشک میں ساکت ہوں جب تک مجھے خاموش رہنے دیا گیا۔

پھر وہ انصار کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے گروہ انصار مجھے تمہارے نادانوں کے بارے میں معلوم ہوا ہے اور جو رسول اللہ کے ساتھ رہا ان میں تم سب سے زیادہ حقدار ہو وہ تم لوگوں کے پاس آئے تو تم نے انھیں پناہ دی ان کی نصرت و امداد کی یاد رکھو کہ جو شخص ہماری نظر میں کسی چیز کا مستحق نہیں ہے میں اس کو ہرگز اپنے ہاتھ یا زبان سے وہ چیز عطا نہیں کر سکتا پھر وہ منبر سے نیچے اتر آئے۔(۱)

ابن ابی الحدید معتزلی کہتے ہیں کہ میں نے یہ کلام نقیب ابو یحییٰ جعفر بن ابو یحییٰ ابن ابوزید بصری کے سامنے پڑھا اور ان سے کہا کہ یہ کس سے کنایہ ہے تو انھوں نے جواب دیا: بلکہ صاف صاف کہہ رہے ہیں تو میں نے کہا: اگر انھوں نے صاف صاف کہا ہوتا تو میں آپ سے سوال نہ کرتا تو وہ ہنسے اور کہا علی ابن ابی طالبؑ کے بارے میں، تو میں نے کہا تو انصار نے اس کا کیا جواب دیا؟ تو انھوں نے کہا تو وہ حضرت علیؑ کی بات پر تیار ہو گئے لیکن آپ حالات کے بگڑ جانے کی بنا پر خوف زدہ ہو گئے اور انہیں اس سے منع کر دیا۔(۲)

ام سلمہؓ اور جناب فاطمہؑ کے حق کا دفاع

مسجد نبوی میں شہزادی کائنات کے خطبہ اور ابوبکر کے جواب کے بعد جناب ام سلمہ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو انھوں نے کہا: کیا پیغمبر کی بیٹی فاطمہؑ جیسے لوگوں کو بھی اس طرح کا جواب دیا جاتا ہے؟ اللہ کی قسم وہ انسانوں کے درمیان ایک حور ہیں، متقین کی آغوش کی پروردہ، ملائکہ کے ہاتھوں کی ناز بردار پاکیزہ گودیوں میں پروان چڑھنے والی، بہترین نشو و نما کے دائرہ میں بڑی ہونے والی اور اعلیٰ تربیت گاہ کی تربیت یافتہ ہیں، کیا تم یہ سوچتے ہو کہ رسول اللہؐ نے ان کے اوپر اپنی میراث حرام کر دی تھی اور انھیں اس کے بارے میں کچھ بتایا ہی نہیں تھا، جب کہ خداوند عالم نے یہ ارشاد فرمایا ہے: ''و انذر عشیرتک الاقربین'' اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ، یا پیغمبر نے ان کو حکم خدا بتا دیا مگر یہ ان کے حکم کی خلاف ورزی

۱۔ دلائل الامامۃ ص ۳۹۔

۲۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج۱۶ ص ۲۱۵۔

کررہی ہیں، جب کہ یہ خیر النساء، جوانان جنت کے سرداروں کی ماں اور مریم کی ہم رتبہ ہیں، ان کے بابا پر خداوند عالم کی رسالت تمام ہوئی ہے اللہ کی قسم وہ ان کو سردی اور گرمی سے بچایا کرتے تھے، اپنے داہنی طرف بٹھاتے تھے اور بائیں جانب سلاتے تھے بہت جلد تمہیں رسول اللہؐ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور اللہ کی بارگاہ میں پلٹائے جاؤ گے، تمہارے اوپر وائے ہو کہ تمہیں عنقریب پتہ چل جائے گا۔ کہا جاتا ہے کہ اس سال آپ کو بیت المال کے وظیفہ سے محروم کردیا گیا۔(۱)

مولائے کائناتؑ سے شکوہ

جب مسجد نبوی میں آپ کا خطبہ تمام ہوگیا تو آپ نے قبر رسول پر جاکرا تنا گریہ فرمایا کہ وہ آنسوؤں سے تر ہوگئی اس کے بعد آپ گھر واپس آگئیں جہاں امیر المومنینؑ آپ کا انتظار کررہے تھے اور حالات معلوم کرنے کے لئے بے چین تھے۔

لیکن آپ نے گھر میں داخل ہوتے ہی فریاد شروع کردی یا ابن ابی طالب! آپ تو گھر میں پس پردہ رہ گئے اور خوف تہمت سے بیٹھ گئے۔ حالانکہ آپ نے بڑے بڑے شاہینوں کے بال و پر توڑ دئے ہیں تو آپ کے لئے ان کمزوروں کے بال و پر کی کیا حیثیت ہے دیکھئے یہ ابو قحافہ کا فرزند۔ میرے باپ کے عطیہ اور میرے بچوں کے وسایل کو ہضم کرنا چاہتا ہے۔ اس نے کھل کر مجھ سے جھگڑا کیا ہے اور میں نے اسے گفتگو میں بدترین دشمن پایا ہے یہاں تک کہ انصار نے بھی اپنی مدد کو روک لیا ہے اور مہاجرین نے بھی تعلقات توڑ لئے ہیں اور ساری قوم نے میری طرف سے چشم پوشی کرلی ہے۔ اب نہ کوئی دفاع کرنے والا ہے اور نہ کوئی روکنے والا ہے میں بڑے صبر و ضبط کے ساتھ گھر سے نکلی تھی مگر بغیر کسی نتیجہ کے واپس آگئی۔

آپ نے اپنی شمشیر کو نیام میں رکھ لیا تو گویا ہر ذلت کو برداشت کرلیا۔

بڑے بڑے بھیڑیوں کو فنا کردیا اور اب خاک پر بیٹھ گئے۔ نہ کسی بولنے والے کو روکتے ہیں اور نہ باطل

۱۔ دلائل الامامۃ طبری: ۳۹۔

پرستوں کو ہٹاتے ہیں اور خود میرے پاس بھی کوئی اختیار نہیں ہے۔ اے کاش میں اس مصیبت اور ذلت کو دیکھنے سے پہلے مرگئی ہوتی۔

اللہ میرے اس کام کو معاف کردے کہ آپ کے علاوہ کوئی مددگار نہیں ہے۔

میرے حال پر افسوس ہے ہر صبح و ہر شام۔ میرا سہارا چلا گیا۔ میرا بازو کمزور ہوگیا۔ اب میری فریاد میرے بابا کی خدمت میں ہے اور میرا تقاضائے نصرت بھی میرے پروردگار سے ہے۔ خدایا! تو ان ظالموں سے زیادہ قوت و طاقت کا مالک ہے اور تو شدید عذاب کرنے والا ہے۔

یہ سن کر امیر المومنینؑ نے فرمایا:

دختر پیغمبرؐ! ویل تمہارے لئے نہیں ہے۔ تمہارے دشمنوں کے لئے ہے۔ اپنے غصہ کو روک لیجیے آپ مختار کائنات کی بیٹی اور نبوت کی یادگار ہیں۔ میں نے دین میں کوئی سستی نہیں کی اور اپنے امکان بھر کوئی کوتاہی نہیں کی اگر آپ سامان معیشت چاہتی ہیں تو آپ کے رزق کا ذمہ دار پروردگار ہے اور آپ کا ذمہ دار امین ہے۔ اور پروردگار نے آپ کے لئے جو اجر فراہم کیا ہے وہ اس مال دنیا سے کہیں زیادہ بہتر ہے جس سے آپ کو محروم کیا گیا ہے آپ خدا کے لئے صبر کیجیے۔

(جسے سن کر آپ نے فرمایا یقیناً میرے لئے میرا خدا کافی ہے)

۶۔ بائیکاٹ کا اعلان

شہزادیؑ دو عالم کا یہ جہاد آپ کے خطبہ پر ہی تمام نہیں ہوا بلکہ آپ نے خلیفہ سے بات نہ کرنے کا فیصلہ کر کے کھلے عام یہ اعلان کردیا: ''واللّٰہ لا اکلمک بکلمة ما حییت'' اللہ کی قسم میں جب تک زندہ رہوں گی تم سے کوئی بات نہیں کروں گی''(۱)۔

۱۔ کشف الغمہ، ج ۱ ص ۴۷۷۔

ظاہری بات ہے کہ حضرت فاطمہ کی حیثیت ایک عام انسان جیسی تو نہیں تھی کہ جن کے تعلقات توڑ لینے سے خلیفہ پر کوئی اثر نہ پڑے، اور اس قطع تعلق میں کوئی دم نہ ہوتا بلکہ جناب فاطمہؑ رسول اللہؐ کی پارۂ جگر اور آپ کی عزیز القدر بیٹی تھیں نیز آپ کے بارے میں پیغمبرؐ کا خاص اہتمام اور آپ سے پیغمبرؐ کی والہانہ محبت کسی سے پوشیدہ امور نہیں تھے اور آپ ہی کے بارے میں آنحضرت نے یہ فرمایا تھا: ''فاطمة بضعة منّی، من آذاها فقد آذانی'' ''فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی ''

چنانچہ یہ خبر آہستہ آہستہ ہر طرف پھیل گئی کہ حضرت فاطمہؑ، ابوبکر سے اتنی ناراض ہیں کہ آپ نے خلیفہ سے بات کرنا بھی بند کر دی ہے جب اس کی اطلاع مدینہ کے اندر اور اس کے باہر چھوٹے بڑے سب کو ہوئی تو لوگ ایک دوسرے سے اس کی وجہ پوچھنے لگے، ہر روز لوگوں کے دلوں میں خلیفہ سے نفرت میں اضافہ ہوتا رہا اور اگرچہ خلیفہ نے جناب فاطمہؑ سے مصالحت کر کے حالات کو معمول پر لانے کی کوشش کی مگر اس سے انھیں کچھ بھی حاصل نہ ہوا اور آپ نے ان کے خلاف اپنا جہاد جاری رکھا اور آپ اپنے طرز عمل پر اُسی طرح ثابت قدم رہیں۔ اور آخر کار شہیدہ و مظلومہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں پہنچ گئیں۔

فدک کی سیاسی حیثیت (سیاسی راز)

مولائے کائناتؑ اور شہزادیؑ دو عالم نے خلافت اسلامیہ کو راہ راست پر لانے کے لئے جو اصلاحی تحریک شروع کی تھی وہ مختلف شکلیں اور رنگ اختیار کرتی چلی گئی، اس اعلانیہ سیاسی تحریک کی قیادت جناب فاطمہؑ کے ہاتھوں میں تھی اسی لئے آپ نے حضرت علیؑ کی خلافت کی حقانیت کے لئے مختلف قسم کے مطالبات سامنے رکھے جن میں سے ایک مطالبۂ فدک بھی تھا۔ جو بعد میں مختلف صورتیں اختیار کر گیا۔

اس کشمکش اور رسہ کشی میں اضافے یا اس کی مختلف شکلوں کی تبدیلی کے بارے میں بنیادی بحث یہ نہیں ہے کہ یہ صرف ایک زمین کا مطالبہ تھا، بلکہ اس سے صاف ظاہر تھا کہ اس کا مفہوم اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے اور اس کے اندر ایسے بلند عزائم پوشیدہ ہیں جن سے انقلاب پیدا ہو سکتا ہے اور اس کا مقصد غصب شدہ حق اور مجد و عظمت کی واپسی نیز امت اسلامیہ کو صحیح راستہ پر لگانا تھا جو الٹے پاؤں پلٹ گئی تھی، چنانچہ برسر اقتدار

طبقہ کو اس کا احساس ہو گیا تھا اسی وجہ سے اس نے اپنی پوزیشن کو بچانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ فدک کے بارے میں جتنے تاریخی اسناد موجود ہیں ہم ان کے بارے میں چاہے جتنی تحقیق اور غور و فکر کر لیں ہمیں کہیں یہ نظر نہیں آتا کہ یہ ایک ایسا مادی مسئلہ تھا جو فدک کے دائرہ تک محدود تھا بلکہ یہ منحرف حکومت کے خلاف ایک تحریک اور ایسی فریاد تھی جسے جناب فاطمہ زہراؑ، دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچانا چاہتی تھیں تا کہ اس کے ذریعہ سقیفہ کے دن رکھے جانے والے سنگ بنیاد کو اکھاڑ پھینکیں۔

ہمارے اس مدعیٰ کو ثابت کرنے کے لئے دربار خلافت میں انصار و مہاجرین کے مجمع کے درمیان شہزادی کائنات کے خطبہ پر ایک گہری نظر ہی کافی ہے کہ آپ نے اپنے اس خطبہ کے اکثر حصوں میں حضرت علیؑ کی تعریف و تمجید کے ساتھ راہ اسلام میں آپ کے خالصانہ ایثار اور آپ کی فداکاریوں کا تذکرہ فرمایا اور اہل بیتؑ کی شرعی حقانیت کو دامن تاریخ پر یہ کہہ کر ثبت کر دیا کہ یہی لوگ خدا اور مخلوقات کے درمیان وسیلہ، خاصان خدا، اس کے مقرب بارگاہ اور اس کی حجت نیز خلافت و حکومت میں اس کے انبیاء کے وارث ہیں۔

شہزادی کائناتؑ کی یہی کوشش تھی کہ مسلمان جس غفلت میں مبتلا ہیں اور ہدایت پانے کے بعد جتنی تیزی کے ساتھ الٹے پاؤں پلٹ گئے ہیں اور ان کی زندگی میں کتنا خطرناک انقلاب آیا ہے انھیں اس کے بارے میں اچھی طرح متنبہ کر دیں۔ اور جو چشمہ ان کی پیاس بجھا سکتا ہے وہ اس کے بجائے غیر شفاف جگہ پہنچ گئے اور انھوں نے اپنے امور کی نسبت نااہلوں کی طرف دے دی ہے اور وہ ایک فتنہ اور ان محرکات میں گھر چکے ہیں جن کی بنا پر انہوں نے مسئلہ خلافت و امامت میں کتاب خدا کی مخالفت کی ہے اور اسے پس پشت ڈال دیا ہے۔

لہٰذا یہ مسئلہ میراث اور عطیہ پیغمبر کی تقسیم کا تھا بھی تو صرف اسی حد تک کہ جس حد تک اس کا تعلق اس اہم اور اعلیٰ مقصد کے موضوع سے تھا ورنہ یہ گھر بار اور زمین جائداد کا جھگڑا نہیں تھا بلکہ جناب فاطمہؑ کی نظر میں یہ اسلام اور کفر کی لڑائی تھی، ایمان و نفاق کی جنگ تھی اور نص و شوریٰ کا مسئلہ تھا۔

اسی طرح ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس بلند و بالا اور صاف گو سیاسی شخصیت نے اپنی عیادت کے لئے آنے والی انصار و مہاجرین کی عورتوں کے سامنے بھی یہ آشکار کر دیا کہ برسر اقتدار حاکموں کے قبضہ کے بعد خلافت

اپنے شرعی راستہ سے بھٹک چکی ہے اور وہ جذبات میں آ کر کسی کی طرفداری یا پرانی دشمنی اور کینہ کی بنیاد پر ایسا نہیں کہہ رہی ہیں بلکہ اگر وہ لوگ اس خلافت کو اسی مقام پر رہنے دیتے جہاں اللہ اور اس کے رسولؐ نے رکھا تھا اور زمام خلافت کو امام کے حوالے کر دیتے تو وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور دنیا و آخرت کی سعادت سے ہمکنار ہو جاتے۔

بلکہ بہت قرین قیاس یہ ہے کہ شہزادی کائنات کو امیر المومنین کے شیعوں اور آپ کے چیدہ اصحاب کے درمیان ایسے افراد یقیناً مل جاتے جنھیں آپ کی صداقت میں ذرہ برابر بھی شک نہیں تھا اور وہ حضرت علیؑ کی گواہی کی بنیاد پر آپ کے حق میں فدک کی گواہی پیش کر سکتے تھے جس سے فدک کے معاملہ میں مطلوبہ گواہیاں بآسانی پوری ہو سکتی تھیں۔

یہ اس بات کی بہترین دلیل ہے کہ جناب فاطمہؑ کا اصل مقصد جسے سب جانتے ہیں کہ پیغمبرؐ کے عطیہ اور میراث کو ثابت کرنا نہیں تھا بلکہ درحقیقت آپ سقیفہ کے نتائج کا فیصلہ چاہتی تھیں اور یہ معاملہ صرف فدک کے بارے میں گواہ پیش کر کے حل نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ اس صورت میں ان کا دائرہ صرف اسی حد تک محدود رہ جاتا بلکہ آپ یہ چاہتی تھیں کہ تمام لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ گمراہ ہو چکے ہیں اور راہ راست سے منحرف ہو چکے ہیں تاکہ شائد اس کے ذریعہ انھیں دوبارہ ہوش آ جائے اور وہ اہل بیتؑ کی ہمراہی اختیار کر کے صحیح راستہ پر لگ جائیں۔

اس کا اندازہ ہمیں اس بات سے ہو جاتا ہے کہ جب شہزادی خطبہ تمام کر کے مسجد سے تشریف لے گئیں تو خلیفہ کے اوپر آپ کے خطبے کی دہشت طاری ہوئی اور انھوں نے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے آپ کے جواب میں جو تقریر کی تھی اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ جناب فاطمہؑ سے ان کے اختلاف کی بنیاد کیا تھی؟ کیونکہ اتنا تو ان کی بھی سمجھ میں آ گیا تھا کہ شہزادی میراث اور جائیداد کے لئے حجت پیش کرنے نہیں آئی ہیں بلکہ یہ ایک سیاسی جنگ اور حضرت علیؑ کے حق میں ہونے والے مظالم کا شکوہ ہے اور امت کے درمیان ان کے عظیم کردار نیز خلیفہ اور ان کے ساتھیوں نے دنیائے اسلام میں ان کے جس واقعی

مقام و مرتبہ سے انھیں دور کرنے کی کوشش کی ہے یہ اس کا اعلان ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہمیں صاف دکھائی دے رہا ہے کہ خلیفہ صاحب نے اپنے جواب میں براہ راست حضرت علیؑ پر حملہ کیا اور آپ کو (معاذ اللہ) لومڑی سے تشبیہ دی اور آپ کو ہی ہر فتنہ کی جڑ بتایا اور فاطمہؑ تو ان کی تابع ہیں اور اس میں انھوں نے کہیں سے کہیں تک میراث یا عطیۂ پیغمبر کا ذکر نہیں کیا ہے۔

ہمیں معلوم ہے کہ شہزادی کائناتؑ نے میراث کے معاملہ میں خلیفہ کی مخالفت اسی وقت کی جب انہوں نے فدک کو غصب کر لیا، کیونکہ لوگوں کا عام دستور یہ تھا کہ وہ اپنی میراث پر قبضہ کرنے کے لئے یا میراث کو ان کے مستحقین تک پہنچانے کے لئے خلیفہ سے اجازت نہیں لیتے تھے بلکہ عام طور سے وہ اپنے معاملات اپنے ہی درمیان آسانی سے حل کر لیتے تھے، لہٰذا جناب فاطمہؑ کو بھی نہ ارباب خلافت کے پاس جانے کی کوئی ضرورت تھی اور نہ ہی اس بارے میں ان کی رائے معلوم کرنے کی ضرورت تھی کیونکہ وہ آپ کی نظر میں پہلے سے ہی ظالم و غاصب تھے۔ لہٰذا میراث کا یہ مطالبہ خلیفہ کے اس ظلم و تعدی کا جواب تھا جس کے ذریعہ اس نے پیغمبرؐ کی میراث میں شہزادی کے حق پر قبضہ جما لیا تھا۔

اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ شہزادی کائناتؑ اپنا حق غصب کئے جانے سے پہلے اس کا مطالبہ نہیں کر سکتی ہیں لہٰذا اس مطالبہ کی بنا پر مخالفت کرنے والوں کے حوصلے مزید بلند ہو گئے اور انھوں نے میراث کے تر و تازہ مسئلہ کا موقع غنیمت سمجھا اور اسے غیر شرعی خلیفہ کے مقابلہ کا ایسا بہترین مواد (ایشو) قرار دے دیا کہ اس کے ذریعہ اس دور میں اسلام کی مصلحتوں کے عین مطابق نہایت صحیح اور صاف ستھرے انداز میں غاصبان خلافت کو غاصبیت، احکام شریعت سے کھلواڑ اور قانون کی بالا دستی کے استخفاف جیسے جرائم کے کٹہرے میں لا کر کھڑا کر دیا۔

۷۔ نئے حالات میں مولائے کائنات کا طرز عمل

تیزی کے ساتھ رونما ہونے والے واقعات، گمراہ کن اقدامات، متعدد رجحانات کے ظہور نے کہ جو اسلام کے خلاف دشمنوں کی چالیں تھیں نیز نئے نئے فتنوں کے سر ابھارنے اور دینی شعور کے خاتمہ کے خطرے

کے پیش نظر نیز صحیح عقیدہ کی حفاظت کے خیال نے مولائے کائناتؑ کو ایک ایسے سہ راہے پر لاکر کھڑا کر دیا تھا جس میں ہر ایک راستہ نہایت دشوار اور خطرناک تھا:

۱۔ بغیر کسی چون و چرا کے ابوبکر کی بیعت کرلیں اور دوسرے مسلمانوں کی طرح ہو جائیں، بلکہ ارباب سلطنت کے نزدیک ایک ممتاز حیثیت حاصل کر کے اپنا وجود اور اپنے منافع اور حیثیت کی حفاظت کرلی جائے اور دین وشریعت کے انجام کا کوئی خیال نہ رہ جائے مگر یہ ناممکن تھا کیونکہ اس کا مطلب اس بیعت پر مہر تصدیق ثبت کرنا تھا جو پیغمبر اکرم کے احکام کے سراسر خلاف تھی۔

۲۔ اس طرح خاموشی اختیار کرلیں کہ آنکھوں میں کانٹے اور حلق میں لقمہ پھنسا رہے اور وہ نااہل حکومت سے آیندہ سرزد ہونے والی متضاد حرکتوں کے درمیان کوشش کر کے ایک ایسا معتدل راستہ تلاش کرلیں جس سے اسلام کی حقیقی شکل باقی رہ سکے اور اسلامی عقیدہ بالکل بے راہ روی سے محفوظ ہو جائے۔

۳۔ لوگوں کو جمع کر کے انھیں خلیفہ کے خلاف مسلح انقلاب برپا کرنے کے لئے تیار کیا جائے۔

مسالمت آمیز مقابلہ اور حضرت زہراؑ کا کردار:

مولائے کائناتؑ نے یہ قطعی فیصلہ کرلیا کہ جب تک خلیفہ اور ان کے دونوں ساتھیوں کے خلاف رائے عامہ ہموار نہ ہو جائے اور آپ کو اپنی قدرت پر اطمینان نہ ہو جائے آپ اہل حکومت کے خلاف کھلم کھلا یا براہ راست انقلاب کی آواز بلند کر کے مسلح اقدام نہیں کریں گے۔

اسی لئے آپ خاموشی (۱) کے ساتھ بڑے بڑے مسلمانوں اور مدینہ کے بااثر لوگوں کے گھروں میں جاکر انھیں نصیحت کرتے تھے اور ان کے سامنے اپنی حقانیت کے ثبوت اور اس کے دلائل پیش کرتے تھے، اور جس کے لئے پیغمبر اکرم کی بیٹی اور آپ کی شریکۂ حیات بھی آپ کے اس خفیہ جہاد میں سایہ کی طرح آپ کے

۱۔ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید: ۱۳/۶، تحقیق شدہ ایڈیشن، میں امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ جناب فاطمہؑ کو رات میں سوار کر کے انصار کے گھروں میں لے جاتے تھے اور ان سے اپنے تعاون کا مطالبہ کرتے تھے اور شہزادی بھی ان سے آپ کی مدد کرنے کی اپیل کرتی تھیں۔

ساتھ رہتی تھیں، جس سے آپ کا مقصد اپنے لئے کوئی جماعت تیار کرنا نہیں تھا کیونکہ ہمیں بخوبی معلوم ہے کہ حضرت علیؑ کے ایسے چاہنے والوں کی ایک جماعت موجود تھی جو آپ کے گرد ہمیشہ حلقہ زن اور آپ کے نام پر ہر قربانی کے لئے تیار تھی اس سے آپ کا مقصد ارباب خلافت کے مقابلہ میں اجماع مسلمین اور رائے عامہ کو ہموار کرنا تھا۔

اس نازک موڑ پر جدید علوی سیاست میں مسئلہ فدک نے کلیدی حیثیت اختیار کر لی اور فاطمی کردار بھی ہارون نبوت کی تیار کردہ اس پختہ حکمت عملی کے عین مطابق تھا کہ جس کے تحت راتوں کو گھروں میں جا کر صورتحال کا پانسہ خلافت کے خلاف پلٹ دیا جائے اور خلیفۂ اول کی خلافت کا انجام بھی وہی ہو جو قصہ تمثیل کا ہوا تھا اور اس حکومت کی طرح اس کا خاتمہ نہ کیا جائے جس کا دارمدار طاقت اور تعداد پر ہوتا ہے۔

اس دوران شہزادی کائناتؑ کے کردار کا خلاصہ یہ ہے کہ خلیفہ نے جو اموال آپ سے چھین کر غصب کر لئے تھے آپ نے بر سر عام ان کا مطالبہ کر کے اس مطالبہ کو خلافت کے اساسی اور بنیادی مسئلہ کے اختلافات کی طرف موڑ دیا اور لوگوں کو یہ سمجھا دیا کہ جس وقت انہوں نے حضرت علیؑ سے منھ پھیر کر ابوبکر کی طرف رخ کیا تھا اس وقت وہ ہوس اور انحراف (۱) کا شکار تھے اور انھوں نے یہ بہت بڑی غلطی کی ہے اور کتاب خدا کی خلاف ورزی کے مرتکب ہو کر ساحل مراد سے بھٹک گئے ہیں۔ (۲)

اور جب یہ فکر جناب فاطمہؑ کے ذہن میں پختہ ہوگئی تو آپ اس وقت کے حالات کے سدھار کے لئے اسے بروئے کار لائیں اور اسلامی حکومت کے دامن کو جس کیچڑ نے سقیفہ کے پہلے ہی دن آلودہ کر دیا تھا اسے

۱۔ بلاغات النساء: ۲۳ پر آپ کے خطبہ کے یہ جملے ملاحظہ فرمائیے:
"و اطلع الشیطان راسه من مغرزه..." اور شیطان نے اپنے ٹھکانہ سے سر ابھارا تو اس نے تمہیں اپنی دعوت پر لبیک کہنے والا پایا...

۲۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ۶/ ۱۲ پر درج ہے کہ مولائے کائنات نے لوگوں سے گفتگو کے دوران یہ فرمایا تھا: "اے گروہ مہاجرین اللہ سے ڈرو، پیغمبر اکرمؐ کی سلطنت کو ان کے گھر سے نکال کر اپنے گھروں میں نہ لے جاؤ اور جو اس کا اہل ہے، لوگوں کے درمیان اس کا مقام نہ گھٹاؤ اللہ کی قسم، اے گروہ مہاجرین، ہم اہل بیتؑ اس سلسلہ میں تم سے زیادہ حقدار ہیں.....

وضاحت کے ذریعہ صاف کرنا شروع کردیا کہ خلیفہ کی نظر میں اسلامی قانون کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور انھوں نے مبینہ طور پر خیانت کی ہے اور جس انتخاب (الیکشن) میں ابوبکر کو خلیفہ منتخب کیا گیا ہے وہ کتاب خدا اور راہ صواب کے سراسر خلاف تھا۔(۱)

جناب فاطمہؑ کی اس مخالفت میں مندرجہ ذیل ایسے دو رخ پائے جاتے ہیں کہ اگر آپ کی جگہ پر حضرت علیؑ ہوتے تو ان رخوں کا کوئی امکان نہیں تھا:

۱۔ کیونکہ آپ اپنے بابا کی رحلت کی وجہ سے سوگوار تھیں لہٰذا اس سے لوگوں کی ہمدردی حاصل کرنا اور اس مغموم فضا کا سہارا لے کر لوگوں کے نفسیات کو کرنٹ جیسے جھٹکے دینا اور اہل بیتؑ کے حق کی وصول یابی کے لئے ان کے شعور کو جھنجھوڑنا آپ کے لئے نہایت آسان تھا۔

۲۔ آپ خلافت کے مقابلہ کے لئے جو صورت بھی اختیار کرلیتیں اسے مسلحانہ کاروائی قرار دینا ممکن نہیں تھا کیونکہ اس کی باگ ڈور آپ جیسی خاتون کے ہاتھوں میں تھی اور دوسری طرف مولائے کائناتؑ اس وقت تک صلح و آشتی کے ساتھ گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جب تک لوگ ان کے اوپر چڑھائی نہ کردیں۔ اور وہیں سے آپ پوری صورتحال پر دقیق نظر رکھے ہوئے تھے تاکہ اگر ضرورت پڑے تو اس میں مداخلت بھی کرسکیں اور جب یہ تحریک اپنی آخری منزل تک پہنچ جائے تو اس کی قیادت سنبھال لیں اور اگر حالات آپ کا ساتھ نہ دے سکیں تو اس فتنہ کو ہی دبا دیا جائے۔ مختصر یہ کہ شہزادی کائناتؑ اپنی مقاومت کے ذریعہ یا تو غاصبین خلافت کے خلاف اجتماعی انقلاب قائم کرنے میں کامیاب ہوجائیں اور اگر ایسا نہ ہوسکے تو پھر آپ زبانی اختلاف اور لفظی کشمکش کو فتنہ وفساد کا رنگ اختیار نہ کرنے دیں۔

اس طرح حضرت علیؑ کی یہ بھرپور کوشش تھی کہ اپنی آواز کو شہزادی کائناتؑ کی زبان سے لوگوں کے کانوں تک پہنچادیں اور خود کو اصل معرکہ سے دور رکھیں اور کسی خاص ردعمل کے لئے مناسب موقع کے انتظار میں

۱۔ ملاحظہ ہو "الصواعق المحرقۃ" ۳۶ مطبوعہ قاہرہ، قال الخليفة الثاني " كانت بيعة ابى بكر فلتةً وقى الله شرّها فمن عادَ لمثلها فاقتلوه ..." نیز تاریخ الخلفاء، ص ۶۷ ملاحظہ ہو۔

رہیں اور دوسرے یہ کہ پوری امت قرآن کے سامنے اس فاطمی مخالفت کو غاصبی خلافت کے ناجائز ہونے کی مضبوط اور مستحکم سند میں تبدیل کردیں اور بالآخر آپ نے جو ارادہ کیا تھا اسے منزل تکمیل تک پہنچا دیا کیونکہ شہزادی کائنات نے علوی حق کے اثبات کے لئے ایسی واضح تعبیرات استعمال کیں کہ جن میں سرفروشی اور جہد مسلسل کے مختلف راگ بھرے ہوئے تھے۔

مختصر یہ کہ اس فاطمی جہاد کو مندرجہ ذیل شکلوں میں پیش کیا جاسکتا ہے:

۱۔اپنی میراث اور دوسرے حقوق کا مطالبہ کرنے کے لئے ابوبکر کے پاس کسی دوسرے کو بھیجنا (۱) درحقیقت خود براہ راست میدان عمل میں اترنے کے لئے شہزادی کا یہ پہلا قدم تھا۔

۲۔خصوصی نشست میں (۲) جاکر براہ راست اپنے حقوق کا مطالبہ کرنا تاکہ اس سے خمس اور فدک وغیرہ کے معاملہ میں شدت پیدا کی جاسکے اور اس سے خلیفہ کی قوت استقامت کا اندازہ لگالیا جائے۔

۳۔وفات پیغمبرؐ کے دس دن بعد مسجد نبوی میں خطبہ دینا جس کا تذکرہ شرح نہج البلاغہ میں موجود ہے۔(۳)

۴۔جب ابوبکر اور عمر آپ کی عیادت کے لئے آئے تو پہلے تو آپ نے ان کی طرف سے منھ پھیر لیا اور جب ان سے گفتگو کی تو اس میں بھی ان سے اپنی ناراضگی کا واضح لفظوں میں یہ اعلان کردیا کہ ان دونوں نے اللہ اور اس کے رسول کو ناراض کیا ہے۔(۴)

۱۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید:۱۶/۲۱۸و۲۱۹ پر ابی طفیل سے منقول ہے: جناب فاطمہؑ نے ابوبکر کے پاس اپنا نمائندہ بھیج کر پوچھا کہ رسول اللہ کے وارث تم ہو یا ان کے گھر والے؟ تو انھوں نے کہا (میں نہیں ہوں) بلکہ ان کے گھر والے ہیں۔

۲۔گذشتہ حوالہ:۲۳۰۔

۳۔گذشتہ حوالہ:۲۱۱ایک جماعت سے نقل کیا ہے: جب جناب فاطمہ کو یہ اطلاع ملی کہ ابوبکر نے یہ طے کرلیا ہے کہ آپ کو فدک واپس نہیں کریں گے تو آپ نے چادر اوڑھی اور بنی ہاشم کی خواتین کے حلقہ میں گھر سے روانہ ہوئیں... یہاں تک کہ ابوبکر کے پاس پہنچ گئیں جو اس وقت انصار و مہاجرین کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے...

۴۔ملاحظہ فرمائیے الامامہ والسیاسہ، ابن قتیبہ:۳۱؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید:۱۲/۲۸۱و۲۶۴؛ رسول اکرم نے فرمایا" فاطمة بضعة منی من اغضبها اغضبنی " فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا، اعلام النساء:۴/۱۲۳؛ کنز العمال: ج۱۲ح۳۴۲۲۲۔

۵۔مہاجرین وانصار کی عورتوں کے درمیان آپ کا خطبہ جب وہ اکٹھا ہو کر آپ کے پاس آئی تھیں(۱)
۶۔یہ وصیت کہ آپ کو تکلیف پہنچانے والے آپ کی تشیع جنازہ میں شریک نہ ہونے پائیں چنانچہ یہ وصیت ارباب خلافت سے آپ کی ناراضگی کا آخری پیغام تھا۔(۲)

اس طرح اس فاطمی تحریک کوایک اعتبار سے ناکامی کا سامنا کرنا پڑااور دوسرے لحاظ سے اسے کامیابی مل گئی، ناکامی اس اعتبار سے کہا جاسکتا ہے کہ وفات پیغمبر کے دس دن کے بعد اپنی آخری دوڑ دھوپ میں یہ تحریک خلیفہ کی حکومت پر روک نہیں لگاسکی۔

ہمارے لئے یہ بیان کرنا تو ممکن نہیں ہے کہ شہزادی کو اس معرکہ میں کون سے نقصانات برداشت کرنا پڑے، البتہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ان تمام مواقع پر خلیفہ کا ہی سب سے اہم اور کلیدی رول رہا ہے کیونکہ وہ ایک سیاسی آدمی تھے جس کا ثبوت ہمیں اسی بات سے مل جاتا ہے کہ جب مسجد نبوی میں شہزادی نے اپنے خطبہ کا رخ انصار کی طرف موڑ دیا تو خلیفہ نے نہایت زیرکی سے نرم لہجہ میں اس کا جواب دیا:

مگر!ابھی وہ اپنے اس نرم اور پھسلانے والے جواب میں ہی غرق تھے کہ جناب فاطمہؑ کے مسجد سے باہر نکلتے ہی جو پلٹا کھایا تو اسی منھ سے ان کے خلاف آگ اگلنا شروع کردی اور یہاں تک کہہ دیا:

''ہر توہین کرنے والی کی طرف یہ تمہارا غلط جھکاؤ کیسا ہے؟(معاذ اللہ)یہ تو وہ لومڑی ہے جو اپنی دم کو اپنے ساتھ لئے ہے''(جیسا کہ یہ پوری تقریر پہلے گذر چکی ہے)(۳)اس نرمی اور دباؤ کے بعد اچانک آگ اگلنے لگنا، یہ انقلاب اس بات کی دلیل ہے کہ خلیفہ میاں کو اپنے اعصاب اور نفسیات نیز ہر طرح کے حالات کے ساتھ چلنے پر کتنا کنٹرول تھا۔

۱۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید:۱۲/۲۳۳۔
۲۔گذشتہ حوالہ ۶/۲۹۱۔
۳۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید:۱۶/۲۱۴و۲۱۵۔

اور جناب فاطمہؑ کی تحریک اس اعتبار سے کامیاب رہی کہ اس کے ذریعہ حق کو اچھی طرح تقویت مل گئی اور مذہبی اختلاف کے میدان میں اترنے کے لئے اسے نئی طاقت مل گئی اور آپ نے اپنے پورے جہاد اور تحریک کے دوران اور خاص طور سے اس وقت کہ جب شیخین آپ کی عیادت کے لئے آئے تو آپ نے اپنی اس کامیابی کو یہ کہہ کر دامن تاریخ پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قلمبند کر دیا:

''آپ دونوں صرف اتنا بتا دیں کہ اگر میں رسول اللہ کی کوئی حدیث بیان کروں تو کیا آپ اس حدیث سے واقف ہیں یا نہیں؟ تو دونوں نے کہا: ضرور، تو آپ نے یہ فرمایا: ''نشد تکما الله ، ألم تسمعا من رسول الله (ص) يقول :'' رضا فاطمة من رضاى ، و سخط فاطمة من سخطي ، فمن أحبّ فاطمة فقد أحبّني ، و من أرضى فاطمة فقد أرضاني ، و من أسخط فاطمة فقد أسخطني '' میں تمہیں خدا کی قسم دیتی ہوں کیا تم نے رسول اللہ کی یہ حدیث نہیں سنی ہے؟ فاطمہؑ کی خوشی میری خوشی ہے اور فاطمہؑ کی ناراضگی میں میری ناراضگی ہے لہٰذا جس نے فاطمہؑ کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے فاطمہؑ کو خوش کیا اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے فاطمہؑ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا ہے۔(۱)

دونوں نے کہا! جی ہاں! ہم نے رسول اللہؐ سے یہ حدیث سنی ہے تب آپ نے فرمایا:

''فإنّي اشهد الله و ملائكته أنّكما أسخطتماني و ما أرضيتماني ولئن لقيت النبيّ (ص) لأ شكونّكما عنده'' میں اللہ اور اس کے ملائکہ کو گواہ بناتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھے ناراض کیا ہے اور

۱۔(اس سلسلہ میں رسول اکرمؐ کے احادیث کی مختلف عبارتوں کی صحت ثابت ہے جیسا کہ صحیح روایت میں ہے کہ آپ نے جناب فاطمہؑ (رضی اللہ عنہا) سے فرمایا: ''ان الله يغضب لغضبک و يرضى لرضاک ...'' اللہ تمہارے ناراض ہو جانے سے ناراض اور تمہارے خوش ہو جانے سے خوش ہوتا ہے، نیز فرمایا: '' فاطمة بضعة منى يريبني ما رابها و يؤذيني ما آذاها'' فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے مجھے بھی وہی خوشحال کرتا ہے جس سے اسے خوشی ہوتی ہے اور مجھے بھی اسی سے اذیت ہوتی ہے جس سے اسے اذیت پہنچتی ہے۔
ملاحظہ فرمایئے: صحیح مسلم: ۴/ ح ۱۹۰۲: ج ۹۳/ ح ۲۴۴۹/ ۔ مطبوعہ دار احیاء تراث، مستدرک حاکم ۳/ ۱۵۸، ذخائر العقبیٰ ۴۷ مسند امام حنبل: ۴/ ۳۲۳ و ۳۲۲؛ جامع ترمذی: ۵/ ۶۹۹، مطبوعہ دار احیاء التراث عربی بیروپ، صواعق محرقہ، ابن حجر: ۱۹۰۔

مجھے راضی نہیں کیا اور اگر رسول اللہ سے میری ملاقات ہوئی تو میں ان سے تم دونوں کی شکایت کروں گی۔(۱)

اس حدیث سے ہمارے سامنے یہ پوری تصویر ابھر کر سامنے آجاتی ہے کہ آپ نے کس حسین انداز سے اپنے دونوں مخالفوں کو اپنے اعتراضات کی گرفت میں لے لیا اور ان کے بارے میں اپنی ناراضگی اور غم و غصہ کو بالکل آشکار کر دیا۔ تاکہ دین وعقیدہ کے میدان میں آپ اس تنازع کے وقت ہر لحاظ سے کامیاب و کامران نظر آئیں اور اس کے ساتھ ساتھ آپ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ خلیفہ نے آپ کو ناراض کر کے خدا اور اس کے رسولؐ کی ناراضگی مول لے لی ہے اور ان دونوں نے آپ کو تکلیف دے کر اللہ اور رسول کو اذیت پہنچائی ہے کیونکہ وہ دونوں آپ کے غضب کی وجہ سے غضبناک اور آپ کی ناراضگی کی وجہ سے ناراض ہوتے ہیں۔ اور اس کے لئے پیغمبر اکرمؐ کی صحیح حدیث کی صراحت موجود ہے لہٰذا یہ اللہ اور اس کے رسول کے خلیفہ نہیں ہو سکتے ہیں (۲) کیونکہ خداوند تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

''﴿...و ما كان لكم أن تؤذوا رسول الله و لا أن تنكحوا ازواجه من بعده ابدا ان ذلكم كان عند الله عظيما﴾

اور تمہیں حق نہیں ہے کہ رسول اللہ کو اذیت دو یا ان کے بعد کبھی بھی ان کی ازواج سے نکاح کرو کہ یہ خدا کی نگاہ میں بہت بڑی بات ہے۔(۳)

﴿ان الذين يؤذون الله و رسوله لعنهم الله فى الدنيا و الآخرة و اعد لهم عذابا مهينا﴾

یقیناً جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کو ستاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں خدا کی لعنت ہے اور خدا نے ان کے لئے رسوا کن عذاب مہیا کر رکھا ہے۔(۴)

۱۔''ابوبکر سے جناب فاطمہ کی ناراضگی کے لئے ملاحظہ فرمائیں، صحیح بخاری ۵/۵؛ صحیح مسلم ۲/۷۲؛ مسند امام احمد حنبل ۱/۶؛ تاریخ طبری، ۴/۲۷؛ کفایۃ الطالب: ۲۶۶؛ سنن بیہقی: ۶/۳۰۰''۔

۲۔ ملاحظہ ہو فدک فی التاریخ ص ۱۱۲، ۱۱۹۔

۳۔ سورۂ احزاب/۵۳۔

۴۔ سورۂ احزاب/۵۷۔

﴿و الذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب ألیم﴾

اور جو لوگ پیغمبر کو اذیت دیتے ہیں ان کے واسطے دردناک عذاب ہے۔(۱)

﴿یا ایھا الذین آمنوا لا تتولوا قوما غضب اللہ علیھم﴾

ایمان والو خبردار اس قوم سے ہرگز دوستی نہ کرنا جس پر خدا نے غضب نازل کیا ہے۔(۲)

﴿و من یحلل علیہ غضبی فقد ھویٰ﴾

اور جس پر میرا غضب نازل ہو گیا وہ یقیناً برباد ہو گیا۔(۳)

۸۔ جناب فاطمہؑ کے گھر پر چڑھائی

حضرت علیؑ نے ابوبکر کی بیعت نہیں کی اور حکومت سے اپنی ناراضگی کا اعلان بھی کر دیا تاکہ دنیا کے اوپر یہ واضح ہو جائے کہ رسول اللہؐ کے بعد اسلام کی سب سے اہم شخصیت نے چونکہ خلافت کی مخالفت کی ہے لہٰذا یہ رسول اللہؐ کی واقعی خلافت نہیں ہو سکتی اور بالکل یہی رویہ شہزادی کائنات نے بھی اپنایا، تاکہ مسلمانوں کو اچھی طرح پتہ چل جائے کہ ان کے نبی کی بیٹی ان لوگوں سے ناراض تھیں اور وہ اپنے بابا کے دین کی پابند تھیں لہٰذا اس حکومت کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔

دوسری طرف مولائے کائنات نے اپنے شرعی حق کے غاصبین کے خلاف منفی (سلبی) جہاد چھیڑ دیا اور آپ کے ساتھ ایسے بعض جلیل القدر مہاجرین وانصار بھی اٹھ کھڑے ہوئے کہ جن کی تعریف پیغمبرؐ نے فرمائی تھی اور یہ حضرات تمام معاملات سے بخوبی واقف تھے جیسے عباس بن عبد المطلب، عمار یاسر، ابوذر غفاری، سلمان فارسی، مقداد، خزیمہ ذو الشہادتین، عبادہ بن صامت، حذیفہ یمانی، سہل بن حنیف، عثمان بن حنیف، ابوایوب انصاری وغیرہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن پر اس شور شرابہ کا کوئی اثر نہیں ہوا اور خلافت پر قابض

۱۔ سورہ توبہ آیت ۶۱

۲۔ سورۂ ممتحنہ ر۱۳۔

۳۔ سورہ طٰہٰ ر۸۱۔

جماعت جن میں عمر بن خطاب سب سے پیش پیش نظر آتے ہیں کی دھمکیاں ان کے اوپر ذرہ برابر کارگر ثابت نہ ہوئیں۔

کچھ اصحاب نے باقاعدہ خلیفۂ اول کی بیعت پر اعتراض بھی کیا اور اس بارے میں مسجد نبوی کے علاوہ دوسرے مقامات پر متعدد بحثیں بھی ہوئیں اور وہ لوگ حکومت کی دھمکیوں کے سامنے بالکل نہیں جھکے جن سے کچھ لوگوں کے تو ہوش اڑ گئے اور وہ اسی دھارے کے ساتھ بہہ گئے۔

جن میں سے کچھ لوگ تو راہ راست پر واپس آ گئے اور انہوں نے جلد بازی میں ہڑ بڑا کر ابو بکر کی جو بیعت کر لی تھی یا ان کی طرف سے اہل بیت کی کھلی دشمنی کا اظہار ہو گیا تھا وہ ان سب باتوں پر نادم ہو گئے۔

اسی طرح مدینہ کے اطراف میں بعض مومن قبیلے بھی تھے جیسے اسد، فزارہ اور بنی حنیفہ، وغیرہ جو ''غدیر خم'' کے دن اُس بیعت کے چشم دید گواہ تھے جو پیغمبر اسلامؐ نے لوگوں سے حضرت علیؑ کے ہاتھوں پر لی تھی اور اپنے بعد آپؑ کو ان کا امیر بنایا تھا اور ابھی کچھ عرصہ بھی نہیں گذرا تھا کہ انھیں یہ اطلاع ملی کہ پیغمبر اکرمؐ کی وفات ہو گئی اور ابو بکر کی بیعت کر لی گئی ہے اور وہ منصب خلافت پر بیٹھ گئے ہیں چنانچہ اس حادثہ کی بنا پر وہ بالکل حیران رہ گئے اور انھوں نے ابو بکر کی بیعت کرنے سے بالکل انکار کر دیا (۱) اور نئی حکومت کو اس لئے زکات نہیں دی کہ یہ غیر شرعی ہے۔ یہاں تک کہ (ڈھول چھٹ گئی) اور صورتحال بالکل واضح ہو گئی اور وہ اپنے اسلام کے مطابق نماز پڑھتے تھے اور اسی طرح تمام مذہبی اعمال انجام دیتے رہے۔

لیکن برسر اقتدار طبقہ نے یہ پالیسی اختیار کی کہ جب تک حضرت علیؑ اور آپ کے اصحاب کی مخالفت حکومت کے لئے اندرونی خطرہ کی شکل میں باقی ہے اس قسم کے جتنے لوگ بھی اس حکومت کے لئے خطرہ بن سکتے ہیں ان پر کسی طرح روک لگا دی جائے ورنہ اگر اس بڑھتی ہوئی مخالفت کی آگ کو فوراً کنٹرول نہ کیا گیا اور اس پر روک نہ لگائی گئی تو ان کی حکومت کو خطرہ لاحق ہو جائے گا چنانچہ اس کا یہ طریقۂ کار اپنایا گیا کہ اس مخالفت کے سربراہ حضرت علیؑ کو ابو بکر کی بیعت کے لئے مجبور کیا جائے۔

۱۔ تاریخ امم والملوک، طبری: ۶۱/۴، ط، دار الفکر۔

بعض مورخین نے نقل کیا ہے کہ (۱) عمر بن خطاب خلیفہ اول کے پاس آئے اور ان سے کہا: کیا تم اس خلاف ورزی کرنے والے سے بیعت نہیں لوگے؟ اے بھائی تم اس وقت تک کچھ نہیں کر سکتے جب تک علی بن ابی طالب تمہاری بیعت نہ کرلیں، لہٰذا ان کے پاس کسی کو بھیجدو تا کہ وہ بیعت کرلیں، تو ابو بکر نے قنفذ کو بھیجا، چنانچہ قنفذ نے امیر المومنینؑ سے آکر کہا، آپ کو خلیفہ رسول اللہؐ نے بلایا ہے، تو حضرت علیؑ نے فرمایا: کتنی جلدی تم نے رسول اللہؐ کی طرف جھوٹی نسبت دیدی'' یہ سن کر وہ واپس چلا گیا اور اس نے یہ پیغام پہونچا دیا، تو ابو بکر بہت دیر تک روئے عمر نے ان سے پھر کہا اس خلاف ورزی کرنے والے کو بیعت نہ کرنے کی چھوٹ نہ دو تو ابو بکر نے قنفذ سے پھر کہا: کہ ان کے پاس واپس جاؤ اور کہو کہ خلیفہ رسول اللہؐ نے تمہیں اپنی بیعت کرنے کے لئے بلایا ہے تو قنفذ نے دوبارہ آکر آپ تک ان کا یہ پیغام پہنچا دیا تو حضرت علیؑ نے بلند آواز سے فرمایا سبحان اللہ وہ اس چیز کا مدعی ہو گیا ہے جو اس کا حق نہیں ہے، اس طرح قنفذ پھر پلٹ کر واپس آ گیا اور اس نے ابو بکر کو آپ کا جواب سنا دیا، جس سے ابو بکر تا دیر روتے رہے، تو عمر نے کہا اٹھو اور ان کے پاس چلو چنانچہ ابو بکر، عمر، عثمان، خالد بن ولید، مغیرہ بن شعبہ، ابو عبیدہ جراح اور ابو حذیفہ کا غلام سالم اٹھ کر چل دئے۔

جناب فاطمہ زہراؑ کو یہ یقین تھا کہ آپ کے گھر میں کوئی بھی آپ کی اجازت کے بغیر گھسنے کی ہمت نہیں کرے گا چنانچہ جب یہ سب آپ کے دروازے پر پہنچ گئے اور انھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا اور آپ نے ان کی آوازیں سنیں تو بلند آواز سے یہ فریاد کی: یا أبت یا رسول اللہ (ص) ما ذا لقینا بعدک من ابن الخطاب و ابن أبی قحافۃ ، لا عھد لی بقوم حضروا أسوأ محضر منکم ، ترکتم رسول اللہ (ص) جنازۃ بأیدینا و قطعتم أمرکم بینکم ، لم تستأمرونا ، و لم تردّوا لنا حقاً ''اے بابا! اے اللہ کے رسول ہمیں آپ کے بعد ابن خطاب اور ابو قحافہ کے بیٹے کے ہاتھوں کیسے کیسے دن دیکھنا پڑے، ان لوگوں سے مجھے کوئی سروکار نہیں جو بدترین شکل میں یہاں حاضر ہوئے ہیں تم لوگوں نے

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ابن قتیبہ: ۲۹، ۳۰۔

رسول اللہ کا جنازہ ہمارے ہاتھوں پر چھوڑ دیا اور اپنے امور کو اپنے درمیان تقسیم کرلیا، نہ ہم سے کوئی اجازت مانگی اور نہ ہی ہمیں ہمارا حق واپس پلٹایا''

جب لوگوں نے حضرت فاطمہ زہراؑ کی آواز کے ساتھ آپ کے بین بھی سنے تو وہ روتے ہوئے واپس چلے گئے اور ایسا لگتا تھا جیسے ان کے دل پھٹ جائیں گے اور ان کے کلیجے پارہ پارہ ہو جائیں گے البتہ عمر اور ان کے ساتھ کچھ لوگ وہیں رکے رہے اور عمر نے لکڑیاں منگائیں اور چیخ کر کہا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے۔ یا تو باہر نکلو ورنہ سب کو جلا کر راکھ کردوں گا تو کسی نے ان سے کہا اے ابوحفص: اس میں فاطمہؑ ہیں، کہا چاہے کوئی بھی ہو۔

چنانچہ جناب فاطمہ زہراؑ نے دروازہ کے پیچھے کھڑے ہوکر لوگوں سے کہا: '' و یحک یا عمر ما هذه الجرأة علی الله و علی رسوله ؟ ترید أن تقطع نسله من الدنیا و تفنیه و تطفئ نور الله ؟ و الله متم نوره'' ''اے عمر! تمہارے اوپر تف ہو، اللہ اور اس کے رسولؐ کے اوپر تیری یہ جرأت؟ کیا تم ان کی نسل کو منقطع کر کے انھیں دنیا سے مٹانا چاہتے ہو اور خدا کے نور کو بجھانا چاہتے ہو اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے'' اتنے میں عمر نے دروازہ پر لات ماری، تو شہزادی کائناتؑ پردے کی وجہ سے دروازے اور دیوار کے درمیان در پردہ پس گئیں، اس کے بعد وہ سب گھر میں گھس آئے جس کی وجہ سے شہزادیؑ کی چیخ نکل گئی اور اسی وجہ سے آپ کے شکم میں موجود بچہ کی شہادت واقع ہوگئی۔

پھر وہ سب حضرت علیؑ کے اوپر ٹوٹ پڑے اس وقت آپ اپنے بستر پر بیٹھے ہوئے تھے، ان سب نے مل کر آپ کے کپڑوں کو گھسیٹتے ہوئے آپ کو باہر نکالا اور سقیفہ کی طرف لے کر چلے تو جناب فاطمہؑ ان کے اور اپنے شوہر کے درمیان حائل ہوگئیں اور آپ نے یہ فریاد کی: '' و الله لا أدعكم تجرّون ابن عمّی ظلماً ، ویلکم ما أسرع ما خنتم الله و رسوله ، فینا أهل البیت ، و قد أوصاکم رسول الله (ص) باتّباعنا و مودّتنا و التمسّک بنا'' اللہ کی قسم! میں نہیں چھوڑوں گی کہ تم میرے ابن عم کو ظلم کے ساتھ کھینچتے ہوئے لے جاؤ تمہارے اوپر تف ہو، تم کتنی جلدی ہم اہل بیتؑ کے بارے میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے خیانت کر بیٹھے جب کہ رسول اللہؐ نے تم کو ہماری پیروی، اور مودت اور ہم سے متمسک رہنے کا

حکم دیا تھا۔"

تو عمر نے قنفذ کو آپ کے اوپر ہاتھ اٹھانے کا حکم دیا چنانچہ قنفذ نے آپ کے بازو پر ایسا کوڑا مارا کہ جس سے بازو پر نیلا نشان بن گیا۔(۱)

وہ سب مولائے کائنات کو کھینچتے ہوئے سقیفہ میں لے گئے جہاں اس وقت ابوبکر بیٹھے ہوئے تھے آپ دائیں بائیں دیکھ کر یہ کہتے جارہے تھے: **و احمزتاہ و لا حمزۃ لی الیوم ، واجعفراہ و لا جعفر لی الیوم** "!! "آہ اے حمزہ! آج میرے لئے کوئی حمزہ نہیں ہے، آہ اے جعفر! آج میرے لئے کوئی جعفر نہیں ہے" اور جب وہ آپ کو رسول اللہؐ کی قبر کے پاس سے لے کر گذرے تو آپ نے کہا: "یا ابن امّ إنّ القوم استضعفونی و کادوا یقتلوننی" "اے میرے ماں جائے اس قوم نے مجھے کمزور بناڈالا ہے اور یہ مجھے قتل کرنے کے درپے ہیں"۔

عدی بن حاتم کہتے ہیں: خدا کی قسم! مجھے کسی کے اوپر اتنا رحم نہیں آیا جتنا رحم علی بن ابی طالبؑ کے اوپر اس وقت آیا جب انھیں ان کے کپڑوں سے گھسیٹتے ہوئے لایا گیا تھا، اور انھیں ابوبکر کے سامنے پیش کیا گیا اور ان سے کہا گیا کہ بیعت کرو تو انھوں نے کہا: "فان لم افعل فمه" اگر میں نہ کروں تو کیا ہوگا؟ تو عمر نے کہا: خدا کی قسم، میں تمہاری گردن اڑادوں گا، تو حضرت علیؑ نے کہا: "**إذن و اللہ تقتلون عبداللہ و أخا رسولہ**" اللہ کی قسم تو تم اللہ کے بندہ اور رسول اللہ کے بھائی کو قتل کرو گے، تو عمر نے کہا خدا کا بندہ یہ تو ٹھیک ہے لیکن رسول اللہ کا بھائی یہ درست نہیں تو آپ نے فرمایا: "**أتجحدون أنّ رسول اللہ (ص) آخی بینی و بینہ**؟!" کیا تم اس کے منکر ہو کہ رسول اللہؐ نے مجھے اپنا بھائی بنایا تھا، اس کے بعد امامؑ اور برسر اقتدار طبقہ کے درمیان اس طرح گرما گرم بحث ہوتی رہی۔

اس وقت تک جناب فاطمہؑ امام حسنؑ اور حسینؑ کے ہاتھ پکڑے ہوئے وہاں پہنچ گئیں کوئی ہاشمی خاتون ایسی نہیں تھی جو آپ کے ساتھ وہاں نہ پہنچی ہو اور وہ سب فریاد و بکاء اور آہ و واویلا کر رہی تھیں پھر جناب فاطمہؑ

۱۔ مرآۃ العقول: ۵/۳۲۰۔

نے فرمایا: ''خلوا عن ابن عمّی !! خلوا عن بعلی !! و الله لأكشفن رأسی و لأضعنّ قميص أبی علی رأسی و لأدعونّ عليكم ، فما ناقة صالح بأكرم علی الله منّی ، و لا فصيلها بأكرم علی الله من ولدی''. میرے ابن عم کو چھوڑ دو، میرے شوہر کو چھوڑ دو، اللہ کی قسم! میں اپنا سر کھول دوں گی اور اپنے بابا کی قمیص اپنے سر کے اوپر رکھ کر تمہارے لئے بد دعا کروں گی خدا کے نزدیک ناقۂ صالح مجھ سے زیادہ محترم نہیں اور نہ ہی اس کا بچہ میرے ان دونوں بچوں سے زیادہ خدا کے نزدیک محترم ہے۔(۱)

عیاشی کی روایت میں ہے کہ آپ نے یہ فرمایا تھا: '' يا أبابكر ، أ تريد أن ترملنی عن زوجی و تيتّم أولادی؟ و الله لئن لم تكفّ عنه لأنشرنّ شعری و لأشقّنّ جيبی و لآتينّ قبر أبی و لأصرخنّ إلی ربّی '' اے ابوبکر، کیا تو میرا سہاگ اجاڑنا چاہتا ہے؟ اور میرے بچوں کو یتیم کرنا چاہتا ہے؟ اللہ کی قسم! اگر تم اپنے عمل سے باز نہیں آ ؤ گے، تو میں اپنے سر کے بال پریشان اور اپنا گریبان چاک کر دوں گی، اور اپنے بابا کی قبر پر جا کر خدا سے فریاد کروں گی، پھر آپ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے بابا کی قبر کی طرف بڑھیں یہ منظر دیکھ کر لوگ چاروں طرف سے ابوبکر کی طرف اشارہ کر کے چلانے لگے: تم ان سے کیا چاہتے ہو؟ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اس امت پر عذاب نازل ہو جائے؟

ادھر شہزادی اپنے بابا کی قبر مبارک کی طرف جاتے ہوئے ان سے یوں مدد طلب کر رہی تھیں: ''يا أبت يا رسول الله (ص) ماذا لقينا بعدك من ابن الخطاب و ابن أبی قحافة ؟ اے بابا، یارسول اللہؐ آپ کے بعد ہمیں خطاب کے بیٹے، پسر ابو قحافہ کے ہاتھوں کیا کیا دن دیکھنا پڑے چنانچہ بی بی کی آہیں سننے کے بعد کوئی دل ایسا نہیں تھا جو غمزدہ نہ ہو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری نہ ہوئے ہوں۔(۲)

۱۔ احتجاج طبرسی: ۱/۲۲۲۔

۲۔ الغدیر: ۳/۱۰۴؛ الامامة والسياسة: ۱/۱۳؛ تاریخ طبری: ۳/۱۹۸؛ العقد الفرید: ۲/۲۵۷؛ تاریخ ابو الفداء: ۲/۱۶۵؛ تاریخ ابن شحنہ: ۱؛ شرح ابن ابی الحدید: ۳/۱۹۔

۹۔ آمنے سامنے کا مقابلہ

جناب فاطمہؑ کو ہرگز یہ توقع نہیں تھی کہ انھیں اتنے برے دن دیکھنا پڑیں گے، اگر چہ آپ کے والد ماجد نے پہلے سے آپ کو اس کی اطلاع دے رکھی تھی مگر سننے اور دیکھنے میں بڑا فرق ہے خاص طور سے مصیبت سہنے کا اثر تو دیکھنے اور سننے دونوں سے مختلف ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے اپنے والد گرامی سے یہ ضرور سن رکھا تھا کہ زمانہ ان کا مخالف ہو جائے گا اور چھپے ہوئے کینے آپ کی وفات کے بعد کھل کر سامنے آجائیں گے چنانچہ آپ نے اپنی آنکھوں سے ان تمام باتوں کا مشاہدہ کر لیا اور لوگ آپ کے شوہر نامدار کے اوپر ٹوٹ پڑے اور اس گھر میں درانہ گھس آئے جس میں پیغمبر اکرمؐ بھی جناب فاطمہؑ سے اجازت مل جانے کے بعد ہی داخل ہوتے تھے۔

جناب فاطمہؑ کو بخوبی یاد تھا کہ ربیبۂ پیغمبرؐ جناب زینب، اپنے بابا کے پاس جانے کے لئے تیار ہوئیں اور اونٹ پر ہودج میں بیٹھ کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئیں تو اس وقت ہبار بن اسود انھیں پکڑنے کے لئے آیا اور اس نے انھیں ڈرانے کے لئے ہودج پر اپنا نیزہ مارا، تو چونکہ اس وقت زینب حاملہ تھیں اس کے خوف سے ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا اس لئے پیغمبر اکرمؐ نے فتح مکہ کے دن ہبّار بن اسود کا خون مباح کر دیا تھا۔

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اگر پیغمبر اسلامؐ اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ لیتے تو کیا کہتے؟ ان کے امتیوں نے آپ کی چہیتی اور اکلوتی بیٹی کے گھر کی حرمت کا بھی کوئی خیال نہیں کیا؟ حتیٰ کہ آپ کے اس جگر کے ٹکڑے کا بھی کوئی لحاظ نہ رکھا اور ان کی جرأتیں اتنی بڑھ گئیں کہ وہ درانہ گھر میں گھس آئے اور آپ کو درو دیوار کے درمیان پیس دیا جس کی بنا پر آپ کے شکم میں آپ کے بچہ کی شہادت ہوگئی اور آپ اس کی وجہ سے مسلسل مریض رہنے لگیں اور اسی کی وجہ سے آپ کی شہادت بھی ہوئی؟

جناب فاطمہؑ کے گھر پر جو آمنے سامنے کا مقابلہ ہوا اگر چہ وہ ایک مختصر سی مدت اور بظاہر ایک گھر کی حدوں تک محدود تھا مگر اس کے باوجود اس کی صدائے بازگشت نسل در نسل آج تک سنائی دیتی چلی آرہی ہے اور آل محمدؐ کے چاہنے والوں کو ان پر ہونے والے مظالم کی تلخیوں کا ایسا احساس ہوتا جیسے پیغمبرؐ کی وفات کو

ابھی چند دنوں سے زیادہ نہ گذرے ہوں۔

اس آمنے سامنے کی صورتحال میں شہزادی کی شخصیت کے بعض اہم پہلوؤں کو بآسانی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۔شہزادی کائنات وصی پیغمبرؐ کے دفاع کے لئے پیش پیش رہیں۔اور انتہائی صلابت کے ساتھ دروازے کے پیچھے جم کر کھڑی ہوگئیں اور ایسے دلائل سے لوگوں کو للکارا کہ ظالم لرزہ براندام ہوگئے اور ان کی دھمکیوں کے باوجود بھی آپ خاموش نہیں رہیں کیونکہ آپ حق بجانب تھیں اور آپ کے گھر پر دھاوا بولنے والے خلافت شرعیہ کے غاصب تھے۔

۲۔جب وہ لوگ حضرت علیؑ کو گھسیٹ کر لے گئے تو آپ دوبارہ ان کی سینہ سپر ہوگئیں اور اس سے پہلے اپنے گھر میں تمام مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنے کے باوجود آپ دربار خلافت میں پہنچ گئیں تاکہ کسی طرح مولائے کائناتؑ کو ان کے چنگل سے چھڑا سکیں، کیونکہ آپ دوہرے حق کی مالک تھیں، ایک تو وصی پیغمبرؐ کے حق کا دفاع اور ان کی خلافت کا مطالبہ اور دوسرے آپ کا حق مظلومیت یعنی جو کچھ دیر پہلے لوگوں نے آپ کے گھر پر دھاوا بول کر آپ کی حرمت کا بھی خیال نہ کیا تھا جب کہ آپ ان کے رسول کی بیٹی تھیں۔(۱)

اور جب آپ کو ہر چارۂ کار مسدود نظر آیا اور آپ کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوسکی تو سب کے سامنے رسول اللہؐ کی قبر کی طرف فریاد و بکا کرنے کے لئے روانہ ہوگئیں تاکہ ہر حق کے متلاشی کے لئے یہ واضح ہوجائے کہ خلافت اپنے اصل راستہ اور شرعی حقداروں سے بھٹک چکی ہے۔اور اس طرح آپ نے خلافت کے شرعی حقدار یعنی مولائے کائناتؑ کو ان کا حق دلانے کی کوششوں میں اہم کردار ادا کیا اور کم سے کم اسلامی تجربہ کو اس کے صحیح راستہ پر لگا دیا ہے اور قوم کے شعور کو بلند کر کے غاصبین خلافت کو رسوا کر کے رکھ دیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہ واضح کر دیا کہ ان کے اندر قوم کی قیادت و رہبری کی بالکل لیاقت نہیں ہے۔

۱۔فاطمۃ الزہرا؛ ابراہیم امینی: ۱۲۳۔

امامت کی حقانیت اور اہلبیت ؑ کی مظلومت کے بارے میں آپ کا ارشاد:

محمود بن لبید کا بیان ہے کہ رسول اللہ کی وفات کے بعد جناب فاطمہ شہدائے احد اور جناب حمزہ کی قبر پر تشریف لاتی تھیں، ایک دن آپ کو میں نے جناب حمزہ کی قبر پر گریہ کرتے ہوئے دیکھا، میں انتظار کرتا رہا اور جب آپ خاموش ہوگئیں تو میں نے آگے بڑھ کر آپ کو سلام کیا اور آپ سے دریافت کیا، اے تمام عورتوں کی سردار آپ نے تو اپنے انداز گریہ سے میرے دل کو پارہ پارہ کردیا ہے تو آپ نے فرمایا: ''یا أبا عمر! لحقّ لی البکاء فلقد أصبت بخیر الآباء رسول الله (ص) و اشوقاه إلی رسول الله (ص)''.

اے ابوعمر! میرا یہ گریہ وبکا بالکل بجا ہے میں نے رسول اللہؐ جیسے بہترین باپ کی آغوش میں آنکھ کھولی ہائے مجھے رسول خدا کا کتنا اشتیاق ہے پھر آپ نے یہ شعر پڑھا:

إذا مـــات میّـــت قـلّ ذکـــره و ذکـر أبـی مـذ مات و الله أکثر

''جب کوئی مرجاتا ہے تو اس کا ذکر کم ہوجاتا ہے لیکن میرے بابا جب سے دنیا سے گئے ان کے ذکر میں اضافہ ہوگیا''۔

میں نے عرض کی، اے شہزادی میں آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہوں جو میرے ذہن میں رہ رہ کر ابھرتا ہے آپ نے فرمایا، دریافت کرو میں نے عرض کی: کیا رسول اللہؐ نے اپنی وفات سے پہلے حضرت علیؑ کی امامت کی کہیں صراحت کی ہے؟ آپ نے فرمایا، ہائے تعجب ہے! کیا تم غدیر خم کا واقعہ بھول گئے؟ میں نے کہا یہ تو ٹھیک ہے مگر آپ مجھے اس بارے میں مطلع فرمائیں جو آنحضرتؐ نے آپ سے رازدارانہ انداز میں فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا: '' اشهد الله تعالی لقد سمعته یقول : علی خیر من اخلّفه فیکم، و هو الإمام و الخلیفة بعدی و سبطای و تسعة من صلب الحسین أئمة أبرار، لئن اتبّعتموهم و جدتموهم هادین مهدیّین، و لئن خالفتموهم لیکون الاختلاف فیکم إلی یوم القیامة'' اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ میں نے آنحضرتؐ سے یہ سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے بعد باقی رہ جانے والوں میں علیؑ سب سے بہتر ہیں اور وہ میرے بعد امام اور خلیفہ ہیں، اور میرے دونوں نواسے اور

حسینؑ کی نسل سے نو (فرزند) ائمہ ابرار ہیں اگر تم ان کی پیروی کرو گے تو ان کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ پاؤ گے اور اگر تم ان کی مخالفت کرو گے تو قیامت تک تمہارے درمیان اختلاف باقی رہے گا''

میں نے عرض کی! اے شہزادی: پھر انھوں نے اپنا حق کیوں نہیں لیا؟ آپ نے فرمایا:''یا أبا عمر ، لقد قال رسول الله (ص) : مثل الأمام مثل الكعبة إذ تؤتى و لا تأتي - أو قالت مثل علي - ثم قالت : أما و الله لو تركوا الحقّ على أهله و اتّبعوا عترة نبيّه لما اختلفا في الله اثنان ، و لورثها سلف عن سلف و خلف عن خلف حتى يقوم قائمنا التاسع من ولد الحسين ، ولكن قدّموا من أخّره الله و أخّروا من قدّمه الله ، حتى إذا ألحدوا المبعوث و أودعوه الجدث المجدوث اختاروا بشهوتهم ، و عملوا بآرائهم ، تبّاً لهم ، أولم يسمعوا الله يقول : ﴿ و ربّک يخلق ما يشاء و يختار ما كان لهم الخيرة ﴾ بل سمعوا و لكنّهم كما قال الله سبحانه : ﴿ فإنّها لاتعمى الأبصار و لكن تعمى القلوب التي في الصدور ﴾ هيهات بسطوا في الدنيا آمالهم ، و نسوا آجالهم''

رسول اللہ کا یہ ارشاد ہے کہ امام کی مثال کعبہ جیسی ہے کہ لوگ اس کے پاس جاتے ہیں اور کعبہ کسی کے پاس نہیں جاتا (یا شہزادی نے یہ فرمایا: علیؑ کی مثال) پھر آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم اگر لوگ حق کو اس کے اہل کے اوپر چھوڑ دیتے اور اس کے نبی کی عترت کی پیروی کرتے تو خدا کے بارے میں دو لوگ بھی اختلاف نہ کرتے اور اسلاف کے ، اسلاف اور اخلاف کے ، اخلاف کے وارث ہوتے رہتے یہاں تک کہ ہمارے قائم، حسینؑ کی نسل کے نویں فرزند کا قیام ہوتا ، لیکن ان لوگوں نے اسے آگے بڑھا دیا جسے اللہ نے موخر کیا تھا اور اسے پیچھے ڈھکیل دیا ، جسے اللہ نے مقدم فرمایا تھا یہاں تک کہ وہ پیغمبر کا انکار کر بیٹھے۔

کیا انھوں نے خدا کا یہ قول نہیں سنا ﴿و ربک یخلق ما یشاء و یختار ما کان لهم الخیرة﴾ (۱) اور آپ کا پروردگار جسے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور پسند کرتا ہے اور لوگوں کو کسی کا انتخاب

۱۔ سورۂ قصص / ۶۸۔

کرنے کا حق نہیں ہے۔

انھوں نے اسے سنا تو ہے مگر وہ ایسے ہو گئے جیسا کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿فانها لا تعمى الابصار ولكن تعمى القلوب التي في الصدور﴾(۱)''درحقیقت آنکھیں اندھی نہیں ہوتی ہیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں کے اندر پائے جاتے ہیں''۔

افسوس انہوں نے اپنی دنیاوی آرزوں کا دامن کتنا وسیع کر دیا اور اپنی موت کو بھول گئے اور ان کے اعمال بے راہ روی کا شکار ہو گئے بارالٰہا! میں تجھ سے تیری پناہ چاہتی ہوں۔(۲)

اور عائشہ بنت طلحہ کے جواب میں آپؑ نے فرمایا:

''أتسألينى عن هنة حلّق بها الطائر، و حفي بها السائر، رفعت إلى السماء أثراً، و رزئت في الأرض خبراً؟ إنّ قحيف تيم، و احيول عدى جاريا أباالحسن في السباق، حتى إذا تفرّيا في الخناق فأسرّا له الشنآن، و طوياه الإعلان، فلمّا خبأ نور الدين و قبض النبيّ الأمين نطقا بفورهما، ونفثا بسورهما، و أدالا فدكاً، فيالها كم من ملك ملك، إنّها عطية الربّ الأعلى للنجيّ الأوفى، و لقد نحلينها للصبية السواغب من نجله و نسلى، و إنّها لبعلم الله و شهادة أمينه، فإن انتزعا منى البلغة و منعانى اللمظة فأحتسبها يوم الحشر، و ليجدن آكلها ساعرة حميم في لظى جحيم''.(۳)

''اے طلحہ کی بیٹی اس مصیبت اور ہولناک واقعہ کے بارے میں پوچھتی ہو کہ جو ہر جگہ پھیل چکا ہے جس طرح سے کہ پرندوں کے پروں پر تحریر ہو کے پوری دنیا میں بکھر جائے اور ایک چابک سوار ایلچی تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر پوری دنیا میں پہونچا دے، ایسی مصیبتیں کہ جس کے غبار آسمان تک پہونچ گئے ہوں اور جس کی تیرگی نے زمین و زمان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہو۔ عرب کے پست ترین قبیلہ، قبیلہ تیم (ابوبکر) اور عرب

۱۔ سورہ حج/۴۶۔ ۲۔ عوالم المعارف: ۱۱/۴۴۴۔

۳۔ ریاحین الشریعہ: ۲/۴۱؛ امالی طوسی: ۲۰۴ مجلس ۷ ح ۲۵۰۔

کے پُر فریب ترین قبیلہ ،قبیلہ ''عدی'' (عمر بن خطاب) نے ابوالحسن امیر المومنینؑ پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑے اوران پر سبقت کرنے کے لئے دوڑ لگائی ،لیکن جب وہ کامیاب نہیں ہوئے (اوران کو کوئی فضیلتیں حاصل نہیں ہوئیں) تو انہوں نے کینہ وحسد کو اپنے دلوں میں چھپالیا جب نور دین وہدایت خاموش ہوگیا یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ وفات ہوگئی ،تو وہ چھپا ہوا کینہ ان کے منھ تک آ گیا اور وہ اپنی ہوا وہوس کی سواری پر سوار ہوگئے اور ظلم وستم کا بازار گرم کردیا اور ''فدک'' کو غصب کرلیا ،بہت سے بادشاہ وسلاطین کہ جو سرزمین ''فدک'' کے مالک ہوئے لیکن آج ان کا کوئی اثر باقی نہیں ہے ،''فدک'' خدا کی طرف سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک ہدیہ تھا۔اور پیغمبر اکرمؐ نے اسے میری اولاد کی مخارج زندگی کے لئے ،مجھے سپرد کیا تھا ،فدک کا پیغمبر کو مجھے ہبہ کرنا حکم خدا اور جبرئیل امین کی گواہی کے تحت ہے ،لہٰذا اگر (ابوبکر و عمر) نے ظلم کرکے اسے غصب کرلیا ہے اور وسائل زندگی کو میری اولاد سے قطع کردیا ہے تو روز قیامت تک میں اس مصیبت پر صبر کرتی ہوں ،اور عنقریب فدک کو غصب کرکے کھانے والے جہنم میں عذاب الٰہی کا مزہ چکھیں گے''۔

۱۰۔زندگی کے آخری دن

شہزادی کائنات اپنے بابا کی وفات کے بعد کچھ مہینوں سے زیادہ زندہ نہیں رہیں اور یہ دن بھی اکثر آہ وبکا اور گریہ وزاری میں گذرے ہیں اور اس دوران آپ کو کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا اسی لئے آپ کا شمار دنیا کے سب سے زیادہ گریہ کرنے والوں میں ہونے لگا۔(۱)

آپ کے اس گریہ وبکاء کے مختلف اسباب تھے جن میں سب سے اہم وجہ مسلمانوں کا صراط مستقیم سے بھٹکنا اور ایسی پستیوں میں گرنا تھا جس کے نتیجہ میں ان کے درمیان ہر روز اختلافات کی خلیج کا وسیع سے وسیع تر ہونا لازمی تھا۔

اور چونکہ شہزادی کائنات نے پیغمبر اسلامؐ اور دین کی نشر واشاعت نیز اس کی ترقی کے دور میں نہ صرف یہ کہ

۱۔طبقات ابن سعد:۲/قسم۲:۸۴؛حلیۃ الاولیاء:۲/۴۳۔

زندگی بسر کی تھی بلکہ اس کے لئے بیحد قربانیاں بھی پیش کی تھیں لہٰذا آپ کی خواہش یہی تھی کہ اسلام کو ہر لحاظ سے کامیاب و کامران اور سربلند دیکھیں اور اس کے ذریعہ دنیا کے چپے چپے میں عدل وانصاف کا مستحکم تسلط قائم ہو جائے۔ لیکن خلافت کے غصب ہوتے ہی آپ کی آرزوؤں کا یہ محل چور ہو گیا اور اپنے بابا کے فراق جیسی عظیم مصیبت کے فوراً بعد آپ کو اپنے دل پر یہ سنگین بوجھ بھی برداشت کرنا پڑا۔

ایک دن جناب ام سلمہ نے آپ سے دریافت کیا: آج تمہاری صبح کیسی ہوئی، تو آپؑ نے فرمایا: ''أصبحت بين كمد و كرب، فقد النبيّ (ص) و ظلم الوصيّ (ع)، هتک و الله حجاب من أصبحت إمامته مقبضة على غير ما شرع الله في التنزيل أو سنّها النبيّ (ص) في التأويل، و لكنّها أحقاد بدرية و ترات احدية'' اس حال میں صبح ہوئی کہ کرب و بے چینی ہے، نبی کا فراق ہے ان کے وصی کے اوپر مظالم ڈھائے گئے ہیں، اس کی حرمت کے پردے چاک کر دئے گئے جس کی امامت پر خدا کی نازل کردہ شریعت اور پیغمبرؐ کی بیان کردہ سنت کے برخلاف قبضہ کر لیا گیا، لیکن (کیا کیا جائے) یہ سب بدر کے کینے اور احد کی میراث ہے''۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: ''غسلت النبيّ (ص) في قميصه، فكانت فاطمة تقول: أرني القميص فإذا شمّته غشي عليها، فلمّا رأيت ذلك غيّبته'' میں نے پیغمبر اسلامؐ کو ان کی قمیص میں غسل دیا: تو فاطمہؑ مجھ سے یہ کہتی تھیں کہ مجھے وہ قمیص دکھا دیجئے اور جب ان کی نگاہ اس پر پڑتی تھی تو وہ غش کھا جاتی تھیں جب میں نے ان کی یہ حالت دیکھی تو اس قمیص کو چھپا دیا۔(۱)

روایت میں ہے کہ جب پیغمبر اسلامؐ کی وفات ہوگئی تو جناب بلال نے اذان دینا بند کر دی اور کہا کہ میں رسول اسلامؐ کے بعد کسی کے لئے اذان نہیں کہوں گا، مگر جب ایک دن شہزادی نے یہ خواہش ظاہر کی: ''إنّي أشتهي أن أسمع صوت مؤذّن أبي (ص) بلال'' ''مجھے اپنے بابا کے موذن بلال کی آواز سننے کا اشتیاق ہو رہا ہے'' چنانچہ جناب بلال کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے گلدستۂ اذان پر جا کر اذان شروع

۱۔ گذشتہ حوالہ ص ۱۵۷۔

کردی جب انھوں نے اللہ اکبر کہا تو شہزادی کو اپنے بابا اور ان کا دور یاد آ گیا اور آپ اپنے گریہ پر قابو نہ پا سکیں، جب جناب بلال نے یہ جملہ کہا: ''اشھد ان محمداً رسول اللّٰہ ''تو آپ نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر منھ کے بل گر پڑیں۔ تو لوگوں نے کہا: اے بلال رک جاؤ کہ پیغمبر اسلام کی بیٹی اس دنیا سے گذر گئی ہیں، کیونکہ وہ لوگ یہ سمجھے کہ آپ کا انتقال ہو گیا ہے'' تو بلال نے درمیان سے ہی اپنی اذان ختم کردی، جب شہزادیؑ کی طبیعت بحال ہوگئی تو آپ نے ان سے اذان مکمل کرنے کو کہا تو انھوں نے اذان مکمل نہیں کی بلکہ آپ کی خدمت میں یہ عرض کی: مجھے آپ کے بارے میں خطرہ ہے کیونکہ میری اذان کی آواز سن کر آپ اپنے اوپر قابو نہیں رکھ پاتی ہیں لہٰذا آپ مجھے اس سے معاف رکھیں۔(۱)

شہزادیؑ کے گریہ و بکا کا سلسلہ دن اور رات میں کسی وقت نہیں رکتا تھا، جس کی بنا پر آپ کے پڑوسی بھی بیتاب ہو گئے اور مدینہ کے سرکردہ افراد کو لے کر امیر المومنینؑ سے یہ شکایت کی: اے ابوالحسن، فاطمہؑ دن رات گریہ کرتی رہتی ہیں جس کی بنا پر ہمیں بھی راتوں کو نیند نہیں آتی اور نہ ہی دن میں ہم اپنے کام کاج کر پاتے ہیں لہٰذا آپ ہماری طرف سے ان سے یہ گذارش کردیں کہ یا صرف دن میں رو لیا کریں یا پھر رات میں۔

چنانچہ حضرت علیؑ نے شہزادی تک ان کی یہ گذارش پہنچادی: ''یا بنت رسول اللّٰہ (ص) إنّ شیوخ المدینة یسألوننی أن أسألک إمّا أن تبکی أباکِ لیلاً أو نهاراً '' مدینہ کے بڑے بڑے حضرات نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ میں تم سے ان کی یہ گذارش کردوں کہ اپنے بابا پر یا دن میں رو لیا کرو یا رات میں، تو آپ نے فرمایا: ''یا أبا الحسن، ما أقلّ مکثی بینهم، و ما أقرب مغیبی من بین أظهرهم'' اے ابوالحسن ان کے درمیان میرا قیام کتنا کم رہ گیا ہے اور میں بہت جلد ہی ان کے درمیان سے رخصت ہو جاؤں گی۔

چنانچہ امیر المومنینؑ کو مجبوراً مدینہ سے باہر اور بقیع کے پیچھے ایک حجرہ بنوانا پڑا جسے ''بیت الاحزان'' کہا جاتا

۱۔ بحار الانوار ۴۳/ ۱۵۷۔

ہے چنانچہ ہر روز صبح کو آپ امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کا ہاتھ پکڑ کر روتی ہوئی بقیع سے گذر کر وہاں چلی جاتی تھیں اور شام کو جا کر امیر المومنین آپ کو وہاں سے اپنے گھر واپس لے آتے تھے۔(۱)

انس کہتے ہیں: جب ہم رسول اللہؐ کی تدفین سے فارغ ہو گئے تو میں شہزادی کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا: ''كيف طاوعتكم أنفسكم على أن تهيلوا التراب على وجه رسول الله (ص) ؟'' تم نے یہ کیسے گوارا کر لیا کہ رسول اللہؐ کے چہرہ کے اوپر مٹی ڈال سکو؟ اور یہ کہہ کر آپ رونے لگیں۔(۲)

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: ''وحزنت فاطمة (ع) حزناً شديداً أثّر على صحتها ، والمرّة الوحيدة التي ابتسمت فيها بعد وفاة أبيها (ص) عندما نظرت إلى أسماء بنت عميس و هي على فراش الموت و بعد أن لبست ملابس الموت ، فابتسمت و نظرت إلى نعشها الذي عمل لها قبل وفاتها و قالت : ستر تموني ستركم الله'' شہزادی کائناتؑ اتنی زیادہ مغموم رہتی تھیں کہ اس سے آپ کی صحت خراب ہو گئی تھی اور آپ اپنے بابا کے بعد صرف ایک بار اس وقت مسکرائی تھیں کہ جب آپ رحلت کے کپڑے پہنے ہوئے اپنے بستر شہادت پر لیٹی ہوئی تھیں اور اس وقت آپ اسماء بنت عمیس کو دیکھ کر مسکرائی تھیں جنہوں نے آپ کے لئے تابوت بنایا تھا، اور آپ نے ان سے فرمایا تھا: تم نے میرے پردہ کا انتظام کیا ہے، اللہ تمہارا پردہ قائم رکھے۔(۳)

۱۔ بحار الانوار: ۴۳/۱۷۷۔

۲۔ اسد الغابہ، ابن اثیر: ۵۲۴/۵۰؛ طبقات ابن سعد: ۲/قسم۲/ص ۸۳۔

۳۔ اہل البیتؑ، مولفہ توفیق ابو علم: ۱۶۵۔

دوسری فصل

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی بیماری اور شہادت

ا۔ بستر بیماری پر

پورے مدینہ میں شہزادی کائناتؑ کی بیماری کی خبر عام ہوگئی لیکن آپ نے کبھی بھی اپنے لا علاج مرض کی شکایت نہیں کی بلکہ صرف دیوار اور دروازہ کے درمیان پسنے اور اس سے آپ کی پسلی کی ہڈی ٹوٹنے اور آپ کے بیٹے جناب محسن کی شہادت واقع ہونے اور رخسار پر طمانچہ لگائے جانے کی تکلیف کا ذکر کرتی تھیں۔

ان تمام باتوں کی وجہ سے آپ کی صحت روز بروز گرتی چلی گئی اور آپ اپنے گھریلو کام کاج انجام دینے سے بھی معذور ہوگئیں، حضرت علیؑ آپ کی تیمارداری میں مصروف رہتے تھے اور جناب اسماء بنت عمیس ان کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔(۱)

ایک روز مدینہ کی کچھ خواتین آپ کی عیادت کرنے کے لئے آئیں تو آپ نے ان کے درمیان ایک خطبہ دیا: جسے آئندہ ذکر کیا جائے گا۔ ان عورتوں نے واپس جا کر اپنے مردوں کو اس سے باخبر کیا، تو ان کے شوہر جمع ہو کر آپ کی خدمت میں معذرت طلب کرنے کے آئے مگر آپ نے ان کی معذرت قبول نہیں فرمائی بلکہ ان سے فرمایا: ''إليكم عنّي لا عذر بعد تعذير و لا أمر بعد تقصير'' تم لوگوں کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی بلا وجہ عذر آوری کے بعد کوئی عذر قبول ہے۔ اور نہ تقصیر (نافرمانی) کے بعد کسی حکم کا امکان ہے۔

ا۔ بحار الانوار: ۱۸۵/۴۳۔

اسی طرح جب یہ خبر عام ہوئی کہ شہزادی کائناتؑ، ارباب خلافت اور اپنی خاموشی وغیرہ سے ان کا تعاون کرنے والوں اور آل رسولؐ کے حق میں نازل ہونے والی تمام نصوص کو بھلا دینے والوں اور جناب فاطمہؑ آپ کے شوہر اور دونوں بیٹوں کے فضائل کے بارے میں رسول اکرمؐ کے مبارک ہونٹوں سے بکثرت حدیثیں سن کر انھیں بالکل کالعدم قرار دینے والے تمام لوگوں سے ناراض ہیں تو کچھ لوگوں کو کچھ غیرت آئی اور انھیں یہ احساس ہوا کہ انھوں نے غاصبین خلافت کی تائید کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے جنہوں نے آل رسولؐ کی شرعی امامت وقیادت کی کوئی حیثیت نہیں سمجھی اور ان کے یہاں ڈنڈے اور بدذہنی کی زبان کے علاوہ، حق وحقیقت اور عقل ومنطق کا کوئی خانہ موجود نہیں۔

۲۔ شہزادیؑ کی عیادت کے لئے آنے والی خواتین:

ہمیں اس بات کا واقعی اور اصل سبب معلوم نہیں ہے کہ مدینہ کی عورتیں آپ کی عیادت کرنے کے لئے کیوں آئی تھیں اس کام کے لئے انھیں ان کے شوہروں نے بھیجا تھا؟ اور اگر ان کے شوہروں نے بھیجا تھا تو انھیں یہ توفیق کہاں سے ہوگئی؟ کہ انھوں نے اپنی اپنی بیویوں کو آپ کے گھر بھیج دیا، یا ان خواتین کو خود ہی اپنی اس غلطی کا احساس ہوگیا کہ انھوں نے پیغمبر اکرمؐ کی پیاری بیٹی کو اکیلا چھوڑ دیا ہے، لہٰذا وہ آپ کی عیادت اور مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوگئیں، یا شہزادی کو جن ناگوار حادثات کا سامنا کرنا پڑا تھا وہ سب بھی ان سے رنجیدہ خاطر تھیں لہٰذا وہ بھی اپنی تسلی کے لئے آئی تھیں اور یا ایسا کچھ نہیں تھا بلکہ یہ ایک قسم کا سیاسی دباؤ تھا اور وہ درحقیقت شہزادی کائنات اور غاصبین خلافت کے درمیان قائم کشیدگی کو کم کرنے کے لئے بھیجی گئیں تھیں، خاص طور سے شہزادی کا یہ طرز عمل بے تاثیر نہیں تھا کہ آپ نے گوشہ نشینی اختیار کر کے اپنے کو پوری قوم سے الگ کرلیا تھا، بلکہ یہ لوگوں کو تنبیہ کرنے کا بہترین راستہ تھا، خاص طور سے جب کہ مولائے کائناتؑ آپ کو رات میں سوار کر کے اپنے ساتھ لے جاتے تھے اور آپ انصار کے گھروں میں جا کر ان سے تعاون اور قیام کرنے کی درخواست کرتی تھیں مگر آپ کو ان سے کسی ہمدردی کے بجائے بے رخی کا ہی سامنا کرنا پڑا۔(۱)

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ابن قتیبہ: ۲۹۔

اس روایات میں یہ بھی تذکرہ نہیں ملتا ہے کہ ان خواتین کی تعداد کتنی تھی لیکن اتنا بہرحال واضح ہے کہ ان کی تعداد کچھ کم بھی نہیں تھی۔

۳۔آپؑ کا دوسرا خطبہ

سوید بن غفلہ کا بیان ہے کہ جناب فاطمہؑ کے مرض الموت میں انصار ومہاجرین کی عورتوں کی ایک جماعت آپ کی عیادت کے لیے حاضر ہوئی۔ اور آپ سے دریافت کرلیا کہ بنت رسولؐ آپ کا مزاج کیسا ہے۔تو آپ نے حمد پروردگار کے بعد صلوات پڑھی اور پھر صورت حال کی یوں وضاحت شروع کی۔

"اصبحت و اللّه عائفةً لدنیا کم، قالیةً لرجالکم، لفظتهم بعد ان عجمتهم و شنأتهم بعد ان سبرتهم، فقبحاً لفلول الحدّ [و اللّعب بعد الجدّ و قرع الصّفاة] و خور القناة، و خطل الرّای [و زلل الاهواء]

و بئس ما قدّمت لهم أنفسهم أن سخط الله علیهم و فی العذاب هم خالدون.

لا جرم [و الله] لقد قلّدتهم ربقتها [و حمّلتهم أوقتها] و شننت علیهم غارتها ، فجدعاً و عقراً و سحقاً للقوم الظالمین .

و یحهم أنّی زحزحوها عن رواسی الرّسالة ، و قواعد النبوّة و الدّلالة و مهبط الوحی الأمین ، و الطّبین بأمر الدّنیا و الدّین ، ألا ذلک هو الخسران المبین ،وما نقموا من أبی الحسن ؟ ! نقموا و الله منه نکیر سیفه [و قلّة مبالاته بحتفه] و شدة و طأته و نکال وقعته و تنمّره فی ذات الله ، عزّوجلّ.

و الله لو تکافوا عن زمامٍ نبذه رسول الله (ص) لأعتلقه و لساربهم سیراً سجحاً ،لا یکلم خشاشه [و لا یکلّ سائره] و لا یتعتع راکبه ، ولأوردهم منهلاً نمیراً فضفاضاً تطفح ضفّتاه [و لا یترنّق جانباه] و لا صدرهم بطاناً [و نصح لهم سرّاً و إعلاناً] قد تحرّی بهم الرّی غیر متحلّ منه بطائل . [و لا یحظی من الدنیا بنائل] إلّا بغمر الماء وردعه

شرر الساغب [و لبان لهم الزّاهد من الرّاغب و الصّادق من الكاذب] و لفتحت عليهم بركات من السماء و الأرض ،و سيأخذهم الله بما كانوا يكسبون.

ألا هلمّ فاسمع، و ما عشت أراك الدّهر العجب ، وإن تعجب فقد أعجبك الحادث [ليت شعرى] إلى أىّ سنادٍ استندوا [و على أىّ عماد اعتمدوا]و بأيّة عروة تمسّكوا [و على أيّة ذرّية اقدموا و احتنكوا] ؟ لبئس المولى و لبئس العشير ، و بئس للظالمين بدلاً].

استبدلوا الذنابى و الله بالقوادم و العجز بالكاهل ، فرغماً لمعاطس قوم يحسبون أنّهم يحسنون صنعاً ، ألا إنّهم هم المفسدون و لكن لا يشعرون.

[و يحهم] أفمن يهدى إلى الحقّ أحقّ أن يتّبع أمّن لا يهدّى إلّا أن يهدى فما لكم كيف تحكمون .أما لعمرى لقد لقحت فنظرة ريثما تنتج ثمّ احتلبوا طلاع القعب دماً عبيطاً و ذعافاً ممقراً ، هنالك يخسر المبطلون ، و يعرف التالون غبّ ماسنّ الأوّلون

ثم طيبوا [بعد ذلك] عن أنفسكم أنفساً ، و طأمنوا للفتنة جأشاً و ابشروا بسيف صارم [وسطوة معتد غاشم] و هرج شامل ، و استبداد من الظالمين ، يدع فيئكم زهيداً ، و زرعكم حصيداً ، فيا حسرتى لكم و أنّى بكم و قد عميّت عليكم أنلزمكموها و أنتم لها كارهون ﴾ .

خدا کی قسم میں نے اس حال میں صبح کی ہے کہ میں تمھاری دنیا سے بیزار اور تمھارے مردوں سے ناراض ہوں۔ میں نے لوگوں کو جھیلنے کے بعد دور کر دیا ہے اور انہیں پرکھنے کے بعد ان سے ناراض ہوگئی ہوں۔ حیف ہے کہ شمشیریں کند ہو جائے اور سنجیدگی کے بعد یہ تماشے شروع ہو جائیں۔ سر پتھر سے ٹکرائیں جائیں نیز شکافتہ ہو جائیں۔ فکریں بہک جائیں اور خیالات میں لغزش پیدا ہو جائے۔ ان لوگوں نے بہت برا انتظام آخرت کے لیے کیا ہے کہ خدا کو ناراض کیا ہے اور یہ ہمیشہ عذاب میں رہنے والے ہیں یقیناً یہ

ذمہ داری ان کی گردن پر ہے اور یہ بوجھ ان کے کاندھے پر ہے۔اس کا عار انھیں کے سر پر ہے۔اب تو اونٹ کی ناک کٹ چکی ہے اور وہ زخمی ہو چکا ہے اور اب ظالمین کے لیے صرف ہلاکت ہے۔

حیف! کس طرح انھوں نے خلافت کو مرکز رسالت، قواعد نبوت ورہنمائی محلِ نزولِ روح الامین اور منزلِ واقفین امور دنیا وآخرت سے دور کر دیا ہے۔آمادہ ہو جاؤ کہ یہی کھلا ہوا خسارہ ہے۔آخر ان لوگوں کو ابو الحسنؑ کی کونسی بات غلط محسوس ہوئی۔یقیناً یہ لوگ ان کی تلوار کی کاٹ اور موت کے مقابلہ میں ان کی بے خوفی اور میدانوں میں ان کے شدید حملوں اور ان کی سخت سزاؤں اور راہ خدا میں ان کے غیظ وغضب سے ناراض ہیں۔خدا کی قسم اگر یہ لوگ روشن راستہ سے ہٹ جاتے اور واضح دلیل کو قبول کرنے سے کنارہ کش ہو جاتے تو وہ یقیناً انھیں واپس لے آتے اور بات منوا لیتے اور نرمی کے ساتھ راستہ پر چلاتے کہ نہ اونٹ زخمی ہوتے۔نہ مسافر کو زحمت ہوتی نہ سوار خستہ حال ہوتا بلکہ انھیں صاف شفاف چشمہ پر وارد کر دیتے۔جس کے کنارے چھلک رہے ہوں اور اطراف میں کوئی کثافت نہ ہو۔وہاں یہ سب کو سیراب کر کے باہر لاتے اور خفیہ وعلانیہ نصیحت کرتے۔

وہ خلافت حاصل کر لیتے تو نہ دنیا کا کوئی فایدہ حاصل کرتے اور نہ کسی عطیہ کو اپنے لیے مخصوص کرتے علاوہ اس کے کہ صرف پیاس بجھانے اور شکم سیر کرنے بھر کا سامان لے لیتے۔ان کا زہد دنیا پرستوں سے نمایاں ہوتا اور لوگ سچے اور جھوٹے کو محسوس کر لیتے۔

اگر اہل قریہ ایمان اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو ہم ان کے لیے آسمان وزمین کی برکتوں کے راستے کھول دیتے۔لیکن انھوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کی گرفت کر لی۔اور جو ان میں ظالم ہیں عنقریب ان تک ان کے اعمال کی برائیاں پہنچ جائیں گی اور وہ خدا کو عاجز نہیں کر سکتے۔

آگاہ ہو جاؤ! آؤ اور سنو اور جب تک زندہ رہو گے دنیا کے عجائبات دیکھتے رہو گے اور سب سے زیادہ عجیب تو ان کے اقوال ہیں۔کاش مجھے معلوم ہوتا کہ ان لوگوں نے کس مدرک کا سہارا لیا ہے اور کس ستون پر بھروسہ کیا ہے۔یہ کس دستہ سے وابستہ ہیں اور کس ذریت پر ظلم کر کے تسلط پیدا کیا ہے۔یقیناً یہ بدترین رہبر

اور بدترین قوم ہے اور ظالمین کو اسی طرح بدترین بدل نصیب ہوتا ہے۔

خدا کی قسم ان لوگوں نے سر برآوردہ افراد کے بدلے پست اقوام کو لیا ہے اور پشت کے بجائے دم پر ہاتھ رکھا ہے۔ ذلت اس قوم کا حصہ ہے جس کا خیال یہ ہے کہ وہ بہترین اعمال انجام دے رہی ہے۔

آگاہ ہو جاؤ کہ یہ لوگ مفسد ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ انھیں اپنے فساد کا شعور نہیں ہے۔ وائے بر حال قوم۔ کیا حق کی ہدایت کرنے والا پیروی کا زیادہ حقدار ہوتا ہے یا وہ جو خود دوسرے کی ہدایت کا محتاج ہے۔ آخر تمھیں کیا ہوگیا ہے اور تم کیسا فیصلہ کر رہے ہو۔

میری جان کی قسم۔ فساد کا بیج بو دیا گیا ہے اب نتیجہ کے وقت کا انتظار کرو اور اس کے بعد پیالہ بھر بھر کر گاڑھا خون اور مہلک زہر حاصل کروگے۔ اس وقت اہل باطل کو خسارہ کا احساس ہوگا اور بعد والوں کو معلوم ہوگا کہ پہلے والوں نے کیا کج بنیادیں قائم کی ہیں۔ جاؤ اپنی دنیا میں عیش کرو اور اپنے دل کو فتنوں سے مطمئن کرو اور بشارت حاصل کرو کہ عنقریب کاٹنے والی تلوار اور بدترین ظالم کے حملے، ہمہ گیر ہرج و مرج اور ستمگروں کا ستم سامنے آنے والا ہے جو تمہارے حصہ کو مختصر کر دیگا اور تمہاری جماعت کو کاٹ کر پھینک دے گا۔ اس وقت تمہارے واسطہ حسرت کا موقع ہوگا کہ تمہارا انجام کتنا برا ہوگا اور تمھیں اس کی خبر بھی نہیں ہے۔ کیا ہم تمھیں زبردستی اسُ بات پر آمادہ کر سکتے ہیں جسے تم پسند نہیں کرتے ہو۔

سوید بن غفلہ کا بیان ہے کہ عورتوں نے اس پیغام کو مردوں تک پہنچایا تو مہاجرین و انصار کی ایک جماعت معذرت کے لیے حاضر ہوئی اور کہنے لگی، سیدۃ النسأ! اگر ابوالحسنؑ نے بیعت تمام ہونے اور عہد کے پختہ ہونے سے پہلے ان باتوں کا ذکر کر دیا ہوتا تو ہم انھیں چھوڑ کر کسی طرف نہ جاتے۔ مگر..!

تو آپ نے فرمایا: "الیکم عنی فلا عذر بعد تعذیر کم و لا امر بعد تقصیر کم" (۱) تم لوگ دور ہو جاؤ، اب اتمام حجت کے بعد کوئی عذر قابل قبول نہیں ہے اور تقصیر کے بعد کوئی مسئلہ باقی نہیں رہ گیا ہے۔

ا۔ خطبہ کا ماخذ معانی الاخبار ابن بابویہ؛ احتجاج طبرسی؛ امالی شیخ طوسی دلائل الامامۃ، طبری؛ بلاغات النساء، ابوالفضل بن ابو طاہر؛ کشف الغمہ اربلی؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید۔

۴۔ابوبکر وعمر اور شہزادی کی عیادت

مدینہ کے مسلمان اور صحابہ پیغمبر (مردوعورت) سبھی مختلف مواقع پر شہزادیؑ کی عیادت کے لئے آتے رہتے تھے، لیکن ابوبکر وعمر آپ کی عیادت کرنے نہیں گئے کیونکہ آپ نے ان دونوں سے بالکل قطع تعلق کر رکھا تھا حتی کہ آپ انھیں اپنی عیادت کے لئے اپنے گھر آنے کی اجازت بھی نہیں دیتی تھیں، لیکن جب آپ کی بیماری میں کافی اضافہ ہو گیا اور آپ کی وفات کا وقت قریب دکھائی دینے لگا تو ان دونوں کے پاس آپ کی عیادت کرنے کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار موجود نہیں تھا، جس کے ذریعہ اس خطرہ کو ٹالا جا سکے کہ پیغمبرؐ کی پارۂ جگر ان دونوں سے ناراض ہی دنیا سے چلی گئیں اور خلیفہ اور دوسرے ارباب خلافت کی گردن میں ذلت ورسوائی کا یہ طوق قیامت تک پڑا رہ جائے لہٰذا انھوں نے یہ کوشش کی کہ جناب فاطمہؑ کو راضی کر کے اپنے کرتوت پر کچھ پردے ڈال دیں تاکہ بات وہیں تمام ہو جائے اور بعد میں تو آہستہ آہستہ لوگ ان کی ایذارسانیوں کو خود ہی بھول جائیں گے۔

روایت میں ہے کہ عمر نے ابوبکر سے کہا: ہمیں فاطمہؑ کے گھر لے چلو کہ ہم نے ان کو ناراض کر رکھا ہے، چنانچہ وہ دونوں شہزادی کے دروازہ پر آئے اور آپ سے اجازت طلب کی، تو آپ نے انھیں اجازت نہیں دی پھر وہ دونوں حضرت علیؑ کے پاس گئے اور ان سے خواہش ظاہر کی تو آپ ان کو شہزادیؑ کے پاس لے گئے، جب وہ دونوں آپ کے سامنے آکر بیٹھے تو آپ نے اپنا رخ پھیر کر دیوار کی طرف کر لیا، پھر ان دونوں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا، تو ابوبکر خود ہی بولے، اے رسول خداؐ کی چہیتی بیٹی، اللہ کی قسم میری نظر میں رسول اللہؐ کا رشتہ اپنے رشتہ سے زیادہ اہم ہے، اور آپ میرے نزدیک میری بیٹی عائشہ سے زیادہ محبوب ہیں، میری تمنا تو یہ تھی کہ آپ کے بابا سے پہلے ہی اس دنیا سے چلا جاتا تاکہ ان کے بعد زندہ نہ رہتا، کیا آپ یہ سمجھتی ہیں کہ میں آپ کو پہچانتے ہوئے اور آپ کے فضل و شرف کی معرفت رکھتے ہوئے رسول اللہؐ کی میراث اور آپ کا حق آپ سے چھین لوں گا؟ اس کی وجہ تو صرف یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ سے یہ حدیث سنی ہے: "لا نورّث ، ما ترکناہ صدقه." "ہم کسی کو وارث نہیں بناتے بلکہ جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے تو آپ نے فرمایا: "أرأیتکما إن حدّثتکما

حدیثاً عن رسول اللہ (ص) تعرفانہ و تفعلان بہ؟'' آپ دونوں صرف اتنا بتادیں کہ اگر میں رسول اللہؐ کی کوئی حدیث بیان کروں تو کیا آپ اس حدیث سے واقف ہیں یا نہیں؟ تو دونوں نے کہا ضرور؛ تب آپ نے فرمایا:

''نشدتکما اللہ ، ألم تسمعا رسول اللہ (ص) یقول: رضا فاطمۃ من رضای ، و سخط فاطمۃ من سخطی ، فمن أحبّ فاطمۃ إبنتی فقد أحبّنی و من أرضی فاطمۃ فقد أرضانی ، و من أسخط فاطمۃ فقد أسخطنی؟''

''میں تمہیں خدا کی قسم دیتی ہوں کیا تم نے رسول اللہؐ کی یہ حدیث نہیں سنی ہے کہ ''فاطمہؑ کی خوشی میری خوشی کا حصہ ہے اور فاطمہؑ کی ناراضگی میں میری ناراضگی کا جزء ہے لہٰذا جس نے فاطمہؑ کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے فاطمہؑ کو خوش کیا اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے فاطمہؑ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا ہے''۔

دونوں نے کہا! جی ہاں! ہم نے رسول اللہ سے یہ حدیث سنی ہے۔

تو آپ نے فرمایا:''فإنّی اشھد اللہ و ملائکتہ أنکما أسخطتمانی و ما أرضیتمانی و لئن لقیت النبی (ص) لأشکو نّکما إلیہ''

''میں اللہ اور اس کے ملائکہ کو گواہ بناتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھے ناراض کیا ہے اور مجھے راضی نہیں کیا ہے اور اگر رسول اللہ سے میری ملاقات ہوئی تو میں ان سے تم دونوں کی شکایت کروں گی''۔

تو ابوبکر بولے اے فاطمہؑ میں اللہ تعالیٰ سے اس کی ناراضگی اور آپ کی ناراضگی سے پناہ مانگتا ہوں ، پھر ابوبکر اس طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے جیسے وہ اپنی جان دے دیں گے ، اور شہزادی ان سے یہ کہہ رہی تھیں:''واللہ لأدعونّ علیکما فی کل صلاۃ أُصلیھا'' ''اللہ کی قسم میں جو نماز بھی پڑھوں گی اس کے بعد تمہارے اوپر بددعا کروں گی'' پھر ابوبکر روتے ہوئے باہر نکل گئے اور ان کے گرد لوگوں کی بھیڑ جمع

ہوگئی تو ابوبکر نے لوگوں سے کہا: ہر شخص تو اپنی بیوی کے ہمراہ رات میں مزے کے ساتھ آرام سے سو جاتا ہے اور تم لوگوں نے میرا یہ حال کر دیا ہے (جو تم دیکھ رہے ہو) مجھے تمہاری بیعت کی کوئی ضرورت نہیں ہے، مجھے اپنی بیعت سے معاف کردو۔ (اس سے میرا پیچھا چھڑادو)(۱)

شہادت سے چند ساعت قبل

جب شہزادی کائنات کی شہادت ہوئی ہے تو اس وقت آپ بالکل صاحب فراش تھیں اور اس قدر نحیف و لاغر ہوگئی تھیں کہ آپ کے جسم مبارک پر کھال اور ہڈیوں کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہ گیا تھا۔

ایک روز آپ نے اپنے بابا کو خواب میں دیکھا جو آپ سے یہ فرما رہے تھے: "هلمّی إلیّ یا بنیة فإنّی إلیک مشتاق" "اے میری بیٹی، میرے پاس آنے میں جلدی کرو کہ میں تمہارا مشتاق ہوں" پھر آنحضرتؐ نے آپؑ سے فرمایا: "أنتِ اللیلةَ عندی" "آج رات تم میرے پاس پہنچ جاؤ گی"۔

آپ چونک کر اٹھیں اور سفر آخرت کی تیاری شروع کر دی کیونکہ اپنے صادق و مصدق (تصدیق کرنے والے) بابا کی زبان سے یہ سنا تھا کہ آپ نے یہ فرمایا ہے: "من رآنی فقد رآنی" جس نے مجھے دیکھ لیا تو اس نے مجھے یقیناً دیکھا ہے" انھیں کی زبان مبارک سے آپ نے اپنی رحلت کی خبر سنی جس کے بعد کسی شک و شبہہ کی گنجائش باقی نہیں رہ گئی۔

آپ نے اپنی آنکھیں کھولیں اور آپ کے چہرہ پر اس طرح تر و تازگی کے آثار پیدا ہوگئے جیسے آپ موت کی منتظر رہی ہوں چنانچہ آپ اٹھ کر باقاعدہ اس کی تیاری میں مشغول ہوگئیں، اپنی زندگی کے آخری لمحات کو آپ نے غنیمت سمجھا اور آپ زمین پر بیٹھے بیٹھے یا دیوار کا سہارا لے کر گھر کے اس گوشہ میں پہنچیں کہ جہاں پانی رکھا ہوا تھا آپ نے پہلے تو کپکپاتے ہوئے ہاتھوں سے اپنے بچوں کے کپڑے دھوئے اور اس کے بعد اپنے بچوں کو اپنے پاس بلا کر انھیں نہلایا اسی درمیان حضرت علیؑ گھر میں داخل ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ شہزادیؑ بستر بیماری سے اٹھ کر گھر کے کاموں میں مشغول ہیں۔

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ: ۱/۳۱۔

یہ منظر دیکھ کر امام کو شہزادیؑ کے اوپر بیحد ترس آیا کہ وہ اس بیماری کی حالت میں گھر کے وہ تمام کام انجام دے رہی ہیں جو صحت مندی کے وقت کیا کرتی تھیں اور عجب نہیں کہ ان سے آپ نے یہ سوال کیا ہو کہ اتنی صحت ڈھل جانے کے باوجود اس زحمت ومشقت کی کیا ضرورت ہے؟ اور آپ نے یہ جواب دیا ہو کہ یہ میری زندگی کا آخری دن ہے۔ لہٰذا میں نے اپنے بچوں کے کپڑے دھوکر انھیں نہلا دیا ہے کیونکہ اب ان کے سر سے ماں کا سایہ اٹھ جائے گا۔ امام نے شہزادی سے اس کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے آپؑ سے اپنا خواب بیان کر دیا اور اس طرح آپ نے خود ہی اپنے بہت زیادہ ہمدرد اور چاہنے والے شوہر کو اپنی رحلت سے مطلع فرما دیا۔

۶۔ حضرت علیؑ سے شہزادیؑ کی وصیتیں

زندگی کے آخری لمحات میں آپ کے لئے وہ موقع آ گیا جس میں آپ نے مولائے کائنات کے سامنے وہ سب دل کی باتیں اور وصیتیں بیان کر دیں جنھیں آپ نے ایک مدت سے اپنے زخمی سینے میں چھپا رکھا تھا۔

آپ نے حضرت علیؑ سے یہ فرمایا: ’’یا بن عمّ إنّه قد نعيت إليّ نفسي و إنّني لا أرى ما بي إلّا أنـنّـي لا حقة بأبي ساعة بعد ساعة ، أنا اوصيک بأشياء في قلبي‘‘ اے میرے ابن عم، میری رحلت کا وقت نزدیک آ چکا ہے اور مجھے اس کے علاوہ کوئی صورتحال نہیں دکھائی دے رہی ہے کہ صرف چند ساعتوں کے بعد میں اپنے بابا سے ملحق ہو جاؤں گی لہٰذا میں آپ سے چند وصیتیں کر رہی ہوں۔ تو حضرت علیؑ نے آپ سے فرمایا: ’’أوصـنـي بـمـا أحببت يا بنت رسول الله‘‘ اے بنت رسولؐ آپ کا جو دل چاہے وصیت کریں، پھر آپ شہزادی کے سرہانے بیٹھ گئے اور بقیہ لوگوں کو گھر سے باہر بھیج دیا۔ پھر شہزادی نے فرمایا: ’’یا بـن عمّ ما عهدتني كاذبة و لا خائنه و لا خالفتک منذ عاشرتني‘‘ آپ نے مجھ سے نہ کبھی کوئی جھوٹا وعدہ کیا ہے اور نہ ہی کبھی خیانت کی ہے، اور جب سے آپ کا اور میرا ساتھ ہوا ہے میں نے آپ کی کبھی مخالفت نہیں کی ہے، تو مولائے کائناتؑ نے فرمایا: ’’معاذ الله أنتِ أعلم بالله، و أبرّ و أتقى و أكرم و أشدّ خوفاً من الله من أن أوبّخک بمخالفتي و قد عزّ عليّ مفارقتک

و فقدک إلا أنه أمر لابد منه ، والله لقد جددت عليَّ مصيبة رسول الله وقد عظمت وفاتک و فقدک فإنّا لله وإنّا اليه راجعون من مصيبة ما أفجعها و آلمها و أمضّها و أحزنها!! هذه مصيبة لا عزاء منها، ورزية لا خلف لها'' معاذ اللہ، اللہ کی قسم، آپ تو خود ہی نہایت صاحب علم، نیک، باتقویٰ، کریم النفس اور شدید خوف الٰہی کی مالک ہیں آپ کیوں میری مخالفت کرتیں اور میں کیوں آپ کی توبیخ کرتا، آپ کی وفات میرے لئے نہایت شاق اور دشوار ہے، بس ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں۔ ایسی مصیبت کی وجہ سے جو کتنی غم انگیز، درد والم سے پر اور رنج ومحن سے بھری ہوئی ہے یہ ایسی مصیبت ہے جس کی تسلی ممکن نہیں اور ایسی سخت مصیبت کی گھڑی ہے جس کی تلافی ممکن نہیں ہے۔

پھر دونوں مل کر تا دیر روتے رہے مولائے کائناتؑ نے شہزادیؑ کا سر اپنے سینہ سے لگا کر فرمایا: ''أوصيني بما شئت فإنّکِ تجديني وفياً أمضى كلّما أمرتني به ، وأختار أمركِ على أمرى '' تمہارا جو دل چاہے مجھ سے وصیت کر دو اور تم جو حکم بھی دو گی مجھے اس کا پابند (وفادار) اور اپنے کاموں پر تمہارے کاموں کو ترجیح دینے والا پاؤ گی تو شہزادی نے کہا: ''جزاک الله عنّى خير الجزء ، يابن عمّ اوصيک أولًا: أن تتزوّج بعدى ... فإنّ الرجال لابدّ لهم من النساء'' اللہ آپ کو میرے بارے میں جزائے خیر دے اے ابن عم آپ سے میری پہلی وصیت یہ ہے: میرے بعد شادی کیجئے گا ...کیونکہ مردوں کے ساتھ کوئی عورت ہونا ضروری ہے، پھر آپ نے فرمایا: ''اوصيک أن لا يشهد أحد جنازتی من هٰولاء الذين ظلمونى فإنّهم عدوّى وعدوّ رسول الله ، ولاتترک أن يصلّى علىّ أحد منهم ولا من أتباعهم ، واد فنى فى الليل إذا هدأت العيون ونامت الأبصار'' آپ سے میری یہ وصیت ہے کہ جن لوگوں نے میرے اوپر ظلم کیا ہے ان میں سے کوئی بھی میرے جنازہ پر نہ آنے پائے کیونکہ یہ میرے اور رسول اللہؐ کے دشمن ہیں، اور اسی طرح ان کو اور ان کا اتباع کرنے والوں کو میری نماز جنازہ نہ پڑھنے دیجئے گا اور مجھے رات میں اس وقت دفن کیجئے گا جب اور

آنکھیں سو جائیں اور بصارت پر نیند غالب ہو جائے۔(۱)

پھر آپ نے فرمایا: "یابن العمّ إذا قضیت نحبی فاغسلنی ولا تکشف عنّی، فانّی طاهرة مطهّرة ، وحنّطنی بفاضل حنوط أبی رسول الله (ص) وصلّ علیّ ، ولیصلّ معک الأدنی فالأدنی من أهل بیتی ، وادفنی لیلاً لا نهاراً ، وسرّاً لا جهاراً، وعفّ موضع قبری ، ولا تشهد جنازتی أحداً ممن ظلمنی ، یابن العمّ أنا أعلم أنّک لا تقدر علی عدم التزویج من بعدی فإن أنت تزوّجت امرأة اجعل لها یوما ولیلة ، واجعل لأولادی یوما ولیلة ، یا أباالحسن ! ولا تصح فی وجوههما فیصبحا یتیمین غریبین منکسرین ، فإنّهما،بالأمس فقدا جدّهما والیوم یفقدان امهما" جب میری رحلت ہو جائے تو مجھے میرے کپڑوں میں غسل دیجئے گا کیونکہ میں طاہرہ ومطہرہ ہوں اور رسول اللہؐ کے بچے ہوئے حنوط سے مجھے حنوط دیجئے گا اور خود ہی میری نماز جنازہ پڑھائیے گا اور آپ کے ساتھ میرے تمام گھر والے (قریبی سے قریبی) سب نماز پڑھیں مجھے رات میں دفن کیجئے گا نہ کہ دن میں، اور خاموشی کے ساتھ نہ کہ علی الاعلان، اور میری قبر کا نشان مٹا دیجئے گا اور جن لوگوں نے میرے اوپر ظلم کیا ہے ان میں سے کسی کو میرے جنازہ پر نہ آنے دیجئے گا اے ابن عم، مجھے معلوم ہے کہ میرے بعد آپ کے لئے شریکۂ حیات کے بغیر رہنا مشکل ہوگا لہٰذا اگر آپ کسی سے شادی کریں تو ایک دن اس کے یہاں اور ایک دن میرے بچوں کے ساتھ رہئے گا، اے ابوالحسن، ان کو ڈانٹئے گا نہیں کہ وہ یتیموں، اور مسافروں کی طرح شکستہ حال ہو جائیں کیونکہ کل انہوں نے اپنے نانا کا فراق دیکھا ہے اور آج اپنی ماں سے جدا ہو رہے ہیں۔

ابن عباس نے آپ کی لکھی ہوئی ایک وصیت کی روایت بھی کی ہے جس میں یہ تحریر تھا: "هذا ما أوصت به فاطمة بنت رسول الله(ص)أوصت وهی تشهد أن لا إله إلاالله وأنّ محمّدا عبده ورسوله ، وأنّ الجنّة حقّ والنار حقّ ، وأنّ الساعة آتیة لاریب فیها، وأنّ الله یبعث من

۱۔ روضۃ الواعظین: ج۱،ص۱۵۱، ایک روایت میں" اذا هدات الاصوات و نامت العیون "وارد ہوا ہے۔

فی القبور ، یا علیّ أنا فاطمة بنت محمّد ، زوّجنی الله منک لأکون لک فی الدنیا و الآخرة ، أنت أولی بی من غیری ، حنّطنی و غسّلنی و کفّنی باللیل ، و صلّ علیّ وادفنی باللیل ، و لا تعلم أحداً ، و أستودعک الله ، و أقرا علیٰ ولدیّ السلام إلی یوم القیامة'' یہ رسول اللہ کی بیٹی فاطمہؑ کی وصیت ہے، یہ وصیت اس حال میں کر رہی ہیں کہ وہ گواہی دیتی ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور حضرت محمدؐ اس کے بندہ اور رسول ہیں اور جنت حق ہے، جہنم حق ہے، قیامت آنے والی ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے اور جو بھی قبروں میں ہیں اللہ ان سب کو محشور کرے گا، اے علی! میں فاطمہؑ، بنت محمدؐ ہوں اللہ تعالی نے آپ سے میری شادی کی تھی تا کہ دنیا و آخرت میں آپ کے ساتھ رہوں آپ میرے بارے میں دوسروں سے اولیٰ ہیں، مجھے رات میں حنوط دیجئے گا، غسل دیجئے گا اور کفن پہنایئے گا اور میرے اوپر نماز پڑھ کر رات ہی میں دفن کر دیجئے گا اور کسی کو خبر نہ کیجئے گا، اور میں آپ کو اللہ کے سپرد کرتی ہوں اور قیامت تک اپنی اولاد کو سلام کہتی ہوں۔(۱)

۷۔ تاریخ اسلام میں پہلا تابوت

روایت میں ہے کہ شہزادی کائنات نے جناب اسماء سے یہ تذکرہ فرمایا کہ مجھے یہ انداز بہت ناگوار لگتا ہے کہ عورت کی میت پر ایک چادر ڈال دی جاتی ہے جس سے اس کا بدن دیکھنے والے کو صاف محسوس ہوتا ہے تو جناب اسماء نے کہا: اے دختر رسولؐ میں آپ کو ایسا تابوت بنا کر دکھاتی ہوں جو میں نے حبشہ میں دیکھا تھا چنانچہ انہوں نے ایک تازہ ٹہنی منگوائی اور اسے لگا کر اس کے اوپر ایک چادر ڈال دی تو شہزادیٔ کائنات نے فرمایا: ''ما أحسن هذا و أجمله ، لا تعرف به المرأة من الرجل '' ''یہ کتنی حسین اور خوبصورت چیز ہے کہ اس میں مرد اور عورت کی شناخت نہیں ہو پاتی ہے''۔(۲)

اسی طرح امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''أول نعش احدث فی الإسلام

۱۔ بحار الانوار: ۲۱۴/۴۳۔

۲۔ کشف الغمہ: ۵۰۳/۱؛ بحار الانوار: ۲۱۳/۴۳؛ تہذیب الاحکام: ۴۶۹/۱۔

نعش فاطمة ، إنّها اشتكت شكاتها التي قبضت فيها، و قالت لأسماء : إنّي نحلت فذهب لحمي ، ألا تجعلين لي شيئاً يسترني فقالت أسماء: إنّي إذ كنت بأرض الحبشة رأيتهم يصنعون شيئاً أفلا أصنع لك مثله ؟ فإن أعجبك صنعت لك ، قالت (ع) : نعم ،فدعت بسرير ، فأكبته لوجهه ، ثم دعت بجرائد ـنخل ـ فشدّدته على قوائمه ، ثم جلّلته ثوباً فقالت أسماء : هكذا رأيتهم يصنعون ، فقالت (س) : اصنعي لي مثله ، استريني سترك الله من النّار" تاریخ اسلام میں سب سے پہلے جناب فاطمہؑ کا تابوت بنایا گیا تھا، کیونکہ جس بیماری میں آپ کی رحلت ہوئی تھی اس میں آپ نے جناب اسماء سے یہ شکایت کی تھی کہ میں اتنی لاغر ہوگئی ہوں کہ میرا گوشت گھل گیا ہے، کیا تم کوئی ایسی چیز نہیں تیار کرسکتیں جو میرا پردہ کر سکے تو اسماء نے جواب دیا: جب میں حبشہ میں تھی تو میں نے ان لوگوں کو ایک چیز بناتے ہوئے دیکھا تھا کیا آپ کے لئے بھی اس طرح کی چیز تیار کردوں؟ آگر آپ چاہیں تو میں بنا سکتی ہوں؟ تو شہزادی نے فرمایا: ہاں چنانچہ اسماء نے ایک چارپائی منگائی، پھر اسے لٹا دیا، پھر کھجور کی کچھ شاخیں لے کر انھیں اس کے پایوں کے اوپر باندھ دیا اور اس کے اوپر کپڑا ڈال کر کہا: میں نے ان کو ایسا (تابوت) بناتے ہوئے دیکھا ہے تو شہزادی نے فرمایا: میرے لئے بھی ایسا ہی تابوت بنا دو، تم نے میرا پردہ رکھا ہے اللہ تمہیں جہنم سے بچائے رکھے۔

۸۔ زندگی کے آخری لمحات

شہزادی کائناتؑ اپنے اس بستر کے اوپر قبلہ رخ ہو کر لیٹ گئیں جو گھر کے درمیان میں بچھا ہوا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے: کہ آپ نے اپنی دونوں بیٹیوں یعنی جناب زینبؑ اور جناب ام کلثومؑ کو اپنے کسی عزیز کے گھر بھیج دیا تھا تاکہ وہ آپ کی رحلت کے وقت آپ کو نہ دیکھنے پائیں۔ یہ سب انتظام آپ کی شفقت ومحبت کے علاوہ اس وجہ سے بھی تھا، تاکہ وہ دونوں اس شدید صدمہ کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھنے پائیں۔ اس وقت مولائے کائناتؑ اور امام حسنؑ، امام حسینؑ بھی کسی کام کے لئے گھر سے باہر گئے ہوئے تھے۔ جناب اسماء سے مروی ہے کہ جب شہزادی کائناتؑ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؑ نے اسماء سے کہا: "إنّ جبرئيل

أتی النبیّ - لما حضرته الوفاة - بکافور من الجنّة فقسّمه أثلاثاً ، ثلثاً لنفسه، و ثلثاً لعلی و ثلثاً لی و کان أربعین درهماً فقالت : یا أسماء ائتنی ببقیة حنوط والدی من موضع کذا و کذا ، وضعیه عند رأسی ، فوضعته ثم قالت لأسماء حین توضأت وضوء ها للصلاة : هاتی طیبی الذی أتطیّب به ، وهاتی ثیابی التی اصلی فیها فتوضأت" جب پیغمبر اکرمؐ کی وفات کا وقت قریب آیا تو جناب جبرئیل آنحضرتؐ کے پاس کافور لے کر آئے تھے تو آپ نے اسے تین حصوں میں تقسیم کر دیا تھا، ایک تہائی اپنے لئے، ایک تہائی حضرت علیؑ کے لئے اور ایک تہائی میرے لئے، اس کی مقدار چالیس درہم تھی، پھر آپ نے فرمایا: اے اسماء فلاں فلاں جگہ سے میرے بابا کا بچا ہوا حنوط لے آیئے اور اسے میرے سرہانے رکھ دیجئے جب انھوں نے وہ حنوط لا کر رکھ دیا تو شہزادی نے نماز کے لئے وضو کرنے سے پہلے اسماء سے کہا مجھے وہ خوشبو بھی لا دیجئے جو میں استعمال کرتی ہوں پھر کہا میرا وہ لباس بھی لا دیجئے جسے پہن کر میں نماز پڑھتی ہوں پھر آپ نے وضو کر کے ان سے کہا: "انتظرینی هنیئة و ادعینی فإن أجبتک و إلّا فاعلمی إنّی قدمت علیٰ أبی فأرسلی إلیٰ علی" "کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد مجھے آواز دیجئے گا اگر میں نے جواب دے دیا تو بہتر، ورنہ سمجھ لیجئے گا کہ میں اپنے بابا کی خدمت میں پہنچ چکی ہوں لہٰذا کسی کو علیؑ کے پاس بھیج دیجئے گا"۔

جب شہزادیؑ کے احتضار کا وقت آ پہنچا اور پردے ہٹا دئے گئے تو آپ نے ایک سمت نگاہیں جما کر فرمایا: "السلام علی جبرئیل ، السلام علی رسول الله ، اللّهمّ مع رسولک ، اللّهمّ فی رضوانک و جوارک ودارک دار السلام ، ثم قالت : هذه مواکب أهل السماوات و هذا جبرئیل و هذا رسول الله یقول : یا بنیة أقدمی فما أمامک خیر لک"

سلام ہو جبرئیل پر، سلام ہو رسول اللہؐ پر بار الٰہا تیرے رسولؐ کے ہمراہ، بار الٰہا تیری مرضی (کے حصار میں) اور تیرے جوار، تیرے گھر اور دار السلام میں، پھر آپ نے کہا، یہ اہل آسمان کی محملیں ہیں، یہ جبرئیل ہیں یہ رسول اللہؐ ہیں جو یہ فرما رہے ہیں: اے میری بیٹی آگے بڑھو جو تمہاری نظروں کے سامنے ہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے" پھر آپ نے اپنی آنکھیں کھول کر کہا: "و علیک السلام یا قابض الأرواح عجّل

بی و لا تعذبنی" اے قابض ارواح تمہارے اوپر بھی میرا سلام ہو میری روح جلدی قبض کرلو اور مجھے اذیت نہ دینا پھر آپ نے کہا: "إلیک ربّی لا إلی النار" بارالٰہا! تیری جانب نہ کہ جہنم کی جانب، پھر آپ نے اپنی آنکھیں بند کر کے اپنے ہاتھ اور پیر بالکل سیدھے کر لئے۔

جب جناب اسماء نے آپ کو آواز دی تو آپ نے کوئی جواب نہیں دیا تب انہوں نے آپ کے چہرۂ مبارک سے چادر ہٹا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپ اس دنیا سے رحلت فرما چکی ہیں یہ دیکھ کر وہ آپ کے اوپر گر پڑیں اور آپ کے بوسہ دیتے ہوئے یہ کہا: اے فاطمہؑ جب آپ اپنے بابا رسول اللہؐ کے پاس پہنچیے گا تو اسماء بنت عمیس کی طرف سے ان کی خدمت میں سلام کہہ دیجئے گا، اور جب امام حسنؑ اور امام حسینؑ آئے اور انھوں نے دیکھا کہ والدۂ گرامی آرام فرما رہی ہیں تو انھوں نے کہا: اے اسماء ہماری والدہ تو اس وقت نہیں سوتی تھیں؟ تو انہوں نے جواب دیا، اے فرزندان رسولؐ، آپ کی والدہ سو نہیں رہی ہیں بلکہ وہ دنیا سے رخصت ہو چکی ہیں۔

امام حسنؑ نے اپنے کو شہزادی کے اوپر گرا دیا انہیں چومتے تھے یہ کہتے جاتے تھے: "یا اماہ کلّمینی قبل أن تفارق روحی بدنی" اے والدۂ گرامی اس سے پہلے کہ میرے بدن سے میری روح پرواز کر جائے آپ مجھ سے گفتگو فرمائیں، امام حسینؑ آپ کے پیروں کا بوسہ دیکر یہ کہہ رہے تھے: "أنا ابنک الحسین کلّمینی قبل أن یتصدّع قلبی فأموت" "میں آپ کا بیٹا حسینؑ ہوں آپ مجھ سے کچھ بولئے اس سے پہلے کہ میرا دل پھٹ جائے اور میری موت واقع ہو جائے"

تو ان سے اسماء نے کہا: اے فرزندان رسول جائیے اپنے بابا کو اپنی والدہ کی رحلت کی خبر دے دیجئے وہ دونوں شہزادے باہر نکلے اور مسجد کے نزدیک پہنچ کر، اُن کے رونے کی آوازیں بلند ہوگئیں جس سے صحابہ نے ان دونوں کو اپنے حلقہ میں لے کر رونے کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: "قد ماتت امّنا فاطمة" ہماری والدہ گرامی فاطمہؑ کا انتقال ہو گیا ہے۔ یہ سن کر حضرت علیؑ منہ کے بل گر پڑے اور آپ نے

کہا: ''بمن العزاء یا بنت محمد'' ''اے بنت محمدؐ کسے تعزیت دوں؟''۔(۱)

۹۔ تشیع جنازہ اور دفن

حضرت علیؑ کے گھر سے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں عورتوں اور مردوں کے گریہ کی آوازوں سے پورا مدینہ ہل گیا اور لوگ اسی طرح دہشت زدہ ہوگئے جس طرح رسول اللہؐ کی وفات کے وقت سراسیمگی کا ماحول تھا، بنی ہاشم کی خواتین روتی پیٹتی ہوئی جناب فاطمہؐ کے گھر پہنچنے لگیں، مرد حضرت علیؑ کے پاس جمع ہونے لگے اور آپ کے پاس ہی امام حسنؑ اور امام حسینؑ بیٹھے ہوئے رو رہے تھے، جناب ام کلثوم کی زبان پر یہ بین تھے :ہائے بابا، اے رسول اللہؐ درحقیقت آج آپ ہم سے ایسے جدا ہوئے کہ جس کے بعد ملاقات کا کوئی امکان نہیں ہے''۔(۲)

آہستہ آہستہ کافی لوگ جمع ہوگئے ہر طرف گریہ وبکا کا سماں تھا، اور سب لوگ جنازہ اٹھنے کا انتظار کر رہے تھے تاکہ نماز جنازہ میں شرکت کرسکیں تو جناب ابوذرؓ نے باہر نکل کر یہ اعلان کیا: آپ حضرات واپس تشریف لے جائیں کیونکہ دختر پیغمبر کی تشیع جنازہ اس عشا کے وقت نہیں ہوگی، ابوبکر وعمر بھی حضرت علیؑ کو یہ کہہ کر تعزیت پیش کر رہے تھے کہ اے ابوالحسنؑ ہم سے پہلے آپ بنت رسولؐ کی نماز جنازہ نہ پڑھا دیجئے گا۔(۳)

اس طرح لوگ آہستہ آہستہ اپنے گھروں کو واپس چلے گئے اور اکثر کا یہی خیال تھا کہ تشیع جنازہ کل صبح میں ہوگی (روایت میں ہے کہ شہزادی کی وفات نماز عصر کے بعد یا رات کے ابتدائی حصہ میں ہوئی تھی)

لیکن حضرت علیؑ اور جناب اسماء نے آپ کو اسی رات غسل وکفن دیا اور اس کے بعد جناب امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور جناب زینبؑ وام کلثومؑ کو آواز دی کہ اپنی والدہ سے رخصت ہولو کہ یہ جدائی کا وقت ہے اور اب ملاقات جنت میں ہوگی، تھوڑی دیر کے بعد امیر المومنینؑ نے ان لوگوں کو شہزادی کے جنازہ سے جدا کر دیا۔(۴)

۱۔ بحار الانوار: ۴۳/۱۸۶۔ ۲۔ بحار الانوار: ۴۳/۱۹۲۔
۳۔ گذشتہ حوالے/۱۹۹۔ ۴۔ گذشتہ حوالہ/۱۷۹۔

پھر حضرت علیؑ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے بعد آسمان کی طرف دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر یہ آواز دی: ''**اللّھم ھذہ بنت نبیّک فاطمة أخرجتھا من الظلمات إلی النور، فأضاء ت میلاً فی میل**'' ''بارالہا یہ تیرے پیغمبر کی بیٹی فاطمہؑ ہیں جن کو تو نے (عدم کی) تاریکیوں سے نکال کر (وجود کے) نور تک پہنچایا تو انہوں نے میلوں دور کے فاصلوں کو منور کر دیا۔

جب ہر طرف سناٹا چھا گیا اور سب لوگ نیند کی آغوش میں چلے گئے اور رات کا کافی حصہ گذر گیا تو امیر المومنینؑ، عباس اور فضل بن عباس نے اس نحیف ولاغر جنازہ کے تابوت کو اپنے کاندھوں پر اٹھایا، امام حسنؑ و امام حسینؑ اور عقیل، سلمان، ابوذر، مقداد اور بریدہ و عمار بھی جنازہ کے ساتھ ساتھ تھے۔ (۱)

حضرت علیؑ قبر کے پاس بیٹھے اور رسول اللہ کی بیٹی کو سپرد لحد کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا: ''**یا أرض أستودعک ودیعتی، ھذہ بنت رسول اللہ، بسم اللہ الرحمن الرحیم، بسم اللہ و باللہ و علی ملّة رسول اللہ محمد بن عبداللہ (ص) سلمتک أیتھا الصدّیقة إلی من ھو أولی بک منّی، و رضیت لک بما رضی اللہ تعالی لک**'' ''اے زمین میں اپنی امانت کو تیرے سپرد کر رہا ہوں، یہ رسول اللہ کی بیٹی ہے'' **بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم** ''اللہ کے نام سے، اللہ کے سہارے اور حضرت عبداللہ کے بیٹے حضرت محمد رسول اللہؐ کے دین پر اے صدیقہ میں تمہیں اس کے سپرد کر رہا ہوں جو تمہارے لئے مجھ سے زیادہ اولیٰ ہے اور میں تمہارے لئے اس بات سے راضی ہوں جو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے'' پھر آپ نے فرمایا: منھا خلقناکم و فیھا نعیدکم و منھا نخرجکم تارة اخری'' اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اسی میں پلٹا کر لے جائیں گے اور پھر دوبارہ اسی سے نکالیں گے۔ (۲)

پھر آپ قبر سے باہر نکل آئے اور اس کے بعد تمام حاضرین نے اس نبوی دریکتا کی قبر پر مٹی ڈالدی اور آخر میں حضرت علیؑ نے قبر کو برابر کر دیا اور نشان کو مٹا دیا۔

۱۔ گذشتہ حوالہ ۱۹۳۔

۲۔ طہ/۵۵۔

۱۰۔ جناب فاطمہؑ کے لئے حضرت علیؑ کے بین

نہایت تیزی کے ساتھ شہزادی کی تدفین کا مرحلہ مکمل ہوگیا کیونکہ ہر لحہ یہ خوف لاحق تھا کہ کہیں لوگوں کو خبر نہ ہوجائے اور سب لوگ جمع نہ ہوجائیں اور جب حضرت علیؑ اپنے دونوں ہاتھ جھاڑ کر قبر سے اٹھنے لگے تو رسول کی پارۂ جگر اور آپ کی رحمدل شریکۂ حیات کے غم سے آپ کا دل بیٹھنے لگا اور آپ کو شہزادی کا اخلاص ،طہارت نفس، ایثار و قربانی اور وہ مشکلات یاد آگئیں جوانہوں نے آپ کے لئے برداشت کی تھیں اور آپ اس فراق کو برداشت نہ کر سکے آپ کے رخساروں سے آنسو بہنے لگے اور آپ نے رسول اللہؐ کی قبر مبارک کی طرف رخ کر کے رازدارانہ انداز میں یہ بین شروع کر دیا:

السلام علیک یا رسول الله عنّی ، و السلام علیک عن ابنتک و حبیبتک و قرّة عینک و زائرتک و البائنة فی الثری ببقعتک ، و المختار الله لها سرعة اللحاق بک ، قلّ یا رسول الله عن صفیتک صبری ، و عفی عن سیدة نساء العالمین تجلّدی ، إلّا أنّ فی التأسی لی بسنّتک فی فرقتک موضع تعزی ، فلقد و سدتک فی ملحودة قبرک بعد أن فاضت نفسک بین نحری و صدری ، و غمضتک بیدی، و تولیت أمرک بنفسی.

بلی ، وفی کتاب الله لی أنعم القبول ، إنا لله و إنّا الیه راجعون ، قد استرجعت الودیعة، و أخذت الرهینة ، و اختلست الزهراء فما أقبح الخضراء والغبراء یا رسول الله أمّا حزنی فسرمد، أمّا لیلی فمسهّد ، لا یبرح الحزن من قلبی أو یختار الله دارک التی أنت فیها مقیم ، کمد مقیّح ، و هم مهیّج ، سرعان ما فرّق الله بیننا و إلی الله أشکو، و ستنبئک ابنتک بتضافر امّتک علیّ ، و علی هضمها حقّها فأحفها السؤال ، و استخبرها الحال، فکم من غلیل معتلج بصدرها لم تجد إلی بثه سبیلاً ، و ستقول و یحکم الله و هو خیر الحاکمین ، و السلام علیکما یا رسول الله سلام مودّع لا سئم

و لا قـالٍ فـإن أنصرف فلا عن ملالة ، و إن أقم فلا عن سوء ظنّ بما وعد الله الصابرين ، و الصبر أيمن و أجمل.

و لو لا غلبة المستولين علينا لجعلت المقام عند قبرک لزاماً ، و التلبّث عنده عكوفاً ، و لأعولت إعوال الثكلى على جليل الرزية ، فبعين الله تدفن ابنتک سرّاً ، و يهتضم حقّها قهراً ، و يمنع إرثها جهراً و لم يطل منک العهد، و لم يخلق منک الذكر، فإلى الله - يا رسول الله - المشتكى ، و فيک - يا رسول الله - أجمل العزاء فصلوات الله عليها و عليک و رحمة الله و بركاته"

سلام ہو آپ پر اے خدا کے رسولؐ ۔ میری طرف سے اور آپ کی اس دختر کی طرف سے جو آپ کے جوار میں پہنچ رہی ہے اور بہت جلدی آپؐ سے ملحق ہو رہی ہے۔

یا رسول اللہؐ! میری قوت صبر آپ کی منتخب روزگار دختر کے بارے میں ختم ہوئی جا رہی ہے اور میری ہمت ساتھ چھوڑے دے رہی ہے صرف سہارا یہ ہے کہ میں نے آپ کے فراق کے عظیم صدمہ اور جانکاہ حادثہ پر صبر کرلیا ہے تو اب بھی صبر کروں گا کہ میں نے ہی آپ کو قبر میں اتارا تھا اور میرے ہی سینہ پر سر رکھ کر آپ نے انتقال فرمایا تھا۔ بہرحال میں اللہ ہی کے لئے ہوں اور مجھے بھی اسی کی بارگاہ میں واپس جانا ہے۔

آج امانت واپس چلی گئی اور جو چیز میری تحویل میں تھی مجھ سے جدا ہوگئی۔ اب میرا رنج وغم دائمی ہے اور میری راتیں نذر بیداری ہیں جب تک مجھے بھی پروردگار اس گھر تک نہ پہونچادے جہاں آپ کا قیام ہے عنقریب آپ کی دختر نیک اختر ان حالات کی اطلاع دے گی کہ کس طرح آپ کی امت نے اس پر ظلم ڈھانے کے لئے اتفاق کرلیا تھا آپ اس سے مفصل سوال فرمائیں اور جملہ حالات دریافت کریں۔

افسوس کہ یہ سب اس وقت ہوا ہے جب آپ کا زمانہ گذرے دیر نہیں ہوئی ہے اور ابھی آپ کا تذکرہ باقی ہے۔

میرا سلام ہو آپ دونوں پر۔ اس شخص کا سلام جو رخصت کرنے والا ہے اور دل تنگ وملول نہیں ہے۔ میں

اگر اس قبر سے واپس چلا جاؤں تو یہ کسی دل تنگی کا نتیجہ نہیں ہے اور اگر یہیں ٹھہر جاؤں تو یہ اس وعدہ کی بے اعتباری نہیں ہے جو پروردگار نے صبر کرنے والوں سے کیا ہے اور صبر کا راستہ زیادہ پر امن اور خوبصورت ہے۔
اگر ہمارے اوپر قابو پانے والوں کا غلبہ نہ ہوتا تو میں آپ کی قبر کے پاس ہی سکونت اور اس کی مجاوری اختیار کر لیتا۔

خدا کی نظروں کے سامنے آپ کی بیٹی کو خاموشی سے دفن کر دیا گیا، اور اس کا حق زبردستی ہضم کر لیا گیا کھلے عام اسے اس کی میراث لینے سے روک دیا گیا، ابھی تو آپ کا زمانہ کچھ بھی نہیں گذرا ہے، آپ کا ذکر بھی پرانا نہیں ہوا، اب تو یا رسول اللہ؛ اللہ کی بارگاہ میں ہی شکوہ ہے، اور (یا رسول اللہؐ) آپ کی سیرت میں بہترین تسلی خاطر ہے لہٰذا آپ کے اوپر اور ان کے اوپر اللہ کی صلوات اور اس کی رحمت و برکت ہو۔

۱۱۔ قبر کھودنے کی کوشش

اس رات کی صبح سویرے ہی لوگ جناب فاطمہ زہراؑ کی تشیع جنازہ کے لئے اکٹھا ہونا شروع ہوئے تو انھیں یہ خبر ملی کہ بنت رسولؐ کو رات ہی میں خاموشی کے ساتھ دفن کر دیا گیا ہے نیز حضرت علیؑ نے بقیع میں ایک جیسی سات یا اس سے زیادہ قبریں بنا دیں ہیں وہاں قبر تلاش کرنے کے لئے پہنچے تو اتنی قبریں دیکھ کر مبہوت رہ گئے چونکہ بقیع جیسے اس دور میں تھا ویسے ہی آج بھی اہل مدینہ کا قبرستان ہے اور جناب فاطمہؑ کی اصل قبر نہیں پہچان پائے، اور لوگ چیخنے لگے ہر ایک یہ کہہ کر دوسرے کی مذمت کرنے لگا، نبی اکرمؐ نے صرف یہی ایک بیٹی چھوڑی تھی، اور اس کی بھی وفات ہوگئی نہ تم وفات کے وقت آئے نہ ان کے دفن میں شریک ہوئے اور نہ ہی ان کی نماز جنازہ پڑھی اور اب تمہیں ان کی قبر بھی معلوم نہیں ہے، تو بعض لوگوں نے یہ کہا کہ مسلمانوں کی عورتوں کو بلا کر لایا جائے اور ہم ان قبروں کو کھود کر ان کا جنازہ نکالنے کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔

روایت میں ہے کہ ابوبکر وعمر اس وقت وہاں پہنچے کہ جب لوگ نماز کا ارادہ کر رہے تھے۔

تو جناب مقداد نے کہا: فاطمہؑ کو صبح سویرے دفن کر دیا گیا ہے۔ تو عمر نے ابوبکر سے کہا: کیا میں نے پہلے ہی تم

سے یہ نہیں کہہ دیا تھا کہ یہ لوگ ایسا ہی کریں گے؟ تو جناب عباس نے کہا، انھوں نے یہ وصیت کی تھی کہ تم دونوں ان کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہونے پاؤ تو عمر بولے: (اے بنی ہاشم) تم لوگ اپنے اس پرانے حسد سے کبھی باز نہیں آؤ گے، تمہارے دلوں میں جو یہ کینے بھرے ہوئے ہیں یہ کبھی ختم نہیں ہو سکتے، اللہ کی قسم میں ان کی قبر کھود کر ان کی نماز جنازہ پڑھوں گا۔ (۱)

شہزادی کائناتؑ کی قبر کھودنے کی کوشش کی یہ خبر جب مولائے کائناتؑ کو ملی تو آپ نے اپنی وہ زرد قبا پہنی جو آپ جنگوں میں پہنتے تھے، پھر آپ نے ذوالفقار اٹھائی غصہ کی وجہ سے آپ کی آنکھیں بالکل سرخ ہو چکی تھیں اور رگیں پھول گئی تھیں، پھر آپ بقیع کی طرف روانہ ہوئے حضرت علیؑ سے پہلے ہی بقیع میں آپ کے آنے کی خبر پہونچ گئی، اور کسی نے چیخ کر کہا تم لوگ خود دیکھ رہے ہو کہ اُدھر سے علی بن ابی طالبؑ چلے آرہے ہیں، انھوں نے یہ قسم کھائی ہے کہ اگر ان قبروں کا ایک ڈھیلا بھی ادھر سے ادھر ہو گیا تو یہ اس کا حکم دینے والوں کی گردن اڑا دیں گے، تو کسی شخص نے کہا: اے ابوالحسنؑ تم سے کیا مطلب، خدا کی قسم ہم قبر کو کھود کر ان کی نماز جنازہ ضرور پڑھیں گے؟ تو حضرت علیؑ نے اس کا گریبان پکڑ کر ایک بار جھٹکا دیا اور اسے زمین پر پٹخ دیا اور اس سے کہا: "یابن السوداء أمّا حقی فقد ترکته مخافة أن یرتدّ الناس عن دینهم، وأمّا قبر فاطمة فوالذی نفس علیّ بیده لئن رُمتَ وأصحابک شیئاً من ذلک لأسقینّ الأرض من دمائکم" اے سوداء کے بچے اپنا حق تو میں نے صرف اس خوف سے چھوڑ دیا کہ کہیں لوگ اپنے دین سے نہ پلٹ جائیں لیکن جہاں تک فاطمہؑ کی قبر کا سوال ہے تو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں علیؑ کی جان ہے اگر تو نے اور تیرے ساتھیوں نے اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا بھی تو زمین کو تمہارے خون سے سیراب کر دوں گا۔

تو ابوبکر بولے: اے ابوالحسن تمہیں رسول اللہ اور فاطمہؑ کے حق کا واسطہ ہے اسے چھوڑ دو اور ہم آپ کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کریں گے، تو آپ نے اسے چھوڑ دیا اور پھر تمام لوگ متفرق ہو گئے۔ (۲)

۱۔ بحار الانوار: ۴۳/ ۱۹۹۔ ۲۔ دلائل الامامۃ طبری: ۴۶/ ۴۷۔

۱۲۔ تاریخ شہادت

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپؑ کی شہادت ۱۱ھ میں ہی ہوئی ہے کیونکہ نبی اکرم نے ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کیا تھا۔ اور ۱۱ھ کے اوائل میں ہی آنحضرت کی وفات ہوگئی اور مورخین کا یہ اتفاق ہے کہ شہزادی اپنے بابا کے بعد ایک سال سے کم ہی زندہ رہیں، اور یہ بھی معلوم ہے کہ آپ ابھی عنفوان شباب کے دور میں تھیں اور اپنے بابا کی زندگی تک بالکل صحت مند اور تندرست تھیں، البتہ آپ کی شہادت کس دن اور کس مہینہ میں ہوئی اس کے بارے میں مورخین کے درمیان چند اقوال پائے جاتے ہیں۔

ایک روایت کے مطابق آپ اپنے بابا کے بعد چھ مہینہ تک زندہ رہیں، اور یہ بھی ملتا ہے کہ ۹۵ روز تک یا کل ۷۵ دن تک یا اس سے بھی کم زندہ رہیں۔

امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے: "أنّها قبضت في جمادي الآخرة يوم الثلاثاء لثلاث خلون منه ، سنة إحدى عشرة من الهجرة " " آپ کی وفات ۳ جمادی الاخریٰ بروز منگل ۱۱ھ میں ہوئی تھی۔ (۱)

امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے: "و توفّيت ولها ثماني عشرة سنة و خمسة و سبعون يوماً " کہ آپ کی وفات کے وقت آپ کی عمر اٹھارہ سال پچھتر دن تھی۔

جناب جابر عبد اللہ انصاری کی روایت کے مطابق: پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے وقت شہزادی کائناتؑ کی عمر اٹھارہ سال سات مہینے تھی۔ (۲)

ابو الفرج اصفہانی کہتے ہیں کہ پیغمبر اکرم کی وفات کے کتنے دن بعد جناب فاطمہؑ زہرا کی وفات ہوئی اس بارے میں مختلف اقوال ہیں: البتہ زیادہ سے زیادہ چھ مہینے اور کم سے کم چالیس دن بیان کیے گئے ہیں، البتہ ہمارے نزدیک معتبر قول وہی ہے جو امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ آپ کی شہادت پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے

۱۔ دلائل الامامۃ طبری: ص ۴۵؛ کشف الغمہ: ۱/۵۰۳۔

۲۔ مناقب آل ابی طالب: ۲/۳۵۷۔

تین مہینے بعد ہوئی تھی۔(۱)

اس طرح فضائل ومناقب اور برکتوں سے بھری ہوئی آپ کی یہ زندگی اپنے آخری مرحلے تک پہنچ گئی، لہٰذا سلام ہو آپ کے اوپر جس دن آپ دنیا میں تشریف لائیں، جس دن شہادت پائی اور جس دن آپ کو زندہ اٹھایا جائے گا، اور آپ کے اوپر اللہ تعالیٰ کی رحمت وبرکت ہو۔

۱۔ کشف الغمہ/۱۲۸۔

تیسری فصل

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی علمی میراث

مسلمانوں نے شروع سے ہی رسول اکرمؐ کے اقوال اور سیرت وکردار کو محفوظ کرنا شروع کر دیا تھا اور اس طرح آپ کی یہ سنت راویوں کے پہلے طبقہ سے دوسرے طبقہ اور اس سے بقیہ طبقات تک منتقل ہوئی ہے۔(۱)

اس میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ ''پہلے طبقہ میں بھی آپ کی سیرت اور اقوال کے بارے میں سب سے زیادہ وہی حضرات واقف ہیں جو اکثر اوقات اور تقریباً تمام مواقع پر آپؐ کے ہمراہ رہتے تھے۔(۲)

لہٰذا یہ ایک فطری بات ہے کہ آنحضرتؐ کے وہ صحابہ جو روز اول سے آپؐ کے ساتھ تھے، نقل سنت کے سلسلہ میں ان کا کردار ان لوگوں سے کہیں زیادہ فعال ہونا چاہئے جو آنحضرتؐ کی زندگی کے آخری دور میں مسلمان ہوئے تھے جیسے ابو ہریرہ وغیرہ جن کی نقل کردہ روایات سے احادیث کے مجموعے بھرے پڑے ہیں اور ان مجموعوں کا ایک بڑا حصہ انھیں کی روایات پر مشتمل ہے جب کہ ایسے لوگ پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ بہت ہی کم رہے ہیں....یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگوں کی روایات کے بارے میں تحقیق کرنے والے گھبراہٹ کا شکار ہو جاتے ہیں جب کہ اس وقت انھیں یہ بالکل عجیب نہیں دکھائی دیتا کہ اگر ان لوگوں سے ہزاروں روایتیں نقل کر دی جاتیں کہ جو لوگ پیغمبر اکرمؐ کی بعثت سے لے کر آپ کی وفات تک ہمیشہ سایہ کی طرح آپ کے ساتھ رہے ہیں اور خاص طور سے جب کہ وہ آپ کے قرابت داروں میں بھی شامل ہوں جیسے حضرت علیؑ یا دوسرے صحابہ کرام، مگر افسوس کہ اہل سنت کے یہاں موجود احادیث کے مجموعوں میں ان لوگوں سے منقول روایات ان لوگوں کی روایتوں کے مقابلہ میں بیحد کم ہیں کہ جو پیغمبر اکرمؐ کی وفات سے صرف تین سال پہلے

۱،۲۔ سیرۂ ائمہ اثنی عشر: ۱/۹۶۔

مسلمان ہوئے تھے۔(۱)

لہٰذا شیعہ کتب میں مصحف جناب فاطمہؑ کے بارے میں جو روایات موجود ہیں انھیں بھی بعید نہیں سمجھا جاسکتا ، کیونکہ ائمہ معصومین علیہم السلام کی زبانوں پر اس مقدس کتاب کا تذکرہ ہمیشہ رہتا تھا۔جس کی اہم وجہ یہ ہے کہ شہزادی دو عالم پوری زندگی اپنے بابا سے کبھی جدا نہیں ہوئیں بلکہ آپ مسلسل آنحضرتؐ کی خدمت کے ساتھ ساتھ آنحضرتؐ کی احادیث ،ان کے اقوال اور خطبے وغیرہ سنتی رہتی تھیں جس کا امکان علی علیہ السلام کے علاوہ اور کسی کے لئے نہیں تھا۔(۲)

اس کے بعد آپ کو یہ عجیب نہیں لگنا چاہیئے کہ جب آپ حافظ سیوطی کا یہ قول سنیں کہ جناب فاطمہؑ نے جو روایات نقل کی ہیں ان کی تعداد دس تک نہیں پہنچتی یا جو حافظ بدخشانی نے کہا ہے: کہ آپ سے صرف اٹھارہ حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔(۳)

دوسری طرف ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ ام المومنین عائشہ سے منقول روایات کی تعداد دو ہزار سے زیادہ ہے جب کہ انھوں نے رسول اکرمؐ کے ساتھ ہجرت کے بعد رہنا شروع کیا تھا جس کی کل مدت دس سال سے بھی کم ہوتی ہے جب کہ روایات کے مطابق جناب فاطمہ زہرا نے اپنے بابا کے ساتھ کم از کم اٹھارہ سال اور زیادہ سے زیادہ اٹھائیس سال زندگی بسر کی ہے۔

اس بارے میں استاد توفیق ابوعلم کہتے ہیں:''جناب فاطمہ زہرا نے اپنے بابا سے بکثرت احادیث اخذ کی ہیں جنھیں آپ خود ان سے سنتی تھیں یا وہ آپ کے لئے لکھوا دیتے تھے اور آپ سے آپ کے دونوں بیٹوں یعنی امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور ان کے بابا حضرت علیؑ نے اور آپ کی پوتی فاطمہؑ بنت الحسین نے (مرسل طریقہ سے) نیز عائشہ،ام سلمہ، انس بن مالک ،اور سلمی ام رافع رضی اللہ عنہم نے روایات نقل کی ہیں اور اس سلسلہ میں جب حالات نے آپ کا ساتھ دیا تو آپ نے بکثرت علوم قرآن اوران کے علاوہ گذشتہ

۱،۲۔سیرۂ ائمہ اثنی عشر:۱/۹۶۔

۳۔ثغور الباسمہ فی حیاۃ سیدتنا فاطمہؑ مولفہ سیوطی ص۵۲۔

شریعتوں کی معلومات حاصل کرلی تھیں آپ قرآن مجید کی قرائت (تفسیر) اور کتابت کی عالمہ تھیں اور آپ کو تو اللہ نے گھٹی میں علم عطا فرمایا تھا اور آپ کے والد بزرگوار رسول اکرمؐ آپ کو وہ صحیفے لکھوایا کرتے تھے جن سے آپ دینی مسائل میں کمک حاصل کرتی تھیں نیز دنیاوی معاملات میں بھی وہ آپ کے لئے بصیرت افروز تھے، مختصر یہ کہ جناب فاطمہؑ ان اہل بیت میں سے ہیں کہ ''جنھوں نے تقوائے الٰہی اختیار کیا تو اللہ نے انھیں دولت علم سے نواز دیا''۔ (اس آیت کریمہ ﴿اتقوا اللّٰہ و یعلمکم اللّٰہ﴾ سے اقتباس ہے ملاحظہ فرمائیے۔ (۱)

مصحف فاطمہ سلام اللہ علیہا

جناب فاطمہ زہراؑ علم و تقویٰ کی آغوش کی پروردہ تھیں اسی لئے ان کے بارے میں آپ کا حصہ بہت زیادہ ہے، جس کی دلیل کے طور پر ہمارے پاس آپ سے منقول وہ احادیث ہیں جو آپ نے احکام، آداب، اخلاق اور فضائل اہل بیتؑ کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ سے براہ راست نقل کی تھیں اور انھیں ''مسند فاطمہ زہرا'' نامی مجموعہ میں جمع کیا گیا ہے، جس کے متعدد مولفین ہیں ان میں سب سے پہلے سیوطی متوفی ۹۱۱ھ دوسرے سید حسین شیخ اسلامی تویسرکانی کا مجموعہ ہے جس میں انھوں نے ایسی ۲۶۰ حدیثیں جمع کی ہیں جو جناب فاطمہؑ کے ذریعہ پیغمبر اکرمؐ سے نقل کی گئی ہیں یا ان کا تعلق شہزادی عالم اور پیغمبر اکرم دونوں سے ہے۔ ''مسند فاطمہ زہراؑ'' کا تیسرا نسخہ شیخ عزیز اللہ عطاردی اور چوتھا نسخہ شیخ احمد رحمانی ہمدانی کا ترتیب دیا ہوا ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب ''فاطمة الزهرا بهجة قلب المصطفیٰ'' میں شیعہ اور سنی کتب سے جناب فاطمہؑ کی تقریباً ۸۴ حدیثیں جمع کی ہیں۔

اس مقام پر ہم مصحف فاطمہؑ کے بارے میں سید ہاشم معروف حسنی کے وہ جملے بھی نقل کر رہے ہیں جن کی طرف روایات میں اشارہ موجود ہے اور ان سے شہزادیؑ دو عالم کی علمی وسعت اور اللہ و رسولؐ اور ان کے اہل بیتؑ کے نزدیک آپ کی عظمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے چنانچہ مرحوم کہتے ہیں: ''اور یہ عجیب نہیں ہے

۱۔ توفیق ابو علم کی کتاب اہل البیت ص ۱۲۸ و ۱۲۹۔

(بلکہ حقیقت یہی ہے) کہ جناب فاطمہؑ نے مسائل شریعت، اخلاق و آداب اور آئندہ زمانہ میں رونما ہونے والے جن حادثات و واقعات کے بارے میں آنحضرتؐ اور اپنے شوہر نامدار سے جو کچھ سنا تھا اس کا کچھ حصہ ضرور جمع کیا ہوگا اور ائمہ طاہرین کو آپ سے میراث میں جو کتاب ملی تھی انھوں نے یکے بعد دیگرے اسے اپنی اولاد تک پہنچایا ہے''۔(۱)

مسند جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا سے ماخوذ کچھ منتخب جواہر پارے

ا۔علم اور تدوین سنت کے لئے آپؑ کا اہتمام:

ا ـ قال أبو محمّد العسكريّ (ع) : حضرت امرأة عند الصدّيقة فاطمة الزهراء (ع) فقالت : إنّ لي والدة ضعيفة و قد لبس عليها في أمر صلاتها شيء ، وقد بعثتني إليك أسألك ، فأجابتها فاطمة (ع) عن ذلك فثنّت فأجابت ، ثمّ ثلّثت إلى أن عشّرت ، فأجابت ، ثمّ خجلت من الكثرة فقالت لا أشقّ عليك يا ابنة رسول الله ، قالت فاطمة : هاتي و سلي عمّا بدالك ، أرأيت من اكترى يوماً يصعد إلى سطح بحمل ثقيل و كراه مائة ألف دينار ، يثقل عليه؟ فقالت : لا ، فقالت : اكتريت أنا لكلّ مسألة بأكثر من ملء ما بين الثرى إلى العرش لؤلؤاً ، فأحرى أن لا يثقل عليّ، سمعت أبي (ص) يقول : انّ علماء شيعتنا يحشرون فيخلع عليهم من خلع الكرامات على قدر كثرة علومهم و جدّهم في إرشاد عباداللہ حتّى يخلع على الواحد منهم ألف ألف حلّة من نور، ثمّ ينادي منادي ربّنا عزّوجلّ : أيّها الكافلون لأيتام آل محمد(ص) الناعشون لهم عند انقطاعهم

ا۔سیرۂ ائمہ اثنی عشر: ۹۶/۱ و ۹۷۔واضح رہے کہ شہزادی دو عالم کے اقوال و احادیث و ادعیہ پر مشتمل ایک مجموعہ ''صحیفۃ الزہراؑ'' کے نام سے بھی شائع ہوا ہے اور اسے علامہ جواد قیومی نے ترتیب دیا ہے نیز علامہ سید ذیشان حیدر جوادی طاب ثراہ کے اردو ترجمہ کے ساتھ ۲۰۰۲ھ میں جناب قمر عباس کی پیش کش اور حقیر کی طباعتی کاوشوں کے نتیجہ میں (تنظیم المکاتب ہندوستان کی طرف سے) ایران میں شائع ہو چکا ہے؛ مترجم۔

عن آبائهم الّذين هم أئمّتهم ، هؤلاء تلامذتكم و الأيتام الّذين كفلتموهم و نعشتموهم ، فاخلعوا عليهم خلع العلوم فى الدنيا ، فيخلعون على كلّ واحد من اولئک الأيتام على قدر ما أخذوا عنهم من العلوم حتّى إنّ فيهم - يعني فى الأيتام - من يخلع عليه مائة ألف خلعة ، و كذلک يخلع هؤلاء الأيتام على من تعلّم منهم ، ثمّ إنّ الله تعالى يقول : أعيدوا على هؤلاء العلماء الكافلين لأيتام حتّى تتمّوا لهم خلعهم و تضعّفوها لهم ، فيتمّ لهم ما كان لهم قبل أن يخلعوا عليهم ، و يضاعف لهم ، و كذلک يخلع هؤلاء الأيتام على من تعلّم منهم ، ثمّ أنّ الله تعالى يقول: أعيدوا على هؤلاء العلماء الكافلين للأيتام حتّى تتمّوا لهم خلعهم و تضعّفوها لهم ، فيتمّ لهم ما كان لهم قبل أن يخلعوا عليهم ، و يضاعف لهم ، و كذلک من يليهم ممّن خلع على من يليهم.

امام حسن عسکریؑ فرماتے ہیں: ایک عورت صدیقۂ عالم جناب فاطمہؑ کی خدمت میں آئی اوراس نے عرض کی میری والدہ بوڑھی ہیں اور انھیں نماز کے سلسلہ میں کچھ مشکل پیدا ہوگئی ہے لہٰذا انھوں نے مجھے آپ کے پاس اس کا حکم دریافت کرنے کے لئے بھیجا ہے تو جناب فاطمہؑ نے اسے اس مسئلہ کا جواب بتا دیا وہ دوبارہ آئی تو آپ نے پھر جواب بتا دیا، پھر تیسری بار آئی یہاں تک کہ وہ دس بار آئی، اور آپ نے ہر بار اسے جواب دیا، آخر میں وہ شرمندہ ہوگئی اور اس نے کہا: اے بنت رسولؐ میں آپ کو مزید زحمت نہیں دینا چاہتی تو جناب فاطمہؑ نے فرمایا: تمہارے سامنے جو مسئلہ آئے تم مجھ سے آکر پوچھ لیا کرو، تم ہی بتاؤ کہ اگر کوئی شخص ایک دن میں ایک بھاری وزن اونچائی (چھت) کے اوپر چڑھانے کے لئے کرایہ طے کرے اور اسے ایک لاکھ دینار کرایہ ملے تو کیا یہ وزن اسے بھاری محسوس ہوگا؟ تو اس نے کہا ہرگز نہیں، تب آپ نے فرمایا: مجھے ہر مسئلہ کے بدلے زمین سے لے کر عرش تک موتیوں سے بھرے ہوئے خزانہ سے زیادہ اجرت ملی ہے تو پھر میں اسے اپنے اوپر کیسے بوجھ سمجھ سکتی ہوں؟ میں نے اپنے بابا کو متعدد بار یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

قیامت کے دن جب ہمارے شیعوں کے علماء محشور کئے جائیں گے تو اس دن ان کے علم اور بندگان خدا کی

ہدایت کے راستہ میں ان کی کوششوں کی تعداد کے برابر کرامت و بزرگی کے حلے ان کے زیب تن ہوں گے حتی کہ ان میں سے ایک ایک کے اوپر نور کے دس لاکھ حلے ہوں گے۔ پھر ہمارے پروردگار کا منادی یہ آواز دے گا: اے آل محمد کے ان یتیموں کی کفالت کرنے والو، اور ان کے آباء کرام یعنی ان کے ائمہ سے ان کا رابطہ کٹ جانے کے بعد ان کا ہاتھ پکڑ کر انھیں اوپر اٹھانے والو! یہ تمہارے شاگرد اور وہ یتیم ہیں جن کی تم نے کفالت کی ہے اور انھیں سرور عطا کیا ہے جس سے وہ دنیا میں علوم کی خلعتوں کے مالک بن گئے۔ تو پھر ان یتیموں میں سے ہر ایک ان کی خدمت میں اتنی ہی مقدار میں ہدیے اور تحفے پیش کرے گا جتنا انھوں نے ان سے علم حاصل کیا ہوگا۔ حتی کہ ان (یتیموں) میں ایسے (عالم) بھی ہوں گے جن کے پاس ایک لاکھ خلعتیں ہوں گی، اور اس طرح یہ یتیم اپنے اساتید کو خلعتیں (تحفے) پیش کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: یتیموں کی کفالت کرنے والے ان علماء کو مزید خلعتوں سے نوازو اور پہلے سے دوگنا زیادہ ان کو دو۔ چنانچہ ان کا حصہ انہیں مکمل اور پھر اس کا دوگنا دیا جائے گا۔ پھر یہ علماء اپنے شاگردوں کو خلعتیں عطا کریں گے۔ پھر ربّ کریم کا حکم آئے گا کہ انہیں مزید دو برابر خلعتوں سے نوازو۔ چنانچہ ان کو نوازا جائے گا تو وہ اپنے بعد والوں کو اور بعد والے اپنے بعد والوں کو دیں گے۔

پھر جناب فاطمہؑ نے فرمایا: ''یا أمة الله إنّ سلكة من تلک الخلع لأفضل ممّا طلعت عليه الشمس ألف ألف مرّة و ما فضل فأنّه مشوب بالتنغيص و الكدر'' اے کنیز خدا! ان خلعتوں کا ایک دھاگہ (تار) بھی ان چیزوں سے دس لاکھ گنا بہتر ہے جن پر سورج طلوع کرتا ہے اور ان میں بھی کوئی فضیلت نہیں ہے کیونکہ ان سب میں بھی گندھلا پن ہے۔(۱)

۲۔ ابن مسعود کی روایت ہے کہ ایک شخص جناب فاطمہؑ کے پاس آیا اور اس نے کہا اے دختر پیغمبرؐ کیا رسول اللہؐ نے آپ کے پاس کوئی ایسی چیز چھوڑی ہے جو پہلی بار آپ مجھ سے بیان فرمائیں؟ تو آپ نے فرمایا: ''یا جارية هات تلک الحريرة'' اے جاریہ وہ ریشمی کپڑا مجھے لا کر دے دو، چنانچہ جب اس

۱۔ بحار الانوار: ۲/۳۔

نے وہ تلاش کیا تو اسے نہیں مل سکا، آپ نے فرمایا:" و یحک اطلبیها فإنّها تعدل عندی حسناً و حسینا" خدا تمہارا بھلا کرے، اسے تلاش کرو، کہ وہ میرے نزدیک حسنؑ و حسینؑ کے برابر اہمیت رکھتا ہے "چنانچہ جب اس نے تلاش کیا تو وہ اسے کوڑے میں پڑا ہوا مل گیا، جس میں یہ تحریر تھا: خدا کے نبی حضرت محمدؐ نے فرمایا ہے:"لیس من المؤمنین من لم یأمن جاره بوائقه، و من کان یؤمن بالله و الیوم الآخر فلا یوذی جاره، و من کان یؤمن الله و الیوم الآخر فلیقل خیراً أو یسکت، إنّ الله یحبّ الخیّر الحلیم المتعفّف، و یبغض الفاحش الضنین السئّال الملحف، إنّ الحیاء من الإیمان، و الإیمان فی الجنّة، و إنّ الفحش من البذاء و البذاء فی النار" وہ شخص مومنین میں شامل نہیں ہے جس کا پڑوسی اس کی ایذا رسانیوں سے امان میں نہ ہو اور جو شخص اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو اذیت نہ پہنچائے اور جو شخص اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ صرف خیر ہی بولے ورنہ خاموش رہے، بیشک اللہ تعالیٰ زیادہ نیکی کرنے والے پاکدامن بردبار سے محبت رکھتا ہے۔ اور بیشک حیاء ایمان کا جزء ہے اور ایمان جنت میں ہے اور فحشیات برائی کا جزء ہے اور برائی کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

۲۔ اہل بیتؑ کی تعریف

۱۔ آپ سے مروی ہے کہ رسول اکرمؐ نے آپ سے یہ فرمایا تھا:" أما ترضین أنّی زوّجتک أوّل المسلمین إسلاماً، و أعظمهم علماً؟ فإنّک سیّدة نساء العالمین کما سادت مریم نساء قومها" کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ میں نے اس سے تمہاری شادی کی ہے جو مسلمانوں کے درمیان سب سے پہلا مسلمان اور ان میں سب سے بڑا عالم ہے؟ بیشک تم اسی طرح عالمین کی عورتوں کی سردار ہو جس طرح مریم اپنی قوم کی عورتوں کی سردار تھیں۔ (۱)

۲۔ یزید نے عبد الملک نفلی سے اور انھوں نے اپنے والد کے ذریعہ اپنے دادا سے یہ نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں

۱۔ اسنی المطالب، مولفہ علامہ وصابی یمنی مخطوطہ۔

کہ میں ایک دن دختر پیغمبر اکرم جناب فاطمہؑ کی خدمت میں گیا: وہ کہتے ہیں کہ آپ نے سلام میں پہل کرتے ہوئے مجھ سے فرمایا میرے بابا نے مجھ سے فرمایا ہے جب کہ وہ صاحب حیات تھے: "من سلّم علیّ وعلیک ثلاثة أیّام فله الجنة" جو شخص مجھے اور تمہیں تین دن تک سلام کرے تو اس کے لئے جنت ہے" تو میں نے شہزادی سے عرض کی آنحضرتؐ اور آپ کی حیات میں یا آنحضرتؐ اور آپ کی وفات کے بعد بھی؟ تو آپ نے فرمایا: "فی حیاتنا وبعد وفاتنا" ہماری زندگی میں بھی اور ہماری موت کے بعد بھی۔(۱)

۳۔ جناب فاطمہ فرماتی ہیں: "أتیت النبیّ (ص) فقلت: السلام علیک یا أبة، فقال: وعلیک السّلام یا بنیّة، فقلت: والله ماأصبح یا نبیّ الله فی بیت علیّ حبّة طعام، ولادخل بین شفتیه طعام منذ خمس، ولا أصبحت له ثاغبة ولا راغبة، ولاأصبح بیته سفّة ولا هفّة" میں رسول اللہؐ کی خدمت میں گئی اور میں نے کہا: اے بابا آپ پر سلام ہو، تو آپ نے فرمایا اور اے بیٹی تم پر بھی سلام ہو پھر میں نے کہا اے اللہ کے نبی خدا کی قسم، آج صبح سے علیؑ کے گھر میں کھانے کے لئے ایک دانہ بھی نہیں ہے اور پانچ دنوں سے ان کے ہونٹوں سے کوئی کھانا منھ تک نہیں پہنچا ہے، نہ ہی ان کے پاس کوئی بکری ہے اور نہ کوئی اونٹنی (کہ اس کا دودھ پی سکیں)، اور نہ ہی ان کے گھر میں کوئی کھانے والی چیز ہے اور نہ ہی پینے والی۔

تو نبی کریمؐ نے فرمایا: "ادنی منّی، فدنوت، فقال: أدخلی یدک بین ظهری وثوبی، فإذا حجر بین کتفی النبیّ (ص) مربوط إلی صدره، فصاحت فاطمة صیحة شدیدة، فقال لها: ما او قدت فی بیوت آل محمّد نار منذ شهر" ذرا میرے نزدیک آؤ جب میں قریب گئی تو آپ نے فرمایا ذرا میری کمر اور کپڑوں کے درمیان ہاتھ ڈال کر دیکھو تو میں نے کیا دیکھا کہ پیغمبر اکرمؐ کے دونوں شانوں کے درمیان سینہ سے ایک پتھر بندھا ہوا ہے جس سے جناب فاطمہؑ کی بہت تیز چیخ نکل گئی

۱۔ مناقب ابن مغازی شافعی ص ۳۶۴، اس کے مثل روایت مناقب ابن شہر آشوب ۳/۳۶۵ پر درج ہے۔

پھر پیغمبر اکرمؐ نے آپ سے فرمایا: آل محمدؐ کے گھروں میں ایک مہینہ سے آگ نہیں جلی ہے۔

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: اور علیؑ نے تو اس وقت خیبر کا دروازہ اٹھاڑا تھا کہ جب وہ تقریباً ۲۹ سال کے تھے جب کہ اسے ۵۰ آدمی نہیں اٹھا پاتے تھے۔

یہ سن کر شہزادی دو عالم کا چہرہ پرنور چمک اٹھا، پھر آپ حضرت علیؑ کے پاس تشریف لائیں تو پورا گھر آپ کے نور سے منور ہو گیا، تو حضرت علیؑ نے آپ سے کہا: ''یا ابنة محمدّ ! لقد خرجت من عندی ووجهک علی غیر هذا الحال ؟ فقالت : إنّ النبیّ (ص) حدثنی بفضلک ، فما تمالکت حتی جئتک'' اے پیغمبرؐ کی بیٹی جب تم میرے پاس سے گئی تھیں تو تمہارے چہرہ کا کچھ اور حال تھا۔ تو شہزادی دو عالم نے کہا نبی اکرمؐ نے مجھ سے آپ کی ایک فضیلت بیان کی ہے جس کی وجہ سے میں اپنے اوپر قابو نہیں پا سکی لہٰذا آپ کے پاس چلی آئی۔(۱)

۴۔ اسماء بنت عمیس جناب فاطمہؑ بنت رسول اللہ سے نقل کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''إنّ رسول اللہ (ص) أتاها یوما فقال: أین ابنای ۔ یعنی حسناً وحسیناً ۔ قالت: قلت : أصبحنا ولیس فی بیتنا شیء یذوقه ذائق ، وإنّا لنحمد الله تعالی ، فقال علیّ : أذهب بهما فإنّی أتخوّف أن یبکیا علیک ولیس عندک شیء ،، فذهب بهما إلی الیهودیّ . فتوجّه إلیه رسول اللہ (ص) فوجدهما یلعبان فی مشربة بین أیدیهما فضل من تمر ، فقال: یا علیّ ألا تقلب ابنیّ ۔ أی ترجعهما ۔ قبل أن یشتدّ الحرّ علیهما ؟ قالت : فقال علیّ : قد أصبحنا فلیس فی بیتنا شیء ، فلو جلست یا رسول الله حتیّ أجمع لفاطمة تمرات ، فجلس رسول اللہ (ص) وهو ینزع للیهودیّ کلّ دلو بتمرة ، حتّی اجتمع له شیء من تمر ، وحمله رسول الله وعلیؑ'' رسول اللہؐ ایک روز میرے یہاں تشریف لائے تو آپ نے دریافت کیا: میرے دونوں بیٹے (یعنی حسنؑ و حسینؑ) کہاں ہیں؟ وہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا: آج صبح سے ہمارے گھر میں اتنی سی

۱۔ اہل البیت مولفہ توفیق ابوعلم ر ۱۳۰۔

بھی کوئی چیز نہیں تھی کہ جسے کوئی چکھ سکے اور بیشک ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں تو علیؑ نے کہا میں انھیں لے کر جا رہا ہوں کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ یہ دونوں تمہارے پاس رونے لگیں اور تمہارے پاس کوئی چیز بھی نہیں ہے۔تو وہ ان دونوں کو اپنے ساتھ لے کر یہودی کے (باغ) میں چلے گئے، چنانچہ پیغمبر اکرمؐ بھی ان کی تلاش میں روانہ ہوگئے تو وہ آپ کو کنویں کے پاس کھیلتے ہوئے دکھائی دئے جن کے سامنے کچھ سوکھی ہوئی کھجوریں رکھی تھیں، تو آپ نے فرمایا اے علیؑ اس سے پہلے کہ ان کے لئے دھوپ تیز ہو انھیں واپس لے آنا ، وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے کہا: آج صبح سے ہمارے گھر میں کوئی چیز نہیں تھی لہٰذا یا رسول اللہؐ اگر آپ تھوڑی دیر بیٹھ جائیں تو میں فاطمہؑ کے لئے کچھ کھجوریں اکٹھی کرلوں تو رسول اللہ وہیں بیٹھ گئے اور حضرت علیؑ ہر کھجور کے بدلے یہودی کے لئے ایک ڈول کھینچ رہے تھے، جب کچھ کھجوریں جمع ہوگئیں تو رسول اللہؐ اور حضرت علیؑ انھیں لے کر گھر آ گئے۔(۱)

شہزادیؑ عالم نے اپنے بابا کی وہ بہت سی حدیثیں نقل کی ہیں جو آپ نے خود آنحضرتؐ کی زبان سے سنی تھیں یا آپ نے شہزادی کے لئے لکھوائی تھیں اور آپ سے آپ کے دونوں بیٹوں یعنی امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور ان کے والد گرامی حضرت علیؑ نیز آپ کی پوتی جناب فاطمہ بنت حسینؑ (نے مرسل طریقہ سے) اور عائشہ ، ام سلمہ، انس بن مالک اور سلمی ام رافع نے نقل کی ہیں۔(۲)

۵۔ایک طولانی حدیث میں آپ نے فرمایا ہے: ''یارسول اللہ ! إنّ سلمان تعجب من لباسی ، فو الّذی بعثک بالحقّ ما لی ولعلیّ منذ خمس سنین إلا مسک کبش نعلف علیها بالنهار بعیرنا ، فإذا کان اللّیل افترشناه ، وإنّ مرفقتنا لمن أدم حشوها لیف ، فقال النبی (ص): یاسلمان إنّ ابنتیّ لفی الخیل السوابق'' یارسول اللہؐ سلمان کو میرے لباس پر تعجب ہوتا ہے جبکہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق مبعوث کیا ہے میرے اور علیؑ کے لئے پانچ سال سے ایک گوسفند

۱۔اہل بیت: ۱۳۵۔

۲۔گذشتہ حوالہ ص ۱۲۸۔

کی ایک کھال کے علاوہ کچھ موجود نہیں ہے جس پر دن میں ہمارا اونٹ چارا کھاتا ہے اور رات میں ہم اس کو بچھا کر سو جاتے ہیں اور ہمارا تکیہ بھی چمڑے کا ہے جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی ہے تو آنحضرتؐ نے فرمایا: اے سلمان بیشک میری بیٹی پیش قدم لوگوں میں سے ہے۔(۱)

۶۔ جناب زینب بنت امیر المومنین جناب فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ سے نقل کرتی ہیں کہ رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا تھا: ''أما إنّک یا علیّ و شیعتک فی الجنّة'' ''لیکن اے علی تم اور تمہارے شیعہ جنتی ہیں''۔

۷۔ جناب فاطمہؑ سے منقول ہے کہ آپ ایک روز رسول اللہؐ کی خدمت میں پہنچیں تو آنحضرتؐ نے آپ کے لئے کوئی کپڑا بچھا دیا اور فرمایا اس پر بیٹھو، پھر امام حسنؑ آئے تو ان سے کہا: ان کے ساتھ بیٹھ جاؤ، پھر امام حسینؑ آگئے تو آپ نے فرمایا ان دونوں کے پاس بیٹھ جاؤ کچھ دیر بعد حضرت علیؑ آگئے تو آپ نے ان سے بھی کہا: ان لوگوں کے پاس بیٹھ جاؤ پھر آپ نے کپڑے کے گوشے پکڑ کر اسے ہمارے اوپر ڈالتے ہوئے فرمایا: بارالہا! یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں، بارالہا ان سے اسی طرح راضی رہنا جس طرح میں ان سے راضی ہوں۔(۲)

۸۔ جناب فاطمہؑ بنت رسول اللہ سے فرماتی ہیں: مجھ سے میرے بابا نے فرمایا: کیا تمہیں ایک بشارت دوں؟(۳)

۹۔ امام علی رضاؑ نے اپنے والد امام موسی کاظمؑ سے، انھوں نے اپنے والد امام جعفر صادقؑ سے، انھوں نے اپنے والد امام محمد باقرؑ سے، انھوں نے اپنے والد گرامی امام زین العابدینؑ سے، انھوں نے اپنے والد گرامی امام حسینؑ سے اور آپ نے جناب فاطمہؑ زہرا سے روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: '' أنّ النبیّ (ص) قال : من کنت ولیّه فعلیّ ولیّه ، و من کنت إمامه فعلیّ إمامه'' جس کا میں ولی

۱۔ عوالم المعارف ج ۱۱/۱۳۰۔

۲۔۳۔ دلائل الامامہ ۲/۳ ح ۳۴ یہی حدیث گذشتہ فصل میں نمبر ۱۶ پر اہلسنت کے حوالوں سے نقل کی گئی ہے۔

(سرپرست) ہوں اسکے علیؑ بھی سرپرست ہیں اور جس کا میں امام ہوں، علیؑ بھی اسکے امام ہیں۔(۱)

۱۰۔سید محمد غماری شافعی اپنی کتاب میں نقل کرتے ہیں: فاطمہ بنت حسین رضوی سے، وہ فاطمہ بنت محمد رضوی سے، وہ فاطمہ بنت ابراہیم رضوی سے، وہ فاطمہ بنت حسن رضوی سے، وہ فاطمہ بنت محمد موسوی سے، وہ فاطمہ بنت عبداللہ علوی سے، وہ فاطمہ بنت حسن حسینی سے، وہ فاطمہ بنت ابو ہاشم حسینی سے، وہ فاطمہ بنت محمد بن احمد بن موسی مبرقع سے، وہ فاطمہ بنت امام علی رضاؑ سے، وہ فاطمہ بنت امام موسی کاظمؑ سے، وہ فاطمہ بنت امام جعفر صادقؑ سے، وہ فاطمہ بنت امام محمد باقرؑ سے، وہ فاطمہ بنت امام زین العابدینؑ سے، وہ فاطمہ بنت امام حسینؑ سے، وہ جناب زینب بنت امیر المومنینؑ سے اور انھوں نے جناب فاطمہ زہراؑ سے یہ نقل کیا ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "ألا من مات علی حبّ آل محمّد مات شھیداً" آگاہ ہو جاؤ جو شخص آل محمد کی محبت پر مرا ہے وہ شہید مرا ہے۔(۲)

۱۱۔حارثہ بن قدامہ کہتے ہیں کہ مجھ سے سلمان نے نقل کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عمار نے نقل کیا اور کہا کہ تمھیں ایک عجیب خبر نہ سناؤں؟ تو میں نے کہا اے عمار بتاؤ، تو انھوں نے کہا، ہاں سنو، میں نے علی ابن ابیطالبؑ کو دیکھا کہ وہ اپنے گھر میں فاطمہؑ کے پاس گئے جب شہزادی کی نظر ان پر پڑی تو انھوں نے کہا ذرا میرے قریب آجایئے تا کہ آپ کو میں وہ سب بتادوں جو گذر چکا ہے (پہلے تھا) اور جو ہونے والا ہے اور جو کچھ قیامت آنے سے پہلے تک اصلاً نہیں ہوسکتا ہے۔عمار کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ امیر المؤمنینؑ الٹے پاؤں فوراً واپس پلٹ گئے اور ان کے واپس ہوتے ہی میں بھی واپس ہو گیا پھر وہ پیغمبر اکرمؐ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا: اے ابوالحسنؑ میرے نزدیک آؤ، تو وہ ان سے نزدیک ہو کر جب اطمینان سے بیٹھ گئے تو آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا: تم مجھ سے بیان کرو گے یا میں تم سے کچھ کہوں؟ تو امیر المؤمنینؑ نے کہا: یا رسول اللہؐ آپ ہی بیان فرمائیں یہی بہتر ہے تو آپ نے فرمایا کہ مجھے تمہارے بارے میں ایسا محسوس ہو رہا

۱۔مسند امام رضا ۱/۱۳۳۔

۲۔عوالم المعارف اور اس کے مستدرکات ۱۲/۴/۳۵۴ بحوالہ لؤلؤ مثنیۃ مولف شیخ محمد بن محمد بن احمد چشتی داغستانی ۲۱۷ مطبوعہ مصر ۱۳۰۶ھ۔

ہے کہ فاطمہؑ نے تم سے یہ سب ذکر کیا ہے جس کی وجہ سے تم واپس پلٹ آئے ہو تو حضرت علیؑ نے کہا: فاطمہؑ کے نور کا تعلق ہم سے ہی ہے پھر حضرت علیؑ نے کہا کیا آپ کو نہیں معلوم؟ پھر حضرت علیؑ نے شکر خدا کا سجدہ کیا۔

جناب عمار کہتے ہیں، پھر امیر المؤمنینؑ باہر نکلے اور میں بھی ان کے ساتھ باہر نکل آیا اور وہ وہاں سے جناب فاطمہؑ کے گھر گئے، میں بھی آپ کے ساتھ ان کے گھر پہنچ گیا تو شہزادی نے کہا: ''کانّک رجعت إلى أبى (ص) فأخبرته بما قلته لک؟ قال : كان كذلک يا فاطمة ، فقالت : إعلم يا أبا الحسن أنّ الله تعالى خلق نورى، و كان يسبّح الله جلّ جلاله ، ثمّ أودعه شجرة من شجر الجنّة فأضاء ت فلمّا دخل أبى الجنّة أوحى الله تعالى إليه إلهاماً أن اقتطف الثمرة من تلک الشجرة و أدرها فى لهواتک ؛ ففعل ، فأودعنى الله سبحان صلب أبى (ص) ، ثمّ أودعنى خديجة بنت خويلد فوضعتنى ، و أنا من ذلک النور، أعلم ما كان و ما يكون و ما لم يكن . يا أبا الحسن المؤمن ينظر بنور الله تعالى.'' ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے آپ میرے بابا کے پاس گئے تھے اور آپ نے ان کو وہ سب کچھ بتا دیا ہے جو میں نے آپ سے ذکر کیا تھا؟ تو انھوں نے کہا اے فاطمہؑ ایسا ہی ہے۔ تو شہزادی نے کہا اے ابوالحسنؑ آپ یہ جان لیجئے کہ اللہ تعالی نے میرے نور کو خلق کیا جب وہ نور اللہ جل جلالہ کی تسبیح میں مشغول تھا پھر پروردگار نے اسے جنت کے ایک درخت کے اندر ودیعت فرما دیا جس سے وہ جگمگا اٹھا اور جب میرے پدر بزرگوار جنت میں پہنچے تو اللہ تعالی نے ان کی طرف یہ وحی فرمائی کہ اس درخت کا پھل چن کر اسے اپنے دہن میں رکھ لیجیے چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا تو خداوند عالم نے مجھے میرے بابا کے صلب میں ودیعت کر دیا پھر آپ نے مجھے جناب خدیجہ بنت خویلد کے حوالہ کر دیا اور انھوں نے اپنی کوکھ سے مجھے دنیا کی طرف منتقل کیا، تو میری خلقت اسی نور سے ہوئی ہے، چنانچہ میں گذشتہ، موجودہ اور آئندہ تمام حالات سے واقف ہوں، اے ابوالحسن مومن نور الہی کے ذریعہ دیکھتا ہے۔ (۱)

۱۔ عوالم المعارف ۱۱/۷۰۶۔

۱۲۔ ابوطفیل نے جناب ابوذرؓ سے یہ روایت نقل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب فاطمہؑ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''سألت أبی (ص) عن قول الله تبارک و تعالی ﴿و علی الأعراف رجال یعرفون کلّاً بسیماهم﴾ قال : هم الأئمّة بعدی: علیّ و سبطای و تسعة من صلب الحسین ، هم رجال الأعراف ، لا یدخل الجنّة إلّا من یعرفهم و یعرفونه ، و لا یدخل النار إلّا من أنکرهم و ینکرونه ، لا یعرف الله إلّا بسبیل معرفتهم'' ''میں نے اپنے بابا سے اللہ تعالی کے اس قول'' اور ''اعراف کے اوپر کچھ لوگ ایسے ہوں گے جنھیں ان کی صورتوں سے پہچان لیا جائے گا'' (۱) کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ''وہ میرے بعد آنے والے ائمہؑ ہیں یعنی علیؑ، میرے دونوں نواسے اور امام حسینؑ کی صلب سے نو ائمہؑ، یہی مردان اعراف ہیں، کوئی شخص اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوسکتا جب تک وہ ان کو نہ پہچانتا ہو اور یہ اسے نہ پہچانتے ہوں، اور کوئی جہنم میں داخل نہیں ہوگا مگر یہ کہ وہ انہیں نہیں پہچانتا ہوگا اور یہ اسے نہیں پہچانتے ہوں گے اور ان کی معرفت کے بغیر خداوند عالم کی معرفت ممکن نہیں ہے''۔

۱۳۔ سعد ساعدی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں: میں نے فاطمہؑ سے ائمہ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: ''سمعت رسول الله (ص) یقول: ﴿الأئمة بعدی عدد نقباء بنی إسرائیل﴾ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ آپ یہ فرمایا کرتے تھے: میرے بعد (آنے والے) ائمہ کی تعداد بنی اسرائیل کے نقیبوں کی تعداد کے برابر ہے۔ (۲)

۱۴۔ ابوبصیر کی روایت کے مطابق امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے جناب جابر بن عبد اللہ انصاری سے ایک دن یہ کہا: ''إنّ لی إلیک حاجة فمتی یخفّ علیک أن أخلو بک فاسألک عنها؟ مجھے آپ سے کچھ کام ہے لہذا جب آپ کے لئے آسانی ہو تو میں آپ سے تنہائی میں ملاقات کرنا چاہتا ہوں! تو جابر نے ان سے کہا آپ جب مناسب سمجھیں، تو امام محمد باقرؑ نے ان سے تنہائی

۱۔ اعراف/۴۶۔

۲۔ کفایۃ الاثر ۱۹۳۔۲۰۰۔

میں ملاقات کی اوران سے کہا: ”یا جابر أخبرنی عن اللّوح الّذی رأیته فی ید امّی فاطمة بنت رسول اللہ (ص) و ما أخبرتک به أنّه فی ذلک اللّوح مکتوباً“ اے جابر آپ مجھے اس لوح کے بارے میں بتایئے جو آپ نے میری والدہ جناب فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ کے ہاتھ میں دیکھی تھی اور اس لوح میں جو کچھ لکھا ہوا تھا انہوں نے اس کے مضمون سے آپ کو مطلع کیا تھا؟ تو جابر نے کہا خدا کی قسم ایک روز میں رسول اللہؐ کی زندگی میں آپ کی والدہ (جدہ) جناب فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ کو امام حسینؑ کی ولادت کی مبارک باد پیش کرنے کے لئے گیا تو میں نے ان کے ہاتھ میں ایک سبز تختی (لوح) دیکھی تو مجھے یہ خیال ہوا جیسے یہ زمرد کی ہو اور میں نے دیکھا اس پر سورج کی کرنوں جیسی سفید تحریر نقش ہے، میں نے ان کی خدمت میں عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں اے بنت رسول اللہؐ، یہ تختی کیسی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ”هذا اللّوح أهداه اللہ عزّ و جلّ إلی رسوله (ص) فیه اسم أبی و اسم بعلی و اسم ابنیّ و أسماء الأوصیاء من ولدی، فأعطانیه أبی لیسرّنی بذلک“ یہ تختی اللہ تعالی نے اپنے رسولؐ کو تحفہ میں بھیجی ہے جس میں میرے بابا، میرے شوہر اور میرے دونوں بیٹوں اور میری اولاد میں (پیدا ہونے والے) اوصیاء کے نام درج ہیں چنانچہ میرے بابا نے مجھے خوش کرنے کے لئے یہ وہ تختی مجھے عطا فرمائی ہے۔

جناب جابر کہتے ہیں: پھر آپ کی والدہ نے وہ تختی میری طرف بڑھا دی تو میں نے اسے پڑھ کر اس کی ایک نقل اتار لی (امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں) تو میرے بابا نے فرمایا: ” فهل لک یا جابر أن تعرضه علیّ؟ اے جابر کیا آپ اپنی وہ نقل مجھے دکھا سکتے ہیں؟ تو انھوں نے کہا ضرور، چنانچہ میرے پدر بزرگوار ان کے ساتھ ان کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے، تو انھوں نے کاغذ جیسی ایک باریک کھال نکالی، پھر امام نے ان سے کہا: ” یا جابر انظر أنت فی کتابک لأقرأه أنا علیک“ اے جابر آپ اپنی تحریر کو دیکھئے تا کہ میں آپ کو پڑھ کر سنا دوں، تو جابر اپنے تحریر کردہ نسخہ کو دیکھتے رہے: ” فقرأه علیه أبی (ص) فو اللہ ما خالف حرفٌ حرفاً“ اور میرے والد انھیں پڑھ کر سناتے رہے، خدا کی قسم ان کے درمیان ایک بھی حرف کا فرق نہیں تھا پھر جابر بولے: میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے اس تختی (لوح) میں اسی طرح لکھا ہوا

دیکھا تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هذا كتاب من الله العزيز الحكيم لمحمّد نوره و سفيره و حجابه و دليله ، نزل به الرّوح الأمين من عند ربّ العالمين ؛ عظّم يا محمد أسمائى و اشكر نعمائى ، ولا تجحد آلائى ، إنّى أنا الله لا إله إلّا أنا ، قاصم الجبّارين [و مبير المتكبّرين] و مذلّ الظالمين وديّان يوم الدّين ،إنّى أنا الله لا إله إلّا أنا،فمن رجا غير فضلى ، أو خاف غير عدلى ؛ عذّبته عذاباً لا أعذّ به أحداً من العالمين ، فإيّاى فاعبد و علىّ فتوكّل .

إنّى لم أبعث نبيّاً فأكملت ايّامه و انقضت مدّته إلّا جعلت له وصيّاً ،و إنّى فضّلتك على الأنبياء و فضّلت وصيّك على الأوصياء و أكرمتك بشبليك بعده و بسبطيك الحسن و الحسين ، و جعلت حسناً معدن علمى بعد انقضاء مدّة أبيه، و جعلت حسيناً خازن وحيى، و أكرمته بالشهادة ، و ختمت له بالسعادة ، فهو أفضل من استشهد و أرفع الشهداء درجة ، جعلت كلمتى التامّة معه ، و الحجة البالغة عنده، بعترته أثيب و اعاقب ، أوّلهم ، علىّ سيّد العابدين ، و زين أوليائى الماضين ؛ و ابنه سمىّ جدّه المحمود، محمّد الباقر لعلمى و المعدن لحكمتى ؛ سيهلك المرتابون فى جعفر، الرّاد عليه كالرّادّ علىّ، حقّ القول منّى لاكرمنّ مثوى جعفر، و لا سرّنّه فى أوليائه و أشياعه وأنصاره ؛ و انتحبت بعد موسى فتنة عمياء حندس ، لأنّ خيط فرضى لا ينقطع ، و حجّتى لا تخفى ، و أنّ أوليائى لا يشقون أبداً؛ ألا و من جحد واحداً منهم فقد جحد نعمتى، ومن غيّر آية من كتابى فقد افترى علىّ .

و ويل للمفترين الجاحدين عند انقضاء مدّة عبدى موسى و حبيبى و خيرتى ، [ألا] أنّ المكذّب بالثامن مكذّب بكلّ أوليائى، و علىّ وليّى و ناصرى ، و من أضع عليه أعباء

النبوّة و أمتحنه بالاضطلاع ، يقتله عفريت مستكبر ، يدفن بالمدينة الّتي بناها العبد الصالح ذوالقرنين إلى جنب شرّ خلقي ، حقّ القول منّي لاقرّنّ عينه بمحمّد ابنه و خليفته من بعده ، فهو وارث علمي و معدن حكمتي و موضع سرّي و حجّتي على خلقي جعلت الجنّة مثواه ، شفّعته في سبعين من أهل بيته كلّهم قد استوجبوا النار ، و أختم بالسعادة لابنه علي وليي و ناصري و الشاهد في خلقي و أميني على وحيي أخرج منه الداعي إلى سبيلي و الخازن لعلمي الحسن. . . .

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ تحریر خدائے عزیز وحکیم کی طرف سے اس کے نور، سفیر، حجاب، دلیل، (راہنما) (حضرت) محمدؐ کے لئے ہے جسے روح امین، رب العالمین کی طرف سے لے کر نازل ہوئے ہیں: اے محمدؐ میرے اسماء کی تعظیم کیجئے، میری نعمتوں کا شکر ادا کیجئے، اور میرے انعامات کا انکار نہ کیجئے گا بیشک میں اللہ ہوں، میرے علاوہ کوئی پروردگار نہیں ہے، جابروں کی کمر توڑنے والا (متکبروں کو ہلاک کرنے والا) ظالمین کو ذلیل کرنے والا، روز قیامت کا حاکم ہوں بیشک میں اللہ ہوں، میرے علاوہ کوئی پروردگار نہیں ہے، لہذا جو شخص میرے فضل (وکرم) کے علاوہ کی امید رکھے گا اور میرے عدل کے علاوہ کسی سے خوفزدہ ہوگا، تو میں اس پر ایسا عذاب نازل کروں گا کہ ویسا میں عالمین میں کسی کے اوپر نازل نہیں کروں گا۔ لہذا صرف میری عبادت کرو اور میرے ہی اوپر بھروسہ رکھو۔

میں نے ایسا کوئی نبی نہیں بھیجا کہ جب اس کی مدت (رسالت) پوری ہوگئی تو اس کا کوئی وصی نہ بنایا ہو، اور بیشک میں نے آپ کو تمام انبیاء کے اوپر فضیلت عطا کی ہے اور آپ کے وصی کو تمام اوصیاء کے اوپر فضیلت بخشی ہے۔ اور ان کے بعد آپ کے دوشیروں اور آپ کے دونوں نواسوں حسنؑ و حسینؑ کے ذریعہ آپ کو شرف بخشا، اور حسنؑ کو اپنے علم کا معدن قرار دیا ان کے والد کی مدت (امامت) پوری ہوجانے کے بعد، اور حسینؑ کو اپنی وحی کا خزانہ دار بنایا اور انھیں شہادت کا شرف عطا کیا، اور ان کے لئے سعادت کو تمام کردیا چنانچہ وہ سب شہداء سے افضل اور تمام شہداء سے بلند درجہ پر فائز ہیں، میں نے ان کے ساتھ اپنے کلمۂ تامہ

اوران کے پاس اپنی حجت بالغہ کو رکھا ہے اور میں انھیں کی عترت کے ذریعہ ثواب یا عقاب دوں گا، ان میں سب سے پہلے علیؑ (سید العبادؑ)، عابدوں کے سردار اور میرے گذشتہ اولیاء کی زینت ہیں اور ان کے بیٹے جو اپنے جد محمود کی تصویر ہیں (یعنی) محمد (باقرؑ) جو میرے علم کو واضح و آشکار کرنے والے، میری حکمت کے معدن ہیں اور عنقریب جعفر (صادقؑ) کے بارے میں شک کرنے والے ہلاک ہو جائیں گے ان کا مخالف گویا میرا مخالف ہے۔ میرے اوپر یہ حق ہے کہ میں جعفر کا مرتبہ بلند کروں گا اور انھیں ان کے اولیاء، شیعوں اور ناصروں کے درمیان خوشیاں عطا کروں گا، اور موسیٰ (کاظمؑ) کے بعد ایک نہایت تاریک فتنہ ٹوٹ پڑے گا، کیونکہ میرے فرائض (دین و شریعت) کا سلسلہ ٹوٹنے والا نہیں ہے اور میری حجت کو چھپایا نہیں جاسکتا، اور میرے اولیاء کبھی بھی شقی و بدبخت نہیں ہوسکتے ہیں یاد رکھو! جس نے ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کیا تو اس نے میری نعمت کا انکار کردیا اور جس نے میری کتاب کی ایک آیت میں بھی تبدیلی کی تو اس نے میرے اوپر افترا پردازی کی ہے۔ اور ویل ہو افتراء پرداز منکرین کے اوپر، میرے بندہ حبیب اور منتخب کردہ موسیٰ کی مدت پوری ہو جانے کے بعد (یاد رکھو) آٹھویں (امام) کو جھٹلانے والا میرے تمام اوصیاء کا منکر ہے اور علیؑ (رضاؑ) میرے ولی و ناصر ہیں اور وہی وہ ہیں جن کے کاندھوں پر میں نبوت (تبلیغ) کا بوجھ رکھوں گا اور غربت وطن سے ان کا امتحان لوں گا انھیں مستکبر عفریت (غرور میں ڈوبا ہوا دیو) قتل کرے گا اور وہ اس شہر میں دفن کئے جائیں گے جسے عبد صالح ذوالقرنین نے میری شریر مخلوقات کے پاس آباد کیا تھا میرے اوپر یہ حق ہے کہ میں ان کی آنکھوں کو ان کے بیٹے محمدؑ (تقیؑ) اور ان کے بعد ان کے خلیفہ کے ذریعہ خنکی عطا کروں کہ وہ میرے علم کے وارث، میری حکمت کے معدن، میرے راز کی منزل اور میری مخلوقات پر میری حجت ہیں اور میں نے جنت کو ان کا مقام قرار دیا ہے اور ان کو ان کے ستّر گھر والوں کا شفیع قرار دیا ہے جو سب کے سب جہنم کے حقدار ہیں، اور سعادت کو ان کے بیٹے علیؑ (نقیؑ) پر تمام کردوں گا جو میرے ولی، ناصر اور میری مخلوقات پر میری حجت ہیں اور میری وحی پر میرے امین ہیں، انھیں (کے صلب) سے میں اپنے راستہ کی طرف دعوت دینے والے اور اپنے علم کے خازن حسنؑ (عسکریؑ) کو پیدا

کروں گا.....۔(۱)

۱۵۔ شہزادی دوعالم نے فرمایا ہے: "أبوا هذه الامّة محمّد و عليّ يقيمان أودهم و ينقذانهم من العذاب الدائم إن أطاعوهما و يبيحانهم النعيم الدائم إن وافقوهما" حضرت محمدؐ و حضرت علیؑ اس امت کے دو باپ ہیں اگر امت والے ان دونوں کی اطاعت کریں گے تو یہ دونوں حضرات ان کو ان کی من پسند جگہ پر پہنچا دیں گے اور انھیں دائمی عذاب سے بچالیں گے اور اگر وہ لوگ ان دونوں سے وابستہ رہے تو وہ ان کے لئے دائمی نعمتوں کو مباح کر دیں گے۔(۲)

۱۶۔ جناب فاطمہؑ نے امیر المومنینؑ سے یہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے: "ايما رجل صنع إلى رجل من ولدي صنيعة فلم يكافئه عليها، فأنا المكافئ له عليها" جو شخص بھی میری اولاد میں کسی کے ساتھ کوئی ایسا سلوک کرے گا کہ وہ اس کا بدلہ نہیں دے سکے گا تو میں اسے اس کا بدلہ دونگا۔(۳)

۱۷۔ ہم سے احمد بن یحییٰ اودی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابونعیم صرار بن صرد نے، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے عبد الکریم ابو یعفور نے ان کا کہنا ہے کہ ہم سے جابر نے ابوالضحیٰ سے اور انہوں نے مسروق سے اور انہیں نے ام المومنین عائشہ سے حدیث بیان کی ہے کہ مجھ سے جناب فاطمہؑ نے یہ بیان کیا ہے کہ مجھ سے رسول اللہؐ نے یہ فرمایا تھا: "زوجک أعلم الناس علماً و أوّلهم سلماً، أفضلهم حلماً" "تمہارا شوہر سب سے بڑا عالم، سب سے پہلا مسلمان اور سب سے بڑا بردبار انسان ہے"۔

۱۸۔ شہزادی کائناتؑ نے فرمایا ہے: "و احمدوا الذي لعظمته و نوره يبتغي من في السماوات و الأرض إليه الوسيلة، و نحن وسيلته في خلقه، و نحن خاصّته و محل قدسه، و نحن حجّته في غيبه، و نحن ورثة أنبيائه" اور اس (ذات) کی حمد وثنا کرو کہ جس کی عظمت اور نور کے لئے آسمانوں اور زمین کی ہر مخلوق وسیلہ تلاش کرتی ہے اور ہم اس کی مخلوقات کے درمیان اس کا وسیلہ ہیں،

۱۔ کمال الدین وتمام النعمۃ ۳۰۸، ۳۱۱، ط، تہران۔

۲۔ بحار الانوار: ۹۶/۲۲۹۔ ۳۔ گذشتہ حوالہ۔

اور ہم ہی اس کے خاصان (درگاہ) اور اس کی تقدیس کی منزل ہیں اور ہم ہی اس کی غیبت میں اس کی حجت اور اس کے انبیاء کے وارث ہیں۔(۱)

۱۹۔جناب فاطمۂ صغریٰ نے امام حسینؑ سے اور آپ نے شہزادی کائناتؑ سے یہ روایت نقل کی ہے:"خرج علینا رسول اللہ (ص) فقال : إنّ اللہ عزّوجلّ باھی بکم ، فغفر لکم عامّة ، و غفر لعلیّ خاصّة، وإنّی رسول اللہ إلیکم غیر ھائب لقومی و محاب لقرابتی ، ھذا جبرئیل (ع) یخبرنی : انّ السّعید کلّ السعید حقّ السعید من أحبّ علیّاً فی حیاتی و بعد وفاتی" آپ فرماتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہؐ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ عزوجل تمہارے اوپر فخر و مباہات کرتا ہے اور اس نے تم سب کو بطور عموم اور علیؑ کو خاص طور پر بخش دیا ہے اور بیشک میں تمہارے لئے اللہ کا رسول ہوں اور میں نہ اپنی قوم سے ہیبت زدہ ہوتا ہوں اور نہ ہی قرابت داری کی محبتوں سے متاثر ہوتا ہوں، یہ جبرئیل (ہیں) انھوں نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ بیشک سعادت مند، مکمل سعادت منداور درحقیقت سعادت مند صرف وہی ہے جو میری زندگی میں اور میری وفات کے بعد علیؑ سے محبت رکھے۔(۲)

۲۰۔زینب بنت ابورافع نے نقل کیا ہے کہ جس بیماری میں رسول اللہؐ کی وفات ہوئی اسی کے دوران ایک دن جناب فاطمۂ زہراؑ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ساتھ رسول اللہؐ کے پاس آئیں اور ان سے یہ کہا:" یا رسول اللہ إنّ ھذین لم تورثھما شیئاً " یارسول اللہؐ آپ نے ان دونوں کو کوئی میراث نہیں دی ہے تو آنحضرتؐ نے فرمایا:"أما الحسن فلہ ھیبتی و سؤددي ، و أمّا الحسین فلہ جرأتی و جودي" حسنؑ کے لئے میری ہیبت اور سرداری اور حسینؑ کے لئے میری جرأت اور جود وسخا ہے۔(۳)

۲۱۔حضرت علیؑ نے جناب فاطمہؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ کہتی ہیں: مجھ سے رسول اللہؐ نے یہ فرمایا:" یا فاطمة من صلّی علیک غفر اللہ لہ و ألحقه بی حیث کنت من الجنة" اے فاطمہؑ جو شخص بھی

۱۔شرح نہج البلاغہ:۱۶/۲۱۱۔ ۲۔اسنی المطالب،مولفہ شمس الدین جزری/۷۰۔

۳۔اسد الغابہ:۵/۴۶۷،مناقب ابن شہر آشوب:۳/۳۹۶۔

تم پر صلوات بھیجے گا اللہ اسے معاف کردے گا اور میں جنت میں جہاں کہیں بھی رہوں گا اسے مجھ سے ملحق کردے گا۔(۱)

۲۲۔ جناب زینبؑ سے مروی ہے کہ شہزادی کائنات نے فرمایا ہے: ”کان دخل إلیّ رسول اللہ (ص) عند ولادتی الحسین (ع) ، فناولتہ إیّاہ فی خرقۃ صفراء فرمی بھا و أخذ خرقۃ بیضاء و لفّہ فیھا ثمّ قال: خذبہِ یا فاطمۃ ، فإنّہ إمام ابن إمام أبو الأئمّۃ التسعۃ ، من صلبہ أئمّۃ أبرار ، و التاسع قائمھم“ حسینؑ کی ولادت کے بعد رسول اللہ میرے پاس تشریف لائے، تو میں نے انھیں امام حسینؑ کو زرد کپڑے میں لپیٹ کر دیا تو آپ نے وہ کپڑا پھینک دیا اور سفید کپڑا لے کر انھیں اس میں لپیٹا، پھر فرمایا: اے فاطمہؑ اسے لے لو، کہ یہ امام، ابن امام اور نو اماموں کا باپ ہے، اس کے صلب سے نیک ائمہ پیدا ہوں گے اور نواں ان کا قائم ہوگا۔

۲۳۔ سہل بن سعد انصاری کہتے ہیں کہ میں نے جناب فاطمہؑ بنت رسولؐ سے ائمہؑ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ”کان رسول اللہ (ص) یقول لعلیّ (ع) : یا علیّ ! انت الإمام و الخلیفۃ بعدی، و أنت أولی بالمؤمنین من أنفسھم ، فإذا مضیت فابنک الحسن أولی بالمؤمنین من أنفسھم ، فإذا مضی الحسن فابنک الحسین أولی بالمؤمنین من أنفسھم ، فإذا مضی الحسین فابنہ علیّ بن الحسین أولی بالمؤمنین من أنفسھم ، فإذا مضی علیٌّ فابنہ محمد أولیٰ بالمؤمنین من أنفسھم ،فإذا مضی محمد فابنہ جعفر أولی بالمؤمنین من أنفسھم، فإذا مضی جعفر فابنہ موسیٰ أولی بالمؤمنین من أنفسھم ، فإذا مضی موسی فابنہ علیّ أولی بالمؤمنین من أنفسھم ، فإذا مضی علیّ فابنہ محمّد أولی بالمؤمنین من أنفسھم ، فإذامضی محمّد فابنہ علیّ أولی بالمؤمنین من أنفسھم ، فإذا مضی علیّ فابنہ الحسن أولی بالمؤمنین من أنفسھم ، فإذا مضی الحسن فالقائم

۱۔ کشف الغمہ: ۱/۴۷۲۔

المهديّ أولى بالمؤمنين من أنفسهم ، يفتح الله تعالى به مشارق الأرض و مغاربها، فهم أئمّة الحقّ و ألسنة الصدق، منصور من نصرهم ، مخذول من خذلهم“ رسول اللہؐ (حضرت) علیؑ سے فرمایا کرتے تھے: ”اے علیؑ میرے بعد تم امام اور خلیفہ ہو، اور تم مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ حق رکھتے (اولیٰ) ہو، جب تم (دنیا سے) چلے جاؤ گے تو تمہارا بیٹا حسنؑ مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ حقدار (اولیٰ) ہے اور جب حسنؑ (دنیا سے) چلے جائیں گے تو تمہارا بیٹا حسینؑ مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ حقدار (اولیٰ) ہے اور جب حسینؑ (دنیا سے) چلے جائیں تو ان کا فرزند علی بن الحسینؑ مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ حقدار (اولیٰ) ہے اور جب علیؑ (دنیا سے) چلے جائیں تو ان کا فرزند محمدؑ مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ حقدار (اولیٰ) ہے اور جب محمدؑ (دنیا سے) گذر جائیں تو ان کا فرزند جعفرؑ مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ حقدار (اولیٰ) ہے اور جب جعفرؑ (دنیا سے) گذر جائیں تو ان کا فرزند موسیٰؑ مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ حقدار (اولیٰ) ہے اور جب موسیٰؑ (دنیا سے) گذر جائیں تو ان کا فرزند علیؑ مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ حقدار (اولیٰ) ہے اور جب علیؑ (دنیا سے) گذر جائیں تو ان کا فرزند محمدؑ مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ حقدار (اولیٰ) ہے اور جب محمدؑ (دنیا سے) گذر جائیں تو ان کا فرزند علیؑ مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ حقدار (اولیٰ) ہے اور جب علیؑ (دنیا سے) گذر جائیں تو ان کا فرزند حسنؑ مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ حقدار (اولیٰ) ہے اور جب حسنؑ (دنیا سے) گذر جائیں تو ان کا فرزند مہدی قائمؑ مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ حقدار (اولیٰ) ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ زمین کے شرق و غرب کو فتح کرے گا، تو یہ سب ائمہ حق اور صداقت کی زبان ہیں، جو ان کی مدد کرے گا وہ مدد یافتہ ہے اور جو ان کو چھوڑے گا وہ مدد سے محروم ہے۔(۱)

۱۔ کفایۃ الاثر: ۱۹۳ و ۲۰۰۔

۳۔ شریعت اسلامیہ کا فلسفہ اور اس کے اصول و مصادر

ا۔ سقیفہ کے تلخ واقعہ کے بعد جب آپ نے خلیفۂ اول کی مخالفت میں خطبہ دیا تو اس میں صحابہ سے خطاب کر کے یہ ارشاد فرمایا: ''أنتم عباد الله نصب أمره، و نهيه، و حملة دينه و وحيه و أُمناء الله على أنفسكم، و بلغاؤه إلى الامم، زعيم حق له فيكم، و عهد قدّمه إليكم، و بقيّة استخلفها عليكم، كتاب الله الناطق، و القرآن الصادق، و النور الساطع، و الضياء اللامع، بيّنة بصائره، منكشفة سرائره، منجلية ظواهره، مغتبطة به أشياعه، قائداً إلى الرضوان اتّباعه، مؤدّ إلى النّجاة استماعُه، به تنال حجج الله المنوّره، و عزائمه المفسّرة، و محارمه المحذّرة، و بيّناته الجالية، و براهينه الكافية، و فضائله المندوبة، و رخصه الموهوبة، و شرائعه المكتوبة.''(۱)

۲۔ اسی خطبہ میں آپ نے فلسفۂ شریعت پر اس طرح روشنی ڈالی: ''جعل الله الإيمان تطهيراً لكم من الشرك، و الصلاة تنزيهاً لكم عن الكبر، و الزكاة تزكية للنفس، و نماء فى الرزق، و الصيّام تثبيتاً للإخلاص، و الحجّ تشييداً للدين، و العدل: تنسيقاً للقلوب، و طاعتنا نظاماً للملّة، و امامتنا أماناً من الفرقة و الجهاد عزّاً للإسلام، و الصبّر معونةً على استيجاب الأجر، و الأمر بالمعروف مصلحة للعامّة، و برّ الوالدين وقاية من السخط، وصلة الأرحام منسأة فى العمر و منماة للعدد، و القصاص حقناً للدماء و الوفاء بالنذر تعريضاً للمغفرة، و توفية المكائيل و الموازين تغييراً للبخس، و النهى عن شرب الخمر تنزيهاً عن الرجس، و اجتناب القذف حجاباً عن اللعنة، وترك السرقة إيجاباً للعفّة، و حرّم الله الشرك إخلاصاً له بالربوبيّة''۔(۲)

ا۔ اس کا ترجمہ صفحہ ۱۵۶ پر پہلے گذر چکا ہے۔

۲۔ اس کا ترجمہ صفحہ ۱۵۶ پر پہلے گذر چکا ہے۔

۳۔ہم سے احمد بن یحییٰ صوفی نے یہ بیان کیا ہے کہ عبدالرحمن بن دیس الملائی نے بیان کیا ہے کہ بشیر بن زیاد جزری نے عبداللہ بن حسنؑ سے اور انھوں نے اپنی والدۂ گرامی فاطمہ بنت حسینؑ سے اور انھوں نے شہزادی کائناتؑ سے یہ نقل کیا ہے:"قال النبيّ (ص) : إذا مرض العبد أوحى الله إلى ملائكته أن ارفعوا عن عبدي القلم ما دام في وثاقي ، فإنّي أنا حبسته، حتّى أقبضه أو اخلّي سبيله" رسول اللہؐ نے فرمایا ہے جب کوئی بندہ مریض ہوتا ہے تو پروردگار عالم اپنے ملائکہ کے اوپر یہ وحی کرتا ہے کہ جب تک میرا بندہ میری ضمانت میں ہے اس سے قلم اٹھالو، کہ میں نے اسے محبوس کیا ہے، یہاں تک کہ میں اس کی روح قبض کرلوں یا اسے آزاد چھوڑ دوں۔

وہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کے کسی فرزند سے اس کا تذکرہ کیا تو اس نے کہا: میرے بابا کہا کرتے تھے: اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ کی طرف یہ وحی فرمائی ہے: میرے بندہ کے لئے اسی عمل کا ثواب لکھ دو جسے وہ صحت و تندرستی کے زمانہ میں انجام دیتا تھا۔

۴۔حضرت علیؑ نے جناب فاطمہؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ کا بیان ہے کہ مجھ سے رسول اللہؐ نے یہ فرمایا ہے:"قال لي رسول الله (ص) : يا حبيبة أبيها كل مسكر حرام ، و كلّ مسكر خمر" اے اپنے بابا کی چہیتی (بیٹی) ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور ہر نشہ آور (چیز) شراب ہے۔(۱)

۵۔سلیمان بن ابوسلیمان اپنی والدہ ام سلیمان سے نقل کرتے ہیں: وہ کہتی ہیں میں پیغمبر اکرم کی زوجہ عائشہ کے پاس گئی اور ان سے قربانیوں کے گوشت کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ نے پہلے اس سے منع کیا تھا اور بعد میں اس کے کھانے کی اجازت دے دی تھی۔

علی بن ابی طالبؑ کسی سفر سے واپس آئے تو فاطمہؑ نے ان کے سامنے اپنی کی ہوئی قربانی کا گوشت پیش کیا تو انھوں نے کہا: "أولم ينه عنها رسول الله (ص)؟" کیا رسول اللہ نے اس سے منع نہیں فرمایا ہے تو شہزادیؑ نے کہا:"إنّه قد رخّص فيها" آنحضرتؐ نے اس کی اجازت دے دی ہے" عائشہ کہتی ہیں:

۱۔دلائل الامامۃ،ص ۳

"فدخل عليّ على رسول الله (ص) فسأله عن ذلك ، فقال له : كلها من ذى الحجّة إلى ذى الحجّة" تب علیؑ، رسول اللہؐ کے پاس گئے اور آپ سے اس کا حکم دریافت کیا تو آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا: اسے ذی الحجہ سے ذی الحجہ (پورے سال) تک کھاؤ۔(۱)

۶۔ شہزادی کائناتؑ نے اپنے بابا حضرت محمد مصطفیؐ سے یہ دریافت کیا: اے بابا جو بھی نماز کو حقیر (سبک) سمجھے چاہے وہ مرد ہو یا عورت اس کے لئے کیا حکم ہے؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا: "يا فاطمة من تهاون بصلاته من الرجال و النساء ابتلاه الله بخمس عشرة خصلة : ستّ منها فى دار الدنيا، و ثلاث عند موته، و ثلاث فى قبره، و ثلاث فى القيامة إذا خرج من قبره. أمّا اللّواتى تصيبه فى دار الدّنيا: فالاولى يرفع الله البركة من عمره ، و يرفع الله البركة من رزقه ،ويمحو الله عزّوجلّ سيماء الصالحين من وجهه، و كلّ عمل يعمله لا يؤجر عليه، و لا يرتفع دعاؤه إلى السماء و السادسة ليس له حظّ فى دعاء الصالحين.

و أمّا اللواتى تصيبه عند موته: فأوّلهنّ أنه يموت ذليلاً ، و الثانية يموت جائعاً، و الثالثة يموت عطشاً ، فلو سقى من أنهار الدنيا لم يرو عطشه.

و أمّا اللواتى تصيبه فى قبره : فأوّلهنّ يوكّل الله به ملكاً يزعجه فى قبره ، و الثانية يضيّق عليه قبره، و الثالثة تكون الظلمة فى قبره. و أمّا اللواتى تصيبه يوم القيامة إذا القيامة إذا خرج من قبره: فأوّلهنّ أن يوكّل الله به ملكاً يسحبه على وجهه و الخلائق ينظرون إليه، و الثانية يحاسب حساباً شديداً ، و الثالثة لا ينظر الله إليه و لا يزكّيه و له عذاب أليم"

اے فاطمہ جو بھی نماز کو حقیر سمجھے گا (چاہے وہ مرد ہو یا عورت) اسے اللہ پندرہ مصیبتوں میں مبتلا کر دے گا، ان میں سے چھ دنیاوی ہیں، تین موت کے وقت، تین قبر میں اور تین قیامت کے دن (اس وقت) جب وہ قبر سے باہر نکلے گا۔

۱۔ اہل سنت توفیق ابو علم/۱۲۹، مسند احمد:۲۸۳/۶۔

دنیاوی مصیبتیں یہ ہیں: اللہ اس کی عمر سے برکت اٹھا لے گا، اور اللہ اس کے رزق سے برکت ختم کردے گا، اللہ اس کے چہرہ سے صالحین کے نقوش (اوصاف) محو کردے گا، وہ جو عمل بھی کرے گا اسے اس کا اجر نہیں ملے گا، اس کی دعا آسمان تک نہیں پہنچے گی اور چھٹے یہ کہ صالحین کی دعا میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

اور موت کے وقت کی مصیبتیں یہ ہیں: پہلی یہ کہ ذلیل مرے گا دوسری یہ کہ بھوکا مرے گا اور تیسری یہ کہ وہ پیاسا مرے گا، اور اگر اسے دنیا کی تمام نہروں کا پانی بھی پلا دیا جائے گا تب بھی اس کی پیاس نہیں بجھے گی۔

قبر کے اندر والی مصیبتیں یہ ہیں: پہلے اللہ تعالیٰ اس کے اوپر ایسا فرشتہ معین کردے گا جو اسے اس کی قبر میں ٹیڑھا کردے گا دوسرے یہ کہ اس کے اوپر اس کی قبر تنگ ہو جائے گی، اور تیسرے یہ کہ اس کی قبر میں اندھیرا رہے گا۔

روز قیامت قبر سے نکلنے کے بعد کی مصیبتیں یہ ہیں: پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے اوپر ایسا فرشتہ مقرر کردے گا جو تمام مخلوقات کی نظروں کے سامنے اسے منہ کے بھل گھسیٹتا ہوا لائے گا، دوسری یہ کہ اس کا حساب سخت ہوگا اور تیسری یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر نہیں کرے گا اسے پاکیزہ قرار نہیں دے گا، اور اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔(۱)

۴۔ اخلاقیات اور سلوک

۱۔ امام حسینؑ نے اپنی والدۂ گرامی سے روایت کی ہے کہ آپ فرماتی ہیں: "قال لی رسول اللہ (ص): ایاک و البخل، فإنہ عاھة لا تکون فی کریم. إیّاک و البخل فإنّہ شجرة فی النار، أغصانھا فی الدنیا، فمن تعلّق بغصن من أغصانھا أدخلہ النار. و علیک بالسخاء، فإنّ

۱۔ سفینۃ البحار: ۲/۴۳۔

السخاء شجرة من شجر الجنّة ، أغصانها متدلّية إلى الأرض ، فمن أخذ منها غصناً قادة ذلك الغصن إلى الجنّة" مجھ سے رسول اللہؐ نے یہ فرمایا ہے: تم بخل (کنجوسی) سے دور رہنا کیونکہ یہ ایک ایسی آفت ہے جو کسی کریم (شریف النفس) انسان کے اندر نہیں پائی جاتی، تم کنجوسی سے دور رہنا کیونکہ یہ جہنم کا ایک درخت ہے جس کی شاخیں دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں، لہٰذا جو شخص بھی اس کی کسی بھی شاخ پر لٹک جائے گا تو خداوند عالم اسے جہنم میں ڈال دے گا، اور تمہارے لئے سخاوت ضروری ہے کیونکہ سخاوت جنت کے درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کی شاخیں زمین تک لٹکی (پھیلی) ہوئی ہیں چنانچہ جو بھی ان میں سے ایک شاخ کو پکڑ لے گا وہ شاخ اسے جنت میں پہنچا دے گی۔(۱)

۲۔ جناب فاطمہ زہرا بنت رسول اکرمؐ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے: "شرار امّتی الّذین غذّوا بالنعيم ،الّذين يأكلون ألوان الطعام ، و يلبسون ألوان الثياب ، و يتشدّقون فی الكلام" میری امت کے برے لوگ وہ ہیں جو نعمتوں میں پلے بڑھے ہیں، رنگ برنگے کھانے کھاتے ہیں اور رنگ برنگے کپڑے پہنتے ہیں اور بولتے وقت کسی طرح کی احتیاط نہیں کرتے ہیں۔(۲)

۳۔ جناب فاطمہ بنت امام حسینؑ نے اپنی جدۂ ماجدۂ جناب فاطمہ زہرا سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مسجد میں داخل ہوتے تھے تو صل علی محمد وسلم کہنے کے بعد یہ کہتے تھے: "اللّهمّ اغفرلی ذنوبی، و افتح لی أبواب رحمتک" بارالٰہا میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے" اور جب مسجد سے باہر نکلتے تھے تب بھی صل علی محمد وسلم کہنے کے بعد یہ کہتے تھے: "اللّهم اغفر لی ذنوبی، و افتح لی أبواب فضلک" بارالٰہا میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے"۔(۳)

۱۔ اہل البیت لتوفیق ابوعلم: ۱۳۰ و ۱۳۱۔

۲۔ گذشتہ حوالہ: ۱۳۱۔

۳۔ اہل البیت لتوفیق ابوعلم ۱۲۹ و ۱۳۱۔

۴۔آپ فرماتی ہیں: "البشر فی وجه المؤمن یوجب لصاحبه الجنّة ، و البشر فی وجه المعاند المعادی یقی صاحبه عذاب النار" مومن کے چہرہ کی شادابی اس کے لئے جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے اور بے دین دشمن کے چہرہ کی شادابی و بشاشت اسے (مسکرانے والے کو) عذاب جہنم سے بچالیتی ہے۔(۱)

۵۔جناب زید بن علیؑ نے اپنے آبائے کرام کے واسطہ سے جناب فاطمہ زہراؑ سے روایت کی ہے کہ آپ فرماتی ہیں: "سمعت النبیّ (ص) یقول: إنّ فی الجمعة لساعة لا یوافقها رجل مسلم یسأل الله عزّ و جلّ فیها خیراً إلّا أعطاه . قالت : فقلت : یا رسول اللهؐ أیّ ساعة هی ؟ قال : إذا تدلّی نصف عین الشمس للغروب . قال : و کانت فاطمة تقول لغلامها: اصعد علی السطح ، فإن رأیت نصف عین الشمس قد تدلّی للغروب فأعلمنی حتّی أدعو." میں نے خود سنا ہے کہ نبی اکرمؐ یہ فرمایا کرتے تھے جمعہ کے دن ایک ایسا وقت بھی ہوتا ہے کہ جس میں جو کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ سے جس خیر کا بھی سوال کرے گا وہ اسے ضرور عطا کرتا ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ سے دریافت کیا کہ وہ وقت کون سا ہے؟ تو آپ نے فرمایا جب سورج کی آدھی ٹکیا غروب ہو جائے آپ کہتے ہیں کہ شہزادی کائنات اپنے غلام کو حکم دیتی تھیں کہ چھت کے اوپر چلے جاؤ اور جب تم یہ دیکھنا کہ سورج کی آدھی ٹکیا غروب ہو چکی ہے تو مجھے بتا دینا تاکہ میں دعا کر سکوں۔(۲)

۶۔ابن حمّاد انصاری دولابی (متوفی ۳۱۰ھ) کہتے ہیں کہ ہم سے ابو جعفر محمد بن عوف بن سفیان طائی حمصی نے بیان کیا ہے (وہ کہتے ہیں) ہم سے موسی بن ایوب نصیبی نے نقل کیا ہے (وہ کہتے ہیں) ہم سے محمد بن شعیب نے بیان کیا ہے اور انہوں نے صدقہ مولی عبد الرحمن بن ولید کے واسطہ سے امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: میں اپنے جد بزرگوار حضرت امام حسین بن علیؑ کے ساتھ ان کی زمین کی طرف پیدل

۱۔تفسیر امام ۳۵۴، دوسرے فقرہ کا مطلب یہ ہے کہ تقیہ کی بنا پر ناصبیوں کی خاطر مدارات کرنا۔

۲۔دلائل الامامۃ ۵۔

جا رہا تھا، کہ نعمان بن بشیر جو اپنے خچر پر سوار تھے وہ ہمارے پاس پہنچے اور خچر سے نیچے اتر کر امام حسینؑ سے کہا: اے ابا عبداللہ آپ سوار ہو جائیں تو آپ نے انکار کر دیا، تو وہ اس وقت تک آپ کو قسم دیتے رہے جب تک آپ نے یہ نہیں کہا: تم مجھ سے اس چیز کا مطالبہ کر رہے ہو جو مجھے پسند نہیں ہے لیکن میں تم سے ایک حدیث بیان کر دوں جو مجھ سے میری والدۂ گرامی نے نقل کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے: ''الرجل أحقّ بصدر دابّته و فراشه و الصلاة فی بیته، إلّا إماماً یجمع الناس'' مرد اپنی سواری پر آگے سوار ہونے اور اپنے بستر اور اپنے گھر میں نماز پڑھنے کا زیادہ حقدار ہوتا ہے مگر یہ کہ وہ امام جماعت ہو جو لوگوں کو نماز پڑھائے لہٰذا تم آگے سوار ہو جاؤ (اور میں تمہارے پیچھے بیٹھوں گا) تو نعمان نے کہا: واقعاً شہزادی نے سچ فرمایا ہے میرے والد جب کہ مدینہ کے ایک محلّہ میں تھے انہوں نے مجھ سے پیغمبر اکرمؐ کی یہ حدیث بیان کی تھی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے: مگر یہ کہ وہ اجازت دے دے'' چنانچہ جب نعمان نے آپ کے سامنے یہ حدیث بیان کی تو امام حسینؑ (نعمان کی خاطر) زین کے اوپر سوار ہو گئے اور نعمان زین کے پیچھے بیٹھ گئے۔(۱)

۷۔ ہم سے احمد بن یحییٰ اودی نے یہ روایت بیان کہ ہے کہ ہم سے جبارہ بن مغلّس اور ان سے عبید بن وسیم نے حسین بن الحسن کے ذریعہ ان کی والدہ فاطمہ بنت حسن سے اور انہوں نے اپنے والد کے ذریعہ جناب فاطمہ زہراؑ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے: لا یلومنّ إلّا نفسه من بات و فی یده غمر. وہ اپنے علاوہ کسی اور کی ملامت نہ کرے کہ جو رات میں سو جائے اور اس کے ہاتھ میں چکنائی لگی ہوئی ہو۔

۸۔ احمد بن یحییٰ صوفی، عبدالرحمٰن بن دبیس، بشیر بن زیاد، عبداللہ بن حسن اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ جناب فاطمہ زہراؑ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ہے: ''ما التقی جندان ظالمان إلّا تخلّی الله عنهما، فلم یبال أیّهما غلب، و ما التقی جندان ظالمان إلّا کانت الدائرة علی

۱۔ فاطمۃ الزہرا، بہجۃ المصطفیٰ ۳۰۱ میں اس کو دولابی سے روایت کیا ہے۔

أعتـاهـمـا." جب کبھی بھی دوظالم لشکروں کے درمیان ٹکراؤ ہوتا ہے تو خداوند عالم ان دونوں سے اپنا ہاتھ کھینچ لیتا ہے، اور اسے اس کی کوئی پرواہ نہیں رہتی کہ ان میں سے کون غلبہ پائے گا۔ اور دوظالم لشکروں میں ٹکراؤ نہیں ہوتا مگر یہ کہ ان میں شکست اسی کی ہوتی ہے جو ان میں زیادہ سرکش ہوتا ہے۔

۹۔ عورتوں کے لئے سب سے بہترین چیز کے بارے میں آپ نے یہ فرمایا ہے: "خیـر لهـنّ ألّا یـرین الرجال و لا یرونهن" ان کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ مردوں کو نہ دیکھیں اور مرد انھیں نہ دیکھیں۔ (۱)

۱۰۔ امام جعفر صادقؑ اپنے والد گرامی امام محمد باقرؑ سے اور آپ، اپنے والد گرامی امام زین العابدینؑ سے اور وہ اپنے والد گرامی امام حسینؑ سے اور وہ جناب فاطمہؑ سے نقل کرتے ہیں کہ شہزادی کائناتؑ نے فرمایا ہے: جب پیغمبرؐ کے اوپر یہ آیت: "لا تـجـعـلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً" "پیغمبرؐ کو اپنے درمیان اس طرح نہ پکارا کرو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو" نازل ہوئی۔ (سورہ نور ۶۳/) آپ فرماتی ہیں: "فتهیّبت الـنبیّ (ص) أن أقول له: یا أبه، فجعلت أقول له: یا رسول الله، فـأقـبـل عـلـیّ فـقال لی: یا بنیّة لم تنزل فیک و لا أهلک من قبل، أنت منّی و أنا منک، و إنّما نزلت فی أهل الجفاء و البذخ و الکبر، قولی: یا أبه، فإنّه أحبّ للقلب و أرضـی لـلـربّ ثمّ قبّل النبیّ (ص) جبهتی، مسحنی بریقه، فما احتجت إلی طیب بعده" تو مجھے پیغمبر اکرمؐ کو اے بابا کہہ کر پکارنے میں ہچکچاہٹ محسوس ہوئی تو میں نے آنحضرتؐ کو "یا رسول اللہؐ" کہہ کر پکارنا شروع کر دیا: تو آپ میرے یہاں تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا: اے بیٹی یہ آیت تمہارے اور تمہارے گھر والوں کے بارے میں نازل نہیں ہوئی ہے، تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں بلکہ یہ آیت تو سر پھرے اور متکبروں کے لئے نازل ہوئی ہے لہٰذا تم مجھے اے بابا ہی کہا کرو کیونکہ یہی میرے دل کو بھلی لگتی ہوتا ہے اور خدا اسی سے زیادہ خوش ہوتا ہے پھر نبی اکرم نے میری پیشانی کا بوسہ لیا اور اپنے لعاب دہن سے مجھ معطر فرمایا، جس کے بعد مجھے کسی خوشبو کی ضرورت نہیں ہوئی۔ (۲)

۱۔ حلیۃ الاولیاء: ۴۰/۲۔ ۲۔ مناقب ابن شہر آشوب: ۳۲۰/۳۔

۱۱۔ شہزادی دوعالم فرماتی ہیں: ''من أصعد إلى الله خالص عبادته؛ أهبط الله إليه أفضل مصلحته'' جوشخص خداوند عالم کی بارگاہ میں اپنی خالص عبادتیں پیش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے اپنی سب سے افضل مصلحت نازل فرمائے گا۔(۱)

۱۲۔ لیث بن ابوسلیم عبد اللہ بن حسن سے اور وہ اپنی والدہ جناب فاطمہ بنت حسینؑ سے اور وہ اپنے والدگرامی سے اور انھوں نے اپنی والدۂ گرامی جناب فاطمہؑ سے یہ روایت کی ہے: ''خياركم ألينكم مناكب، و أكرمهم لنسائهم'' تمہارے درمیان سب سے زیادہ نیک وہ ہے جس کے کندھے نرم ہوں اور وہ اپنی عورتوں کے لئے زیادہ سے زیادہ کریم النفس ہو۔(۲)

۱۳۔ آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب سے یہ سوال کیا کہ عورت کیا ہے؟ تو انھوں نے کہا: حیاء کی بناپر پوشیدہ رکھی جانے والی چیز پھر آپ نے پوچھا: وہ اپنے رب سے کس وقت سب سے زیادہ قریب ہوتی ہے؟ تو انہیں اس کا جواب معلوم نہیں تھا۔ مگر جب شہزادی کائناتؑ نے یہ سوال سنا تو فرمایا: ''أدنى ما تكون من ربّها أن تلزم قعر بيتها، فقال رسول الله (ص) : '' إنّ فاطمة بضعة منّي'' جب وہ اپنے گھر کے اندر بیٹھی ہو تو اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب ہوتی ہے تو رسول اللہؐ نے فرمایا: بیشک فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے۔(۳)

۱۴۔ شہزادی سے ایک طولانی حدیث میں منقول ہے، آپ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسولؐ سلمان کو میری سادگی پر تعجب ہے، قسم ہے اس پروردگار کی کہ جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا پانچ سال ہو گئے کہ ہمارے پاس بھیڑ کی کھال کا ایک فرش ہے، کہ دن میں جس پر ہمارے اونٹ چارہ کھاتے ہیں اور رات میں ہم اس کے اوپر سوتے ہیں، اور ہمارا تکیہ چمڑے کا ہے کہ جس کو لیف خرما سے پُر کیا گیا ہے۔

۱۔ بحار الانوار: ۱۸۴/۱۷۔

۲۔ فاطمہ زہرا بہجۃ قلب المصطفیٰ: ۲۷۳/۱؛ بعض کتب میں یہ روایت پیغمبر اکرم سے بھی مروی ہے۔

۳۔ بحار الانوار ۹۲/۴۳۔

۱۵۔امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے:''إنّ فاطمة بنت رسول الله (ص) استأذن عليها أعمى فحجبته، فقال لها النبيّ (ص) لم محجبته و هو لا يراک ؟ فقالت : يا رسول الله إن لم يكن يراني فأنا أراه ، و هو يشمّ الريح ، فقال النبيّ(ص) : أشهد أنّک بضعة منّي'' ایک روز ایک نابینا نے آپ سے گھر میں آنے کی اجازت مانگی تو آپ نے اس سے پردہ کرلیا تو نبی اکرمؐ نے فرمایا: تم نے اس سے کیوں پردہ کیا ہے؟ جب کہ وہ تمہیں دیکھ نہیں سکتا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: اے اللہ کے رسولؐ اگر وہ مجھے نہیں دیکھ سکتا ہے تو میں تو اسے دیکھ سکتی ہوں اور وہ خوشبو تو محسوس کرتا ہے تو نبی اکرمؐ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک تم میرا ٹکڑا ہو۔(۱)

۱۶۔ہم سے یزید بن سنان، حسن بن علی واسطی، بشیر بن میمون واسطی، عبداللہ بن حسنؑ بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ نے حدیث بیان کی ہے کہ وہ کہتے ہیں:''حدّثتني امّي فاطمة بنت الحسين عن فاطمة الكبرى بنت محمّد: إنّ رسول الله (ص) كان يعوّذ الحسن و الحسين و يعلّمهما هؤلاء الكلمات كما يعلّمهما السورة من القرآن ، يقول: '' مجھ سے میری والدۂ گرامی فاطمہ بنت حسینؑ نے جناب فاطمہ زہراؑ سے یہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ ان کلمات ''أعوذ بكلمات الله التامّة من شرّ كلّ شيطان وهامّة ، و من كلّ عين لامّة''(۲)

میں اللہ کے مکمل کلمات کے ذریعہ ہر شیطان، طعنہ زن اور ہر نگاہ بد سے پناہ مانگتا ہوں۔

۱۷۔شہزادی کائناتؑ فرماتی ہیں:'' دخل عليّ رسول الله (ص) و قد افترشت فراشي للنوم ، فقال : يا فاطمة لا تنامي إلاّ و قد عملت أربعة : ختمت القرآن، و جعلت الأنبياء شفعائک ، و أرضيت المؤمنين عن نفسک ، و حججت و اعتمرت. قال هذا و أخذ

۱۔ملحقات احقاق الحق:۱۰/۲۵۸۔

۲۔الذریعۃ الطاہرہ مولفہ ابن حماد انصاری دولابی:۱۴۹،طبعہ جامعۃ المدرسین، قم۔کے ذریعہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا تعویذ کرتے تھے اور ان دونوں کو ان کلمات کی اسی طرح تعلیم دیتے تھے جیسے ان کو قرآن کا کوئی سورہ تعلیم دیا کرتے تھے۔

فی الصلاۃ ، فصبرت حتّی أتمّ صلاته، قلت : یا رسول الله إنّک أمرت بأربعة لا أقدر علیهافی هذا الحال! فتبسّم (ص) [و قال]: إذا قرأت ﴿قل هو الله أحد﴾ ثلاث مرّات فکأنّک ختمت القرآن ، و إذا صلّیت علیّ و علی الأنبیاء قبلی کنّا شفعاء ک یوم القیامة ، و إذا استغفرت للمؤمنین رضوا کلّهم عنک ، و إذا قلت: سبحان الله و الحمد الله و لا اله إلّا الله و الله أکبر ،فقد حججت و اعتمرت"ایک روز جب رسول اللہؐ ہمارے گھر تشریف لائے تو میں سونے کے لئے اپنا بستر بچھا چکی تھی ،آپ نے فرمایا: اے فاطمہؑ اس وقت تک نہ سونا جب تک یہ چار عمل انجام نہ دے لینا ،قرآن ختم کرلو، انبیاء کو اپنا شفیع بنالو، مومنین کو اپنے سے خوش کرلو اور حج وعمرہ کرلو، آپ نے اتنا کہا اور نماز شروع کردی میں یونہی منتظر رہی یہاں تک کہ آپ نے نماز تمام کردی میں نے عرض کی: یارسول اللہؐ آپ نے مجھے ایسی چار چیزوں کا حکم دیا ہے جو فی الحال میرے لئے ممکن نہیں ہیں تو آپ مسکرائے (اور فرمایا) جب تم تین بار قل ھواللہ بڑھ لوگی تو گویا تم نے قرآن ختم کرلیا ہے اور جب تم میرے اور تمام انبیاء کے اوپر صلوات بھیجوگی تو ہم روز قیامت تمہاری شفاعت کریں گے، اور جب تم مومنین کے لئے استغفار کروگی تو وہ سب تم سے راضی ہوجائیں گے اور جب تم "سبحان اللّه و الحمد للّه و لا اله الا اللّه و اللّه اکبر" کہہ لوگی تو گویا تم نے حج اور عمرہ کرلیا ہے۔(۱)

۱۸۔ایک مفصل حدیث میں ہے کہ ایک دن شہزادی نے پیغمبر اکرمؐ سے کہا:" یا أبت فدیتک ما الّذی أبکاک؟ اے بابا میں آپ پر قربان جاؤں، آپ کیوں رو رہے ہیں تو آنحضرتؐ نے آپ کے سامنے یہ دونوں آیتیں بیان کردیں جنہیں کچھ دیر پہلے جبرئیل امین لے کر نازل ہوئے تھے ﴿ و إنّ جهنّم لموعدهم أجمعین لها سبعة أبواب لکلّ باب منهم جزء مقسوم ﴾ اور بیشک جہنم ان سب کی وعدہ گاہ (مقام) ہے اس کے سات دروازے ہیں ان میں سے ہر دروازہ کا ایک طے شدہ (تقسیم شدہ) حصہ ہے تو شہزادی کائناتؑ یہ کہتی ہوئی منہ کے بل گر پڑیں:" الویل ثمّ الویل لمن دخل النار" ویل پر ویل ہے اس کے لئے جو جہنم میں جائے گا۔(۲)

۱۔خلاصۃ الاذکار/۷۰۔ ۲۔بحار الانوار:۳۰۳/۸۔

۵۔حکومت وسیاست اور تاریخ:

ا۔ہم نے آپ کے جو دو خطبے پہلے نقل کئے ہیں ان سے پیغمبر اکرمؐ کے لائے ہوئے انقلاب، اس کا مستقبل، بعثت سے پہلے موجود جاہلیت، اسلامی قیادت میں آئندہ رونما ہونے والے انحرافات کے بارے میں آپ کی وسعت نظر اور بلندی فکر کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

لہٰذا ایک بار مزید غور وفکر کے ساتھ مذکورہ دونوں خطبے ملاحظہ فرمائیں اور ان کا مطالعہ کریں۔

۲۔غیب سے متعلق خبریں: جناب فاطمہ صغری بنت امام حسینؑ رضی اللہ عنہما نے اپنے والد کے ذریعہ اپنی جدۂ ماجدہ جناب فاطمہ زہراؑ سے یہ روایت نقل کی ہے وہ کہتی ہیں کہ مجھ سے رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے: ''قال لی رسول الله (ص): يدفن من ولدی سبعة بشاطئ الفرات ، لم يبلغهم الأوّلون، و لم يدركهم الآخرون'' میری اولاد میں سے سات لوگ فرات کے کنارے دفن ہوں گے جن تک نہ اولین پہنچ پائیں گے اور نہ ہی ان تک آخرین کی رسائی ہوگی۔(۱)

۳۔ام المومنین عائشہ کہتی ہیں: ایک روز فاطمہؑ بالکل پیغمبر اکرمؐ کے انداز میں چلتی ہوئی پیغمبرؐ کے پاس آئیں تو آپ نے فرمایا: اے میری بیٹی مرحبا پھر آپ نے ان کو اپنے داہنی یا بائیں طرف بٹھالیا۔ پھر آہستہ سے ان سے کچھ کہا جس سے وہ رونے لگیں، میں نے ان سے کہا پیغمبرؐ نے تو تم سے خصوصی انداز میں گفتگو کی ہے اور پھر تم رو رہی ہو، پھر پیغمبرؐ نے ان سے آہستہ سے کچھ اور کہا تو وہ ہنسنے لگیں تو میں نے کہا: میں نے آج تک غم سے اتنی نزدیک خوشی نہیں دیکھی (اس طرح روتے ہوئے کو ہنستا ہوا نہیں دیکھا) پھر میں نے ان سے دریافت کیا کہ پیغمبر اکرمؐ نے کیا فرمایا تھا؟ ''ما كنت لأفشی سرّ رسول الله (ص) حتیٰ إذا قُبض النبی (ص) سألتها فقالت :إنه أسرّ إلیّ فقال: إنّ جبرئيل (ع) كان يعارضنی بالقرآن فی كل عام مرة وإنّه عارضنی به العام مرّتين، ولا أراه إلّا قد حضر أجلی

ا۔بحار الانوار ۸/۱۳۱۔

إنّک أوّل أهل بیتی لحوقاً بی و نعم السلف أنا لکِ، فبکیت لذالک ثم قال: الا ترضین أن تکونی سیّدة نساء هذا الامة او نساء المومنین (۱) ؟ فضحکتُ" تو انھوں نے کہا میں رسول اللہؐ کا راز فاش نہیں کر سکتی، یہاں تک کہ: جب آنحضرتؐ کی وفات ہوگئی تو میں نے ان سے پھر دریافت کیا: تو انہوں نے فرمایا: آنحضرتؐ نے خاموشی سے مجھ سے یہ کہا تھا کہ جبرئیل امین ہر سال ایک بار مجھ سے قرآن مجید (کانسخہ) ملایا کرتے تھے جب کہ انہوں نے اس سال دو بار یہی عمل انجام دیا ہے جس سے میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ میری موت نزدیک آ چکی ہے یہ سن کر میں رو پڑی تھی پھر آپ نے مجھ سے یہ فرمایا: تم میرے اہل بیتؑ میں سب سے پہلے مجھ سے ملحق ہو گی اور میں تمہارے لئے بہترین سلف (گذرا ہوا) ہوں، کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم اس امت کی تمام عورتوں کی یا تمام مومنہ عورتوں سردار ہو یہ سن کر مجھے ہنسی آ گئی تھی۔ (۲)

۴۔ عروہ بن زبیر نے ام المومنین عائشہ سے روایت کی ہے وہ کہتی ہیں کہ جب رسول اللہؐ مریض ہوئے تو آپ نے اپنی بیٹی فاطمہ کو بلایا اور ان سے آہستہ سے کچھ کہا تو وہ رونے لگیں، پھر چپکے سے کچھ اور کہا تو وہ ہسنے لگیں، تو میں نے ان سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا: "أمّا حین بکیت أخبرنی أنّه میّت، فبکیت، ثمّ أخبرنی أنّی أوّل أهله لحوقاًبه فضحکت." جب میں روئی تھی تو اس وقت آپ نے یہ فرمایا تھا کہ میری وفات نزدیک ہے تو میں رو پڑی تھی، پھر آپ نے مجھے بتایا کہ میرے اہل بیتؑ میں سب سے پہلے تم مجھ سے ملحق ہو گی تو یہ سن کر میں ہنس پڑی۔ (۳)

آپ کی دعاؤں کے بعض نمونے

جب رات ہو جاتی تھی تو شہزادیؑ دو عالم محراب عبادت میں کھڑی ہو جاتی تھیں اور دنیا و مافیہا سے قطع تعلق کر کے صرف اپنے پروردگار سے رابطہ قائم کر لیتی تھیں اور رات بھر نماز و تہجد اور اللہ سے راز و نیاز کرتی

۱۔ ظاہراً یہ شک اور تردید عائشہ کی جانب سے ہے۔

۲۔ مسند احمد ۲۸۲/۶۔ ۳۔ گذشتہ حوالہ ۲۸۳۔

تھیں اور ہر ایک سے امید منقطع کر کے خوف وخشیت کی حالت میں خدا سے یہ دعا کرتی تھیں: "اللّهمّ إنّی أسالک قوۃً فی عبادتک، و تبصّرا فی کتابک، و فهماً فی حکمک، اللّهمّ صلّ علی محمد و آل محمد، و لا تجعل القرآن بنا ماحلاً، و الصراط زائلاً و محمّداً (ص) عنا مولّیاً" بارالہا! میں تجھ سے سوال کرتی ہوں کہ تو ہمیں اپنی عبادت کی قوت اپنی کتاب میں بصیرت اور اپنے حکم میں فہم وفراست عطا فرما، بارالہا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور قرآن کو ہمارے ذریعہ نظر انداز کرنے والا اور صراط سے پھسل جانے والا اور حضرت محمدؐ کو ہم سے اپنا رخ پھیر لینے والا قرار نہ دینا۔

آپ کی بعض دعائیں یہ ہیں

۱۔"اللّهمّ اجعل أول یومی هذا فلاحاً، و أوسطه صلاحاً، و أخره نجاحاً، اللّهمّ صلّ علی محمّد و آل محمّد، و اجعلنا ممّن أناب إلیک فقبلته، و توکّل علیک فکفیته، و تضرّع إلیک فرحمته"

بارالہا! میرے اس دن کی ابتداء کو (باعث) فلاح، وسط کو صلاح (بھلائی) اور آخر کو کامیابی قرار دینا، بار الہا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور ہمیں ان لوگوں میں سے قرار دے جنہوں نے تیری بارگاہ میں توبہ کی تو ،تو نے اس کو قبول کرلیا، اور تیرے اوپر توکل کیا تو، تو ان کے لئے کافی ہوگیا اور تیری بارگاہ میں گریہ وزاری کی تو، تو نے ان کے اوپر رحم فرمادیا۔

۲۔"اللّهمّ إنّی اسألک الهدی و التقی و العفاف و الغنی، و العمل بما تحبّ و ترضی، اللّهمّ إنّی أسألک من قوتک لضعفنا، و من غناک لفقرنا و فاقتنا، و من حلمک و علمک لجهلنا، اللّهمّ صلّ علی محمّد و آل محمّد، و أعنّا علی شکرک و ذکرک و طاعتک و عبادتک یا أرحم الراحمین"

بارالہا! میں تجھ سے سوال کرتی ہوں ہدایت، تقویٰ، پاکدامنی، غنیٰ اور ایسے عمل کی، جس سے تو راضی و

خوشنود رہے، بارالٰہا! میرا سوال ہے تیری قوت سے اپنے ضعف (کمزوری) کے لئے اور تیرے استغناء سے اپنے فقر و فاقہ کے لئے، اور تیرے حلم و علم سے اپنی جہالت کے لئے، بارالٰہا! محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما اور اپنے شکر و ذکر اور اپنی اطاعت و عبادت کے لئے ہماری مدد فرما اے ارحم الراحمین۔

۳۔ آپ کی مشہور دعا دعائے نور

"بسم الله النور، بسم الله نور النور ، بسم الله نور علی نور ، بسم الله الذی هو مدبّر الأمور ، بسم الله الذی خلق النور من النور، الحمد لله الذی خلق النور من النور، وأنزل النور علی الطور ، فی كتاب مسطور ، فی رقّ منشور ، بقدر مقدور، علی نبیّ محبور، الحمد الله الذی هو بالعزّ مذكور، و بالفخر مشهور ، و علی السرّاء و الضرّاء مشكور، و صلّی الله علی سیدنا محمد و آله الطاهرین"

اللہ کے نام سے جو نور ہے، اللہ کے نام سے جو نورٌ علیٰ نور ہے، اللہ کے نام سے جو امور کی تدبیر کرنے والا ہے اللہ کے نام سے جس نے نور کو نور سے پیدا کیا، حمد ہے اس اللہ کے لئے جس نے نور کو نور سے پیدا کیا، اور نور کو (کوہ) طور پر نازل کیا، لکھی ہوئی کتاب کے اندر ایک معین شدہ مقدار میں، اپنے عظیم نبیؐ کے اوپر، حمد ہے اس اللہ کے لئے جس کا تذکرہ عزت کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ اپنے فخر میں مشہور ہے نیز خوشیوں اور زحمتوں میں لائق شکر ہے اور رحمت نازل فرما ہمارے سید و سردار حضرت محمدؐ اور ان کی آل طاہرینؑ پر۔(۱)

شہزادی کائنات کا ادبی رتبہ

اگر چہ شہزادیؑ دو عالم کل اٹھارہ سال کی مختصر سی عمر میں اس دنیا سے رخصت ہوگئی تھیں لیکن تاریخی اسناد گواہ ہیں کہ دوسرے معصومینؑ کی طرح آپ بھی وقت ضرورت شرعی مسائل بیان فرماتی تھیں اور جب کبھی بھی عورتوں سے متعلق کوئی شرعی مسئلہ درپیش ہوتا تھا تو آپ اس کو باقاعدہ حل کیا کرتی تھیں۔

۱۔ بحار الانوار: ۶۶/۴۳۔

ایسے موثق تاریخی اسناد موجود ہیں جن سے آپ کی علمی وادبی شخصیت کے بارے میں بخوبی تحقیق کی جاسکتی ہے نیز مورخین نے آپ کے جن دو خطبوں کو آپ کی خطابت کے ثبوت میں نقل کیا ہے وہ دونوں ہی خطبے فی البدیہ انداز میں ارشاد فرمائے تھے یہ دونوں خطبے آپ کی خطابت وادب اور فصاحت و بلاغت کا بہترین شاہکار ہیں ان میں سے آپ نے ایک خطبہ تو مدینہ کی عورتوں کے درمیان دیا تھا اور دوسرا خطبہ مہاجرین و انصار کے مجمع میں ارشاد فرمایا تھا۔(۱)

دونوں ہی خطبے ہم پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بعد کے حادثات کے ذیل میں نقل کر چکے ہیں اور ان ادبی شاہکاروں کے بارے میں ڈاکٹر بستانی نے یوں اظہار خیال کیا ہے:

آپ کا خطبہ حمد وثنائے الٰہی سے شروع ہوتا اور یہ وہ اسلوب کلام ہے جسے آپ نے ایک طرف نبی اکرمؐ سے اور دوسری جانب مولائے کائنات سے حاصل کیا ہے۔آپ نے تسلسل کے ساتھ حمد خدا،عطیۂ الٰہی پر اس کی مدح وثنا اور اس کا پھر صفات خدا،آپ کے والد کی نبوت اور اس کے پرثمر اثرات پر روشنی ڈالی اور اس کے بعد ایک بنیادی عنوان کی طرف متوجہ ہو کر نفسانی اور عبادی عطیۂ الٰہی کی ایسی نقشہ کشی کی کہ نبوت اور اس کے آثار ونتائج یعنی مقدمہ اور اس کے موضوع کو ایک مقام پر جمع کر دیا ہے۔یہ تھی آپ کی نثر پردازی سے متعلق گفتگو،آپ کی منظوم فصاحت و بلاغت کے حوالے سے بھی کچھ ادبی نمونہ ہم یہاں پیش کر رہے ہیں:

۱۔وفات رسولؐ کے بعد جب پیغمبرؐ کو دفن کر دیا گیا تو شہزادی انس بن مالک کے پاس تشریف لائیں اور کہا: اے انس!تم نے کیسے اپنے کو آمادہ کیا رسول اکرمؐ کے جسم اطہر پر خاک ڈالنے کے لئے؟ یہ کہہ کے رونے لگیں اور برجستہ یہ مرثیہ پڑھا:

اغبرّ آفاق السماء و كوّرت شمس النهار و أظلم العصران

فالارض من بعد النبي كئيبة اسفاً عليه كثيرة الرجفان

فليبكه شرق البلاد و غربها ولتبكه مضر و كلّ يمان

۱۔تاریخ ادب عربی (فی ضوء المنہج الاسلامی) ۲۵۷،۲۶۲۔

یا خاتم الرسل المبارک ضوؤہ صلّی علیک منزل القرآن

ترجمہ:ا۔آسمان تک ساری فضا غبار آلود ہے اور سورج کو گہن لگا ہوا ہے، ظہر وعصر کے اوقات تاریک ہو گئے ہیں۔

۲۔رحلت پیغمبرؐ کے بعد زمین پوری طرح سے افسردہ ورنجیدہ ہے، اور شدت غم کی وجہ سے اس پر لرزہ طاری ہے۔

۳۔دنیای مشرق ومغرب کو چاہیے کہ پیغمبر اکرمؐ کے غم میں گریہ کریں اور قبیلہ ''مضر'' اور قبیلہ ''یمان'' کو یہ حق پہونچتا ہے کہ وہ آنسو بہائیں۔

۴۔بلند پہاڑ اور خانہ خدا کہ جو حجاب وارکان سے آراستہ ہے اس کے لئے سزاوار ہے کہ وہ رسول پر گریہ کرے۔

پھر شہزادی نے قبر رسولؐ سے ایک مٹھی خاک اٹھائی اور اس کو آنکھوں اور چہرے پر ملتے ہوئے یہ اشعار کہے:

ماذا علی من شمَّ تربة احمد ان لا یشمَّ مدی الزمان غوالیا
صبّت عليَّ مصائب لو أنّها صبّت علی الأیّام عُدن لیالیا

ا۔جس کسی نے تربت پیغمبرؐ کی پاک وپاکیزہ خوشبو سونگھی ہے اس کو دنیا کے اور عطر کی کیا ضرورت ہے۔

۲۔غم ومصیبت کے مجھ پر وہ پہاڑ ٹوٹے کہ اگر روز روشن پر نازل ہوتے تو سیاہ رات کے مانند تاریک ہو جاتے۔

ا۔تاریخ الادب العربی، ص ۱۶۴، ۱۶۵۔

آپ کے مرثیہ کے بعض اشعار یہ ہیں:

قـل لـلـمـغيّب تحت اطباق الثرى — ان كـنـت تسمع صرختي و ندائيا

صبّـت عـلـيّ مـصـائب لـو أنّهـا — صبّـت عـلـى الأيّـام صـرن ليـاليـا

قـد كـنـتُ ذات حمّى بظلّ محمّد — لا أختشي ضيـمـاً و كـان جماليا

فـاليـوم اخشـع لـلـذليـل و اتّقي — ضيـمـي و ادفـع ظـالـمي بردائيـا

فـاذا بـكـت قـمـريّة فى ليـلهـا — شـجـنـاً عـلـى غص بكيت صباحيا

فـلأ جعلنّ الحزن بعدک مونسي — ولأجـعـلـنّ الـدمع فيک و شاحيا

مـا ذا عـلـى مـن شـمّ تربة احمد — ان لا يشـم مـدى الزمان غواليا (۱)

۱۔اس سے کہو کہ جو زمین کی تہوں میں پوشیدہ ہے کیا میری آہ وفغاں ،اور میری نالہ وفریاد کی آواز کو سنتے ہیں۔

۲۔مجھ پر وہ مصیبتیں پڑیں کہ اگر دنوں پر پڑتیں تو وہ رات کے مانند تاریک ہو جاتے۔

۳۔میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایہ میں حمایت یافتہ تھی۔مجھے کسی دشمنی اور کینہ کا خوف نہیں تھا اور وہ (میرے نانا) مراحُسن وجمال تھے۔

۴۔آج میں پست وحقیر لوگوں کے سامنے ہراساں ہوں کہ کہیں وہ مجھ پر ظلم نہ کریں اور ظالم کو میں اپنی ردا سے دور کررہی ہوں۔

۵۔اگر قمری (پرندہ) ،راتوں کو شاخ پر بیٹھی گریہ کرتی ہے تو میں صبح کو گریہ کرتی ہوں۔

۶۔آپ کے بعد میں نے حزن والم کو اپنا مونس ومددگار بنالیا ہے،اور اپنے آنسوؤں کو اپنا اسلحہ قرار دیا ہے۔

۷۔جس نے بھی خاک قبر نبی کو سونگھ لیا ہے اسے دنیا کے اور خوشبوؤں کی کیا ضرورت ہے۔

۱۔اعیان الشیعہ ،ج۱،ص۳۲۳مطبوعہ بیروت۔

محمد بن مفضل سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہرؑا دوڑی ہوئی مسجد میں آئیں اور نبی اکرم کومخاطب کر کے یوں ارشاد فرمایا:

قد کان بعدک انباء و هنبثة لو کنت شاهدَ ها لم تکثر الخطب

انّا فقدناک فقد الارض و ابلَها و اختلَّ قومک لمّا غبت و انقلبوا

أبدت رجال لنا فحوی صدورهم لما قضیت و حالت دونک الترب (۱)

۱۔ (بابا) آپ کے بعد پیہم طرح طرح کی مصیبتیں اور بلائیں نازل ہوئیں، اگر آپ موجود ہوتے تو یہ مصیبتیں اس قدر زیادہ نہیں ہوتیں۔

۲۔ ہم نے آپ کو کھو دیا گویا زمین باران رحمت سے محروم ہوگئی، اور آپ کی قوم مختل و پریشاں ہے آیئے دیکھئے کہ کیسے وہ راہ راست سے منحرف ہوگئی ہے۔

۳۔ جیسے ہی آپ گئے اور قبر کی مٹی نے ہمارے اور آپ کے درمیان فاصلہ ڈال دیا ویسے ہی آپ کی امت کے کچھ لوگوں نے اپنے سینہ کے اسرار کو ظاہر کر دیا۔

آپؑ سے روایت نقل کرنے والے راوی اور محدثین

ہم پہلے بھی یہ تذکرہ کر چکے ہیں کہ شہزادی کائنات علم و تقویٰ کے زیر سایہ پروان چڑھی تھیں اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ آپ کی ایک کتاب بھی تھی جس کا نام ''مصحف فاطمہؑ'' ہے اور وہ اہل بیتؑ کے پاس موجود تھی اسی طرح آپ علم کی نشر و اشاعت اور دولت علم کو لٹانے میں سب سے پیش پیش نظر آتی ہیں اس کے ساتھ اپنی اولاد اور اپنے گھر کے خادموں اور کنیزوں (ام ایمن اور فضہ) کی تربیت میں بھی آپ کا اتنا اہم کردار نظر آتا ہے کہ جناب فضہ نے تقریباً بیس سال تک قرآن مجید کی زبان میں گفتگو کی تھی۔

علم کی نشر و اشاعت میں آپ کے اہم کردار کا اندازہ ان راویوں سے بھی لگایا جا سکتا ہے جنہوں نے آپ سے روایتیں نقل کی ہیں جن میں سے کچھ کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ کشف الغمہ، ج ۲ ص ۱۱۵ مطبوعہ بیروت، اعیان الشیعہ، ج ۱ ص ۳۱۸ مطبوعہ بیروت۔

۱۔ابن ابی ملیکہ ۲۔ابو ایوب انصاری ۳۔ابو سعید خدری ۴۔ابو ہریرہ ۵۔اسماء بنت عمیس ۶۔ام کلثوم ۷۔بشیر بن زید ۸۔جابر بن عبداللہ انصاری ۹۔حسن بن علیؑ ۱۰۔حسین بن علیؑ ۱۱۔حکم بن ابی نعیم ۱۲۔ربعی بن خراش ۱۳۔زینب بنت ابی رافع ۱۴۔زینب بنت علیؑ ۱۵۔سلمان فارسی ۱۶۔سہل بن سعد انصاری ۱۷۔شبیب بن ابی رافع ۱۸۔عباس بن عبدالمطلب ۱۹۔عبداللہ بن حسن ۲۰۔عبداللہ بن عباس ۲۱۔عبداللہ بن مسعود ۲۲۔علی بن ابی طالبؑ ۲۳۔علی بن الحسینؑ ۲۴۔عوانہ بن حکم ۲۵۔فاطمہ بنت الحسینؑ ۲۶۔قاسم بن ابی سعید الخذری ۲۷۔ہارون بن خارجہ ۲۸۔ہشام بن محمد ۲۹۔یزید بن عبدالملک۔(۱)

۱۔مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے: مسند فاطمہ زہراؑ، مولفہ شیخ عزیز اللہ عطاردی ص ۵۹۰۔۶۰۲۔

فہرست مطالب

پہلا باب

پہلی فصل

دوسری فصل

تیسری فصل

دوسرا باب

پہلی فصل

دوسری فصل

تیسری فصل

تیسرا باب
پہلی فصل

دوسری فصل

تیسری فصل

جہاں اہل بیت وحیؑ کے بارے میں قرآن مجید نے ہر رجس اور پلیدی سے پاکیزہ گی کی شہادت دی ہے اور پیغمبر اکرمؐ نے بھی ان ہستیوں کا قرآن مجید کے ساتھ ہونے کو وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے: یہ ایسے پرچم اور نشانیاں ہیں، جسے پروردگار عالم نے اپنے بندوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے براہ راست منتخب کیا ہے، ان بزرگواروں کا راستہ اوران کی تاریخ، اسلام کی تاریخ کا آئینہ اوراس کی کامیابی کا راز ہے۔

اس کتاب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر نیک اختر، جگر کا ٹکڑا، تمام جہاں کی خواتین کے سردار، حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی مبارک زندگی کے نشیب وفراز سے بحث کی گئی ہے۔ آپؑ نے اپنی مبارک زندگی حق وصداقت کی حمایت کے لیے وقف کردیا، اورآپؑ کا کردار عالمین کی عورتوں کے لیے بہترین نمونہ عمل ہے۔

مجمع جہانی اہل بیت (علیہم السلام)
www.ahl-ul-bayt.org

ISBN 964-529-013-9
9789645290137